ناقابلِ شکست
علیم الحق حقی

ناقابلِ شکست

ایک لاوارث بچے کی جدوجہد کی داستان جو دنیا کا عظیم ترین کھلاڑی بنا۔

وہ ناقابلِ شکست تھا، دنیا کا ہر کھلاڑی اسے شکست دینے کی آرزو رکھتا تھا۔

شکست اس پر ایک آسیب کی طرح سوار تھی۔ وہ ہر قیمت پر ناقابلِ شکست رہنا چاہتا تھا اور یہی وہ بوجھ تھا جو اسے نفس نفس قتل کرتا تھا۔

اس کھلاڑی کا قصہ جس نے کھیل کی خاطر سب کچھ تج دیا تھا

وہ ٹینس کا عظیم ترین کھلاڑی تھا لیکن ساری دنیا اسے اجنبی لگتی تھی البتہ لاپوٹا جیسے اس کے وجود کا ایک حصہ تھا۔ پیورٹوریکو کی وہ گندی بستی اور اس کی تنگ گلیاں اسے یاد آتیں، جہاں اپنی دانست میں وہ پیدا ہوا تھا۔ حالانکہ اب اسے علم تھا کہ اس کی پیدائش پیورٹوریکو کی نہیں ہے، اس کے باوجود اس کے لاشعور میں وہ وہم اب بھی بے حد توانا تھا۔

لاپوٹا اس قحبہ خانے کا اصل نام نہیں تھا جس کا ایک کمرا اس کا گھر تھا۔ علاقے کے لوگ کچھ پیار سے اور کچھ نفرت سے اسے لاپوٹا کہتے تھے۔ وہ پیورٹوریکو کی تنگ اور متعفن گلیوں میں ننگے پاؤں مارا مارا پھرتا۔ اس وقت بھی اس کی ٹانگیں باقی جسم کی مناسبت سے بہت لمبی تھیں۔ اس کے پاؤں مٹی اور کیچڑ میں لتھڑے ہوتے۔ لاپوٹا باہر سے بہت اچھا نظر آتا لیکن اس کی بوسیدگی کا یہ حال تھا کہ پانی کا ایک چھینٹا پڑتا تو چھت رونے لگتی، گٹر الگ غلاظت اگلنے لگتے۔ اسے حیرت ہوتی کہ اتنی بدبو کے باوجود لوگ کیسے جی لیتے ہیں، وہ خود کیسے جی لیتا ہے، یہ مقام شکر تھا کہ علاقہ بلندی پر تھا اور غلاظت تیزی سے شفاف نیلگوں سمندر کا رُخ کرتی جو شہر کے قلعے کی بلند و بالا دیواروں کے عقب میں موجود تھا۔ اُن دِنوں اُس کا نام جیف ولیم نہیں بلکہ پیڈرو تھا اور سان جوآن کے علاقے کی پسماندہ ترین بستی میں رہتا تھا۔

اسے وہ راتیں یاد تھیں۔ ننھا پیڈرو ماں کو اپنے مرد سے لڑتے دیکھتا رہتا۔ اس کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک ہوتی۔ ماں گالیاں دیتی، کوسنے دیتی۔ وہ اپنا سبز لباس پہنے باہر جانے کے لیے تیار ہوتی۔ اس کی انگلیوں میں سستے شیشوں کے نگینوں والی انگوٹھیاں ہوتیں۔ اس کے چھوٹے چھوٹے خوبصورت پیروں میں سرخ جوتے ہوتے۔ (وہ اپنے پیروں پر بہت نازاں تھی۔) اس کا چہرہ تانبے کی رنگت کا تھا، آنکھیں سیاہ تھیں اور بال

سیاہ تر، اس کی ناک خوبصورت اور لمبی تھی غصے میں اس کے نتھنے سپید پڑ جاتے تھے۔

اس رات ماں اپنے مرد کو گالیاں بکتے بکتے اپنے بائیں پیر کے موزے کی طرف جھکی تو ننھا پیڈرو سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ ماں صرف غصے میں نہیں ہے۔ وہ اپنی چھری نکالے گی اور لوئس کو کاٹ ڈالے گی۔ پیڈرو کا جی چاہا کہ وہ چیخ کر لوئس کو متنبہ کر دے لیکن کچھ سوچ کر خاموش رہا۔ وہ جانتا تھا کہ نندا غصے میں آپے سے باہر ہو جاتی ہے اور پھر اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ ننھے پیڈرو نے کم عمری کے باوجود یہ نکتہ سمجھ لیا تھا کہ جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا، بلکہ ہو چکا ہے۔ ایسے موقعوں پر وہ اپنے ذہن کے ایک چھوٹے سے گوشے میں سمٹ کر بیٹھ جاتا۔ وہاں وہ خود کو محفوظ سمجھتا اور خاموشی سے بیٹھا تماشا دیکھتا رہتا۔

لوئس، نندا کے مردوں میں تازہ ترین تھا۔ وہ سیاہ فام تھا۔ پیڈرو نے زندگی میں اس سے زیادہ کالا آدمی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کی ناک چپٹی، دانت پیلے اور داڑھی نوک دار تھی۔ وہ بہت موٹا تھا۔ پیڈرو کو اس سے بہت ڈر لگتا تھا۔ صرف وہی نہیں، لوئس سے تو ہر شخص ڈرتا تھا۔ البتہ نندا غصے میں ہوتی تھی تو اس سے ذرا بھی نہیں ڈرتی تھی۔

نندا سیدھی ہوئی تو اس کے دائیں ہاتھ میں چمکدار چھری تھی۔ وہ چھری پکڑنا جانتی تھی۔ اس سے پہلے بھی وہ کئی مردوں کو زخمی کر چکی تھی اور پیڈرو کو یقین تھا کہ آئندہ بھی کرتی رہے گی۔ لوئس نے دھار دار چھری دیکھی تو ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ ''اوہ! تو تم مجھے چھری مارو گی؟'' اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔'' نندا پوری قوت سے چیخی۔ وہ لوئس کی طرف بڑھی۔ ''میں اپنی رقم کے سلسلے میں کسی سے مشورہ اور ہدایت نہیں چاہتی۔ کم از کم تم سے ہرگز نہیں۔'' اس نے گالی دے کر کہا۔ ہسپانوی زبان میں گالیوں کا بڑا ذخیرہ ہے۔ لفظ گولیوں کی طرح منہ کی نال سے برستے ہیں۔

لوئس بے تاثر چہرہ لیے کھڑا رہا۔ ''نندا! یہ بہت بُری بات ہے، تم میری عزت نہیں کرتیں۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔ ''میں نے تم سے صرف پانچ ڈالر مانگے ہیں جبکہ کل تم نے پندرہ ڈالر کمائے تھے۔''

''اور کس طرح کمائے تھے؟'' نندا نے دھاڑ کر کہا۔ ''اور کیوں کمائے تھے؟ اپنے بچوں کے لیے، میں نے ان کے لیے کل بھی خود کو بیچا تھا اور آج بھی بیچوں گی، تمہارے لیے نہیں۔ تم جہاز پر واپس چلے جاؤ، میری زندگی سے نکل جاؤ تم...... اب مجھے تم سے کوئی

دلچسپی نہیں۔''

''نندا......''

نندا نے ایک قدم اور بڑھایا۔ اس کے ہونٹ نیم وا ہو گئے تھے اور سفید چمک دار دانت، چھری کی دھار کی طرح چمک رہے تھے۔ ان کے درمیان سرخ زبان بہت نمایاں نظر آ رہی تھی۔ وہ نندا کا دوسرا ہتھیار تھا۔ ''تم فوراً نکل جاؤ میرے گھر سے، میں تمہاری صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔'' اس نے مزید گالیاں بکتے ہوئے کہا۔

جواباً لوئس کے منہ سے بھی گالیوں کا فوارہ چھوٹا۔ نندا چیختی ہوئی اس پر جھپٹی اور پھر یوں گری جیسے ختم ہو گئی ہو۔ نفرت کی شدت نے دورے کی شکل اختیار کر لی تھی۔ لوئس نے اسے ایک نظر دیکھا اور باہر چلا گیا۔ پیڈرو جانتا تھا کہ اب وہ کہیں سے رقم حاصل کرے گا اور رات کو نشے میں دھت ہو کر واپس آئے گا پھر وہ اور نندا دوبارہ شیر و شکر ہو جائیں گے۔ ننھا پیڈرو سنک کی طرف لپکا۔ اس نے لکڑی کے چمچے میں پانی لیا اور بڑی مشکل سے نندا کے ہونٹ کھول کر پانی منہ میں ٹپکا دیا۔ چمچہ اس نے نندا کے منہ میں اٹکا دیا تاکہ اس کی زبان دانتوں میں نہ آ جائے پھر وہ دروازے کی طرف بھاگا اور اس نے مدد کے لیے پکارا۔ وہ چیختا رہا لیکن کوئی اس کی سننے والا تھا ہی نہیں۔ چیختے چیختے اس کا حلق خشک ہو گیا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ گھنٹوں سے چیخ رہا ہے۔ بالآخر کونچا کمرے میں آئی۔ ان دونوں نے مل کر نندا کو سنبھالا۔ چند لمحے بعد نندا کے جسم کی اینٹھن دور ہو گئی اور سانسوں کی رفتار معمول پر آ گئی، اب وہ بے ہوش تھی۔

دونوں بچے اٹھ کھڑے ہوئے اور خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

''صلیب کے نیچے شمع جلا دو۔'' بہن نے کہا۔ ''ماں جاگتے ہی اس طرف دیکھے گی۔''

''چھری اٹھا لو ماں کے نہ لگ جائے۔'' پیڈرو نے کہا۔ اس کے ہاتھوں کی انگلیاں لمبی تھیں اور جسم کی ناتوانی کے باوجود اس کی کلائیاں حیرت انگیز طور پر مضبوط تھیں۔ البتہ اس وقت اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔

''تم اٹھاؤ'' کونچا اس سے زیادہ خوفزدہ تھی۔

''ڈر گئیں؟'' پیڈرو نے پوچھا۔

''نہیں لیکن کاش، ماں کسی دن اسی چھری سے اپنا گلا کاٹ لے۔''

وہ حقیقی جذبات نہیں تھے، محض بے ضرر گفتگو تھی جو معمول کے مطابق تھی۔ پیڈرو نے جھک کر بے ہوش ماں کا ہاتھ اٹھایا اور کونچا نے اس کی گرفت سے چھری نکال لی۔

نندا کے ہاتھ پر خراش لگ گئی تھی اور خون کی لکیر ابھر آئی تھی۔ کونچا نے خون کو دیکھا۔ چھری پر اس کی گرفت مضبوط ہوگئی۔ وہ وہاں کھڑی بہت عجیب سی لگ رہی تھی۔ اس کا کوب بہت نمایاں تھا۔ ہاتھ گندے تھے اور ناخنوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ انہیں چبانے کی عادی ہے اس کی سیاہ آنکھوں میں ذہانت کی جھلک تھی جس کے اظہار کا موقع اسے کم ہی ملتا تھا۔ کوئی اس کی پروا نہیں کرتا تھا۔ اسی لیے وہ خود میں سمٹ کر جینے کی عادی ہوگئی تھی۔ وہ نفرت کی عادی تھی۔ اسے اپنے حال سے نفرت تھی، جس نے اسے اس کے لڑکپن سے محروم کر دیا تھا۔ وہ ماضی سے نفرت کرتی تھی جس نے اس کا بچپن چھین لیا تھا۔ وہ مستقبل سے نفرت کرتی تھی جو اسے جوانی سے اور عورت پن سے محروم کرنے والا تھا۔ اسے لڑکے اچھے لگتے تھے لیکن کوئی لڑکا اس پر ایک نگاہ ڈالنا بھی پسند نہ کرتا۔

اس کے وجود میں اس چھری کے ذریعے اپنے آپ کو منوانے کی خواہش شدت سے ابھرتی تھی۔ اس وقت بھی ابھر رہی تھی۔

پیڈرو، کونچا کو سمجھتا تھا، بہت اچھی طرح سمجھتا تھا۔ وہ اسے پسند کرنا چاہتا تھا لیکن کونچا اسے اس کا موقع ہی نہیں دیتی تھی۔ وہ کونچا سے محبت کرنا چاہتا تھا۔ محبت اس کے لیے ایسی ہی ضرورت تھی جیسے کھانا اور عموماً وہ بھوکا رہتا تھا۔ گھر میں بھی بھوکے رہتے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ کونچا اسے بے سبب بھی زخمی کرسکتی تھی، سبب کے لیے اس کا کوب کافی تھا، یہ خواہش کافی تھی کہ لوگ اسے پہچانیں، اسے دیکھیں، کچھ سمجھیں۔ اس کے لیے وہ کچھ بھی کرسکتی تھی۔ چنانچہ اس وقت اس کے چہرے کا تاثر دیکھتے ہی پیڈرو بھاگ کھڑا ہوا۔

کونچا، ماں کے بے ہوش جسم پر جھکی۔ اس نے چھری ہاتھ سے چھوڑ دی جو فرش پر گر گئی۔ وہ کھینچ کھانچ کر ماں کو اکلوتے بیڈ کی طرف لے گئی۔ وہ ڈبل بیڈ تھا۔ کسی زمانے میں بیش قیمت رہا ہوگا لیکن اب آثارِ قدیمہ سے متعلق معلوم ہوتا تھا۔ ماں کو بیڈ پر لٹا کر اس نے اس کے منہ سے چمچہ نکال لیا۔ اسے معلوم تھا کہ ماں تھوڑی دیر میں جاگ جائے گی اور اسے یہ یاد نہیں ہوگا کہ اسے کیا ہوا تھا۔

وہ شیلف پر رکھے ہوئے مسیح کے مجسمے کی طرف متوجہ ہوئی۔ قریب ہی پیتل کی طشتری میں چار شمعیں رکھی تھیں۔ اس نے انہیں روشن کر دیا۔ اب ماں جاگے گی تو مطمئن ہوگی کہ مصلوب مسیح اس کی نگہداشت کر رہا ہے۔ شمعیں روشن کر کے کونچا نے

اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور کمرے سے نکل آئی۔

باہر گلی میں پیڈرو بے یقینی کے عالم میں سوچ رہا تھا کہ کہاں جائے۔ اس کے پاس پیسے بھی نہیں تھے، وہ کیلس کے سٹور کا رخ بھی نہیں کرسکتا تھا جہاں بیٹھ کر لوگ کافی کے ساتھ باسی روٹی کھاتے تھے۔ سورج غروب ہو رہا تھا، وہ کہیں بھی جانا چاہتا، اسے سلور بار کے سامنے سے گزرنا پڑتا۔ وہاں لوئس کی موجودگی یقینی تھی اور یہ بات بھی طے تھی کہ اگر لوئس کو پینے کے لیے پیسے نہیں ملے ہوں گے تو وہ اس وقت نہایت غصے میں ہوگا۔ اس لحاظ سے زندہ رہنے کے لیے ضروری تھا کہ لوئس کا سامنا نہ ہو۔ ننھے پیڈرو کا خیال تھا کہ موت کے مقابلے میں ہر چیز قابلِ قبول ہے۔ چنانچہ وہ اپنے کمرے کی طرف چلا آیا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ نندا کو ہوش آ گیا۔ آنکھیں کھولتے ہی اس نے شیلف پر جلتی ہوئی شمعیں دیکھیں، وہ مسکرانے لگی پھر وہ اٹھ بیٹھی اور اس نے جھک کر چھری اٹھائی اور دوبارہ اپنے موزے میں رکھ لی۔ موزے میں اس چھری کے لیے ہلکی سی ایک میان بھی تھی۔ وہ پھر مسکرائی۔ ایسے دوروں کے بعد وہ ہمیشہ خوش مزاج ہو جاتی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے پیڈرو کے لیے بانہیں پھیلائیں۔ کچھ ہچکچاہٹ کے بعد پیڈرو نے خود کو ان بانہوں کے سپرد کر دیا۔

نندا نے اسے بانہوں میں بھینچ کر پیار کیا اور پھر اٹھ کر آئینے میں خود کو دیکھا۔ اس نے چہرے سے گرد صاف کی اور دوبارہ میک اپ کیا۔ لوئس سے ناخوشگوار گفتگو اس کے ذہن میں محض ایک بھولی بسری یاد کی طرح تھی۔ بال سنوارنے کے بعد وہ کمرے سے نکل گئی۔ دروازہ اس نے باہر سے قفل کر دیا۔

پیڈرو جانتا تھا کہ اب وہ ساری رات باہر رہے گی اور اگر کونچا یا اس کی کوئی خالہ اس طرف نہ آئی تو وہ اسی کمرے میں بند رہے گا جہاں کرنے کو کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کمرے میں باتھ روم بھی نہیں تھا۔ جلد ہی اسے پیشاب کی حاجت محسوس ہوگی اور اسے کمرے ہی میں پیشاب کرنا ہوگا یہ بھی اچھا ہے کہ اس نے کھانا نہیں کھایا تھا، ورنہ اور مصیبت ہوتی کمرے میں بدبو پہلے ہی کم نہیں تھی۔

نندا کو گئے ہوئے کافی دیر ہوگئی۔ پیڈرو رونے لگا۔ آنسو اس کے رخساروں کو بھگو رہے تھے پھر اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ کچھ دیر بعد ایک شمع بجھ گئی۔ تین شمعیں ابھی باقی تھیں لیکن پیڈرو کو معلوم تھا کہ وہ شمعیں اس کے لیے نہیں بلکہ مصلوب مسیح کے لیے روشن

کی گئی ہیں۔

☆======☆======☆

وہ تنگ اور متعفن گلیوں میں مارا مارا پھرتا رہا۔ سورج کی سختی دن بہ دن بڑھتی رہی۔ اب تو زمین چٹختی ہوئی محسوس ہوتی۔ پیڈرو بہت تنہا تھا۔ تیرہ سال کی عمر میں اسے شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ وہ دوسروں سے مختلف ہے۔ بات صرف اس کی سنہری جلد، سنہرے بالوں اور نیلی آنکھوں کی نہیں تھی، بات لمبی ٹانگوں اور بے پناہ بھوک کی بھی نہیں تھی جو کبھی نہ بجھنے والی آگ کی طرح اس کے پیٹ میں روشن تھی۔ وہ وہاں کے لوگوں سے مختلف انداز میں سوچتا تھا۔ وہاں کے لوگ طبعاً سفاک اور جذباتی تھے۔ مرد عموماً عورتوں سے لڑتے رہتے۔ ان کی لڑائی مختصر اور تند لیکن غیر اہم ہوتی کبھی کبھی چاقو لہراتے، چھریاں چمچاتیں لیکن قتل کوئی نہ ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ صورت بگاڑنے کا کیس بنتا۔ شاید ہر شخص کے اندر دوسروں کی صورت بگاڑنے کی خواہش چپکے چپکے برسوں چلتی رہتی تھی اور کسی بھی بہانے کسی بھی وقت ابھر آتی تھی۔ غربت اور باطنی بدصورتی ان کے درمیان قدرِ مشترک تھی۔ شاید وہی انہیں ایک دوسرے سے نفرت پر اکساتی تھی۔ ہر شخص کو دوسروں کی بدصورتی دیکھ کر اپنی بدصورتی کا خیال آتا تھا۔ وہ ایک دوسرے کا آئینہ تھے۔

پیڈرو ان سے مختلف تھا۔ وہاں کسی لڑکے کو دوست بنانے کا تصور کسی لڑکی سے دوستی، یہ سب کچھ اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ یہ اس کے لیے اپنے وجود سے دستبردار ہونے کے مترادف تھا۔ زندگی ویسے بھی اس کے لیے بدصورت چیز تھی لیکن شناسا لڑکے، لڑکیوں نے تو اس کی زندگی کو جہنم بنا دیا تھا۔ وہ گھر کا کوئی سودا لانے کے لیے کیلس کے سٹور جا رہا ہوتا کہ اچانک کسی کونے سے کوئی تیرہ چودہ سالہ لڑکا نکل کر اس پر جھپٹتا۔ اسے زمین پر گراتا، مٹی میں اس کا منہ لتھیڑتا اور اس کے سنبھلنے سے پہلے کسی کامیاب چھاپا مار کی طرح لوٹ جاتا۔

لڑکیوں کو اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔ وہاں کا ماحول ایسا تھا کہ سولہ سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی وہ بیویاں بلکہ مائیں بن جاتی تھیں۔ یوں گرد و پیش میں ایک اور مفلوک الحال گھرانے کا اضافہ ہو جاتا۔

پیڈرو خود کو اس ماحول میں قیدی محسوس کرتا۔ وہ اس آزادی کے لیے تڑپتا جس کی وہ تعریف بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ آزادی چاہتا تھا۔ اپنے لیے مستقبل چننے کی آزادی، عمل

کی آزادی اور خود پر پابندیاں لگانے کی آزادی۔ اسے تو پوری طرح سے اپنی محرومیوں کا علم ہی نہیں تھا۔ وہ مستقلاً خوف اور نفرت کے حصار میں رہتا۔ سوائے محبت کے ان مختصر وقتوں کے، جب کونچایا نندا محبت میں سرشار ہو کر اسے بھینچ لیتیں اور بوسوں سے نہلا دیتیں۔

نندا کو امریکن ملاح بہت پسند تھے۔ اس کی خواہش ہوتی تھی کہ اس کا ہر گاہک امریکن ہو۔ پیڈرو نے اس سے ایک بار اپنے باپ کے بارے میں پوچھا تھا۔ ''کیا نام تھا میرے باپ کا؟''

نندا نے بے حد سخت لہجے میں جواب دیا تھا۔ ''مجھے یاد نہیں۔'' لیکن اس کی آواز میں، لہجے میں کوئی بات تھی، جو اس کے لفظوں کی تردید کرتی تھی۔ پیڈرو کو یقین ہو گیا کہ وہ اس کے باپ کے بارے میں جانتی ہے لیکن بتانا نہیں چاہتی۔ اس کی ناکامی اور جھنجھلاہٹ میں اضافہ ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں اس بات کی وجہ نہیں آتی تھی کہ نندا اس سے کیوں چھپا رہی ہے۔ شاید اس کا وجود نندا کے لیے باعثِ شرم تھا۔ پیڈرو بچہ تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ نندا اب کبھی ماں نہیں بن سکے گی۔ فرنانڈس کی نندا سے علیحدگی کا سبب یہی تھا۔ فرنانڈس آپریشن کے کاغذات پر دستخط کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ پھر اسے پچاس ڈالر کی ضرورت پڑی۔ ان دنوں نندا کا دھندا بہت اچھا چل رہا تھا۔ فرنانڈس کا چوری کا دھندا ان دنوں مندا تھا۔ فرنانڈس نے نندا سے پچاس ڈالر مانگے تو نندا نے کاغذات پر دستخط کرنے کی شرط عائد کر دی۔ فرنانڈس نے بہت شور مچایا، بڑا واویلا کیا۔ کہا کہ وہ بہت سارے بچے چاہتا ہے لیکن نندا اپنے موقف پر ڈٹی رہی۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کا پیشہ اسے اس امر کی اجازت نہیں دیتا۔ بالآخر فرنانڈس نے پچاس ڈالر کے عوض کاغذات پر دستخط کر دیئے۔

دوسری طرف ہسپتال میں ڈاکٹر نے نندا کو بتایا کہ آپریشن کرانے کا فیصلہ بروقت اور مناسب ہے۔ آئندہ اگر وہ ماں بننے کے مرحلے میں داخل ہوئی تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی لیکن جس دن نندا ہسپتال سے گھر آئی فرنانڈس نے اسے طلاق دے دی۔ اس کا کہنا تھا کہ اب نندا عورت نہیں رہی۔ حقیقت یہ تھی کہ اسے ایک اور لڑکی پسند آ گئی تھی، اسے تو بہانہ چاہیے تھا۔ پچاس ڈالر اسے مل گئے تھے۔ جن سے اسے پستول خریدنا تھا۔ اس سے پہلے چوری کی کسی واردات میں اس نے پستول استعمال نہیں کیا تھا۔ اس کے نزدیک یہ اس کے پیشہ ورانہ وقار کے منافی تھا لیکن اس بار معاملہ مختلف

تھا۔

ندا بہت چیخی چلائی لیکن اسے فرنانڈس پر کبھی شدت سے غصہ نہیں آتا تھا۔ آتا بھی کیسے، فرنانڈس اس سے چودہ سال چھوٹا اور بے حد خوبرو تھا۔ پینتیس سال کی عمر میں ندا کو اس سے بہتر شوہر مل ہی نہیں سکتا تھا، پھر اس کا دھندا بھی اچھا چلتا تھا۔ وہ وقتاً فوقتاً اسے چوری کے زیورات تحفے میں دیتا رہتا تھا۔ ندا کو صرف بھڑکیلے رنگوں والے نقلی نگینے پسند تھے۔ باقی زیورات وہ معمولی قیمت پر بیچ دیتی تھی۔ عاجز آ کر فرنانڈس نے اسے صرف سستے اور بھڑکیلے زیورات پر ٹرخانا شروع کر دیا تھا اور ندا بھی اس میں خوش تھی۔ ندا اس سے محبت کرتی تھی، اپنے پیشے کے باوجود پیشہ تو محض اس کے بچوں کی ضرورت تھا۔

پھر تازہ ترین واردات میں فرنانڈس، پولیس کی گولیوں کا نشانہ بن گیا۔ اس رات وہ جواہرات کی ایک دکان میں ڈاکا ڈال رہا تھا۔ اس کے جسم میں بارہ گولیاں پیوست تھیں۔ پہلی چار گولیوں نے اس کے چہرے کے چیتھڑے اڑا دیئے تھے۔ اس رات پڑوس کے لوگ ندا کے پاس تعزیت کے لیے آتے رہے۔ ساری رات جگار رہی۔ ہر آنے والا فرنانڈس کے گن گاتا، پولیس کو لعنت ملامت کرتا اور کچھ دیر آنسو بہانے کے بعد رخصت ہو جاتا۔

پیڈرو الگ تھلگ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ آخر یہ رونا دھونا کس سلسلے میں ہے۔ صبح کے قریب ندا اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ ''تم پر لعنت ہو، تم مردے کو بھی عزت نہیں دے سکے۔'' اس نے چیخ کر کہا۔

پیڈرو نے غور سے ندا کو دیکھا جس کی آنکھیں جاگنے اور رونے کی وجہ سے سرخ اور متورم ہو رہی تھیں۔ ''وہ چور تھا۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''اور تمہارا باپ۔'' ندا نے مغلظات شروع کر دیں۔

پیڈرو پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ البتہ اس کے وجود میں دلچسپی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ شاید ندا اس کے باپ کے بارے میں کچھ بتا دے۔ وہ ہمیشہ اپنے باپ کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔ وہ اسے تصور میں بھی دیکھتا۔ لبادے میں لپٹا ہوا ایک بے چہرہ ہیولا۔ وہ سوچتا، شاید میرا باپ مجھے اپنا چہرہ نہیں دکھانا چاہتا۔ بعد میں اس کی سمجھ میں آ گیا کہ باپ، کے چہرے کا نقاب درحقیقت اس کی لاعلمی کی تخلیق ہے۔ کسی ایسے چہرے کو تصور میں کیسے دیکھا جا سکتا ہے جسے حقیقت میں کبھی نہ دیکھا گیا ہو۔ ''مجھے میرے باپ کے

بارے میں بتاؤ۔'' اس نے ندا سے کہا۔

''لعنت ہو تمہارے باپ پر اور اس کے باپ پر۔'' ندا نے دھاڑ کر کہا۔ ''تم میں انسانیت نہیں ہے۔ تمہارا باپ آج ہی مرا ہے اور تمہیں اس کا پاس تک نہیں ہے۔''

پیڈرو نے خاموش ہو جانے ہی میں عافیت جانی۔ اپنے باپ کے بارے میں جاننے کا وہ مناسب وقت نہیں تھا۔ وہ اپنے ذہن کے ایک گوشے میں سمٹ کر بیٹھ گیا۔ اب وہ صرف تماشائی تھا۔

☆======☆======☆

اپنی زندگی کے چودھویں سال کے پہلے دن اس نے گھر سے بھاگنے کا فیصلہ کیا۔ یہاں اس کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ کچھ بننے کے لیے لکھنا پڑھنا آنا...... یا کسی ایسے ہنر میں ماہر ہونا بہت ضروری تھا، جس کی دنیا میں اہمیت ہو، سو اپنی سالگرہ کے دن اس نے جوتے پہنے، ہاتھوں سے اپنے بال سنوارے اور وہ ریزگاری جیب میں ڈال کر نکل کھڑا ہوا جو وہ سودا لاتے ہوئے ڈنڈی مار کر برسوں سے بچا رہا تھا۔ بس سوا دس بجے آتی تھی اور صرف ایک منٹ کے لیے رکتی تھی۔ ڈرائیوروں کے اختیار میں ہوتا تو وہ وہاں ایک منٹ رکنا بھی گوارا نہیں کرتے۔

دھوپ شدید تھی۔ وہ پیڑ کے سائے میں کھڑا رہا۔ اس کے ہونٹ ابھی سے چٹخ رہے تھے۔ وہ گرد سے اٹی ہوئی سڑک کو متوقع نظروں سے دیکھتا رہا۔ بس پندرہ منٹ کی تاخیر سے آئی۔ پیڈرو نے بس پر چڑھتے ہی اپنی ریزگاری والی ہتھیلی ڈرائیور کے سامنے پھیلا دی۔ ''جانا کہاں ہے؟'' ڈرائیور نے پوچھا۔

''سان جوآن'' پیڈرو نے جواب دیا اور پھر تشویش آمیز لہجے میں پوچھا۔ ''پیسے پورے ہیں نا؟''

نہ جانے اس کے انداز میں اس کے چہرے کے تاثر میں کیا بات تھی جس نے ڈرائیور کے دل کو چھو لیا۔ اس نے پیڈرو کی مٹھی محبت آمیز انداز میں بند کر دی اور کہا۔ ''پیچھے چلے جاؤ۔''

''لیکن میں ٹکٹ لینا چاہتا ہوں۔'' پیڈرو نے احتجاج کیا۔

''بکواس مت کرو۔'' ڈرائیور نے بڑی شفقت سے اسے ڈانٹا۔

پیڈرو مسکرا دیا۔ اسے ڈرائیور کا انداز پسندیدگی اچھا لگا۔ ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ کوئی اسے پسند کرے۔ وہ عقبی حصے کی طرف چل دیا۔

سفر طویل تھا۔ بس جا بہ جا رکتی رہی۔ وہ اتوار کی صبح تھی۔ کسان اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنے کے لیے گھر سے نکلے تھے۔ ان کے جسموں سے خارج ہونے والی پسینے کی جانی پہچانی بو پیڈرو کے لیے اعتماد بخش تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے۔ بس بھر گئی۔ پیڈرو عقبی نشست میں کونے میں سمٹا بیٹھا تھا۔ اسے بس کا ماحول لاپوٹا کی یاد دلا رہا تھا۔

''شرم نہیں آتی، ایک عورت کھڑی ہے اور تم بیٹھے ہو؟''

پیڈرو نے سر گھما کر دیکھا ایک موٹی عورت اسے بُرا بھلا کہہ رہی تھی پھر اس نے عورت کے مجرب ہاتھ کو اپنے کالر کی طرف بڑھتے دیکھا۔

''خبردار! اس لڑکے کو کچھ نہ کہنا۔'' اگلی نشست سے کسی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''میں بیٹھنا چاہتی ہوں۔'' موٹی عورت نے فریاد کرنے والے انداز میں کہا۔

''کھڑی رہو، تمہاری صحت کے پیشِ نظر تمہارے لیے یہ ورزش بہت ضروری ہے۔''

عورت بڑبڑا کر رہ گئی۔ ایک گھنٹے بعد بس سان جوآن پہنچی، پیڈرو بس سے اتر آیا۔ اس کا ایک ہاتھ پتلون کی اس جیب میں تھا جس میں ریز گاری پڑی تھی۔ وہ شہر اسے بہت بڑا معلوم ہو رہا تھا۔ کم از کم اس نے تو اتنی صاف ستھری جگہ کوئی اور نہیں دیکھی تھی۔ وہ شہر کے وسط میں اترا تھا۔ وہ کسی سے سمت پوچھے بغیر اپنے طور پر چل رہا تھا۔ اسے علم نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ وہ خوفزدہ تھا۔ اتنا ہجوم بھی اس کے لیے نیا تھا۔ پہلی بار اسے احساس ہوا کہ دنیا بہت بڑی ہے اور اس نے اب تک زندگی ایک چھوٹے سے کمرے میں بند ہو کر گزاری ہے۔ یہاں اونچی اونچی عمارتیں تھیں، خوش لباس مرد تھے اور خوش اندام عورتیں تھیں۔ عورتوں کے چہروں پر میک اپ کی دبیز تہیں بھی نہیں تھیں۔ پیڈرو کا جی چاہا کہ وہاں سے بھاگ جائے، لاپوٹا واپس چلا جائے، جانی پہچانی گلیوں، بدبودار ماحول اور گندے لوگوں کے درمیان لیکن تجسس، خوف پر غالب آ گیا۔ وہ آگے بڑھتا رہا۔

سان جوآن ہلٹن کے قریب سے گزرتے ہوئے وہ ٹھٹک گیا۔ وہ گیند کو ہٹ کیے جانے کی آواز تھی، جس نے اسے چونکا دیا تھا۔ اسے ٹینس کورٹ نظر نہیں آیا کیونکہ وہ ہوٹل کے عقبی حصے میں واقع تھے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آواز کی طرف بڑھنے لگا۔ اس وقت تجسس ہر چیز پر حاوی آ گیا تھا۔

وہاں چھ ٹینس کورٹ تھے۔ لوگ کھیلنے میں مصروف تھے۔ کچھ تماشائی بھی تھے۔ پیڈرو مسحور ہو کر دیکھتا رہا۔ ایک کورٹ میں ایک لڑکا اپنے باپ سے ٹینس کھیل رہا تھا۔ وہ ٹینس کا سفید لباس پہنے کورٹ پر برق رفتاری کے جوہر دکھا رہا تھا۔ شاٹس کھیلتے ہوئے وہ قوت استعمال نہیں کر رہا تھا۔ اس منظر نے پیڈرو کا دل موہ لیا۔ وہ لڑکے کو بے حد غور سے دیکھتا رہا۔ وہ اس کی زندگی کی پہلی محبت کا لمحۂ آغاز تھا۔ وہ ایک گھنٹے تک ٹینس دیکھنے میں محو رہا۔ اس کھیل میں خوبصورتی تھی، جذبۂ تفاخر تھا اور وہ یقینی پن تھا جو لاپوٹا میں مفقود تھا۔

سورج مغرب کی طرف جھکتا رہا۔ کھلاڑی ایک ایک کر کے کورٹ سے رخصت ہوتے رہے۔ اچانک پیڈرو کو لڑکے سے رقابت کا شدید احساس ہوا۔ اس کا بس چلتا تو وہ اس لڑکے کو جان سے مار دیتا، اسے تباہ کر دیتا۔ اس کے وجود میں متضاد جذبات مچل رہے تھے۔ وہ لڑکے کے باپ کو بھی تباہ کرنا چاہتا تھا، جس کا کھیل اپنے بیٹے کے کھیل سے بہتر تھا لیکن وہ اس انداز سے کھیل رہا تھا کہ اس کے بیٹے میں خود اعتمادی پیدا ہونا یقینی تھا۔ وہ اس کھیل کے ذریعے اپنے بیٹے کو لڑکپن کی سرحد پار کرا کے جوانی کی حدود سے متعارف کرا رہا تھا۔ پیڈرو سوچ رہا تھا کہ اگر اس کا باپ ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا۔

دیکھتے ہی دیکھتے، تمام کورٹس سنسان ہو گئے۔ پیڈرو بے تابی سے آگے بڑھا۔ اس نے کورٹ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ وہ دبے پاؤں چل رہا تھا۔ اس کی کوشش تھی کہ اس کے جوتوں کی آہٹ نہ ابھرنے پائے۔ وہ کورٹ کے پہلو میں بنی ہوئی چھوٹی سی عمارت کی طرف بڑھتا رہا۔

دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر کوئی بھی نہیں تھا۔ درحقیقت وہ دکان تھی۔ دیواروں پر بے شمار ریکٹ آویزاں تھے۔ شوکیس میں گیندوں کے ڈبے تھے۔ ان کے علاوہ وہاں سوئیٹر اور جوتے بھی تھے۔ دکان کی فضا میں خوشگوار خوشبو رچی ہوئی تھی۔ کاؤنٹر پر ایک کونے میں درجنوں ریکٹ رکھے تھے۔ نیچے استعمال شدہ گیندوں کا ڈھیر پڑا تھا۔

پیڈرو کو ایسا لگا، جیسے وہ، وہ نہیں رہا، کوئی اور ہو گیا ہے۔ اس نے ریکٹ جھپٹا پھر گیندوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے بعد چوری کا وہ مال سینے سے لگائے وہ وہاں سے نکلا اور بس اسٹینڈ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کی جیبوں میں ٹینس کی گیندیں تھیں۔ گھر واپسی تک اس کی یہی کیفیت رہی۔ اس بار اسے بس کا کرایہ ادا کرنا پڑا لیکن بس میں رش نہیں تھا۔ وہ عقبی سیٹ پر بیٹھا حیرت اور محبت سے چوری کے ریکٹ کو تکتا رہا۔

لاپوٹا پہنچنے تک وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے مستقبل میں کیا کرنا ہے۔ اسے صبح کا انتظار تھا۔

اس نے تصور میں اپنے باپ کو مسکراتے دیکھا۔ اس بار وہ لبادے میں نہیں، ٹینس کے لباس میں تھا۔ البتہ اس کا چہرہ اب بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ مسکراہٹ اسے صبح کی نوید دے رہی تھی۔

☆======☆======☆

کام اس کی توقع سے بھی آسان ثابت ہوا۔ درحقیقت عسرت صرف پریشانیاں ہی نہیں دیتی بلکہ کبھی کبھی فرصت اور بے فکری سے بھی نوازتی ہے۔ پیڈرو پر نہ کوئی ذمے داری تھی اور نہ ہی وہ کوئی منضبط زندگی گزار رہا تھا۔ اسے صرف منصوبہ بندی کرنا تھی۔ غیر حاضری اس کے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھی۔ کسی کو یہ پروا نہیں ہوتی تھی کہ وہ غائب ہے تو کہاں ہے۔ اس نے سوچا تھا کہ بھوک ستائے گی تو لوٹ آیا کرے گا اور یہ بھی ضروری نہیں تھا۔ بھوک برداشت بھی کی جا سکتی تھی بے شک، ننداکچھ دیر اس کے لیے فکر مند ہو گی لیکن پھر اسے بھول جائے گی۔

منصوبہ بندی البتہ اس کے لیے دشوار ثابت ہوئی۔ اس کا طرزِ زندگی کچھ ایسا تھا کہ اس نے کبھی آنے والی کل کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ مستقبل اس کے لیے بے حد اجنبی چیز تھا۔ یہ خیال اس کے لیے ناقابلِ قبول تھا کہ آنے والے دن کے بارے میں پیش گوئی کی جا سکتی ہے۔ مستقبل بنانے کا تصور تو بہت ہی زیادہ دور از کار تھا۔

اس نے ریکٹ اور گیندیں ایک محفوظ مقام پر چھپا دی تھیں۔ ریکٹ کو اس نے ایک کپڑے میں لپیٹا اور پھر اس کپڑے کو ایک اور کپڑے میں لپیٹ دیا۔ صبح کو اس نے ریکٹ نکالا۔ ریکٹ کی بُنائی ٹھیک ٹھاک تھی۔ اس نے ریکٹ کو اپنے کان کے قریب لے جا کر اس کے تاروں کو انگلی سے چھیڑا۔ وہ آواز اس کے لیے انتہائی مسحور کن موسیقی سے زیادہ دلکش تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک امید افزا مسکراہٹ ابھر آئی۔

وہ چپکے سے گھر سے نکلا اور تیز قدموں سے اس جگہ کی طرف چل دیا جو اس کے ذہن میں تھی۔ وہ لاپوٹا سے پانچ میل دور سنسان ساحل کی طرف نکل آیا۔ یہاں سورج کی قہرناکی، تپتی ہوئی ریت اور کیکڑوں کے سوا دور دور تک کچھ بھی نہیں تھا۔ وہاں ایک متروک سائن پوسٹ موجود تھی جس کی تحریر کو بدلتے موسموں اور گزرتے برسوں نے چاٹ ڈالا تھا لیکن سائن پوسٹ ابھی تک صحیح سلامت تھی۔ پیڈرو نے جیب سے چاک کا ٹکڑا نکالا اور سائن پوسٹ پر ایک افقی لکیر کھینچ دی۔ اس کی بلندی ٹینس کے نیٹ جتنی تھی

پھر اس نے پیچھے ہٹ کر جگہ کا جائزہ لیا۔ وہاں زمین، پتھر کی طرح سخت اور ناہموار تھی۔ اس جگہ کو ہموار کرنے میں اسے خاصی دیر لگی۔ اب وہاں گیند کو باؤنس مل سکتا تھا۔

اس نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریکٹ تھام کر اسے ہلایا تاکہ اس کے وزن سے آگاہ ہو جائے پھر اس نے گیند نکالی اور ریکٹ کی مدد سے اسے سائن پوسٹ پر چاک کی لائن کے اوپر ہٹ کیا۔ یہ کام اس کی توقع سے مشکل ثابت ہوا۔ بہت زیادہ مشکل۔ وہ ردھم سے محروم تھا۔ آدھے گھنٹے کے بعد وہ کھیل روک دیتا۔ اس کا جسم پسینے میں شرابور ہوتا۔ اس کا اندازہ تھا کہ وہ بال کو کامیابی سے ہٹ کر لیتا ہے لیکن درستی صرف بیس فیصد ہے۔

دوسری طرف زمین اب بھی ناہموار تھی۔ اسے یہ احساس ہو گیا کہ اس جگہ کو ٹینس کورٹ بنانے کے لیے اسے اور محنت کرنا ہو گی۔ اس کے بغیر پریکٹس ممکن نہیں تھی۔ وہاں لکڑی کی کوئی کمی نہیں تھی۔ لہریں لکڑی کے بہت بڑے بڑے لٹھے ساحل پر لا کر پٹختی رہتی تھیں۔ ایسے بہت سے لٹھے ریت پر بکھرے ہوئے تھے۔ بائیں جانب ایک متروک جھونپڑا تھا۔ اس روز وہ شام تک جستجو میں لگا رہا۔ بالآخر اس نے فیصلہ کیا کہ اسے ہتھوڑے اور آری کی ضرورت ہو گی۔ یہ چیزیں اسے ایسے ہی نہیں مل سکتی تھیں۔ چوری کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس نے کیلس کے سٹور سے اپنی مطلوبہ چیزیں اڑا لیں۔ آری بہت پرانی اور زنگ آلود تھی لیکن اسے یقین تھا کہ اس کا کام چل جائے گا۔

تین ہفتے کی شدید مشقت کے بعد بالآخر وہ اپنے لیے ایک کورٹ بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے ریت پر لکڑی کا فرش بچھایا تھا اور اسے کیلوں کی مدد سے پختہ کر دیا تھا۔ سمندر کی لہریں وہاں کبھی نہیں آتی تھیں لیکن سمندری ہوا فرش کو چٹخاتی رہتی تھی چنانچہ ہر ہفتے اس کے کھیل میں دو دن کا وقفہ ہوتا۔ ان دونوں میں وہ کورٹ کا فرش تبدیل کر ڈالتا۔

رات کو وہ بستر پر لیٹتا تو تھکا ہوا ہوتا۔ بھوک کے مارے پیٹ میں اینٹھن ہو رہی ہوتی لیکن ذہن میں ٹینس کی گیندیں اڑ رہی ہوتیں۔ وہ تصور میں اپنے بازو کو جانی پہچانی حرکت دیتا...... گیند کے مطابق، یہ سب کچھ خودکار سا ہو گیا تھا۔ اب وہ خود بخود ٹینس کے سانچے میں ڈھل رہا تھا۔ اس کا جسم بجلی کی طرح حرکت کرتا۔ ذہن کا بھی یہی عالم تھا۔ گیند اس کے ریکٹ سے ٹکراتی اور اسے اندازہ ہو جاتا کہ وہ واپس کس جگہ آئے گی۔ اس کی لمبی، مضبوط ٹانگیں رفتار کے معاملے میں اس کا ساتھ دیتیں۔ البتہ اس کا ریکٹ

پکڑنے کا انداز عجیب تھا۔ اسپن سے وہ اتفاقیہ طور پر متعارف ہوا تھا۔ باقی کام اس کے تجسّس اور شوقِ جستجو نے کر دکھایا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ بیک اسپن سائن پوسٹ کے قدموں میں گرے گی اور پیچھے کی طرف گھومے گی۔ وہ تیزی سے اس پر جھپٹتا اور اسے ہٹ کرتے ہی اس سے زیادہ تیزی سے پیچھے کی طرف بھاگتا۔ اسے کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ وہ ٹینس کے کسی عام کھلاڑی کے مقابلے میں دگنی رفتار سے کھیل رہا ہے۔ وہ خود ہی سرو کر رہا ہے اور خود ہی ریسیو بھی کر رہا ہے۔ وہ کبھی کسی کے ساتھ کھیلا ہی نہیں تھا۔ وہ تو خود ہی اپنا حریف تھا۔

دیکھتے دیکھتے اس کے بازوؤں کی مچھلیاں بننے لگیں۔ داہنے ہاتھ کی گرفت مضبوط تر ہوتی گئی اور ریکٹ اسے بے وزن محسوس ہونے لگا۔ تاہم وہ کھیل کی تکنیک سے بے خبر تھا۔ وہ سروس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ البتہ وولی کو اس نے ازخود دریافت کر لیا تھا۔ کبھی کبھی وہ پانچ بلکہ چھ ریٹرن کی حد تک شاٹ کھیل لیتا تھا لیکن اکیلے کھیلنے کی صورت میں وولی کرنا بہت دشوار ہوتا ہے کیونکہ مقابلے پر کوئی حریف نہیں بلکہ سائن پوسٹ جیسی کوئی بے رحم چیز ہوتی ہے۔

شروع میں اس کی ٹانگیں بہت دکھیں لیکن آہستہ آہستہ مضبوط ہوتی گئیں۔ اس کا وزن کم ہونے لگا اور آنکھوں کی کیفیت عجیب ہوتی گئی۔ بعض اوقات بستر پر لیٹنے کے بعد دوپہر کی تیز دھوپ اس کی آنکھوں میں اتر آتی اور وہ دکھنے لگتیں۔ ایسے میں وہ نیند کو بھول جاتا اور باطنی طور پر ٹینس کھیلنے لگتا۔ کبھی کبھی اسے اس کھیل سے نفرت محسوس ہوتی لیکن اس کے فوراً بعد وہ پریکٹس کے لیے تڑپنے لگتا اور پریکٹس کا سلسلہ بلا ناغہ جاری رہتا۔ وہ کھیل اس لیے اور زیادہ اہم تھا کہ اسے اس کے اَن دیکھے باپ سے ملاتا تھا۔ چہرہ پوشیدہ ہی سہی لیکن وہ بہرحال اس کا باپ تھا۔

تپتی دھوپ نے اس کی رنگت کو سنولا بلکہ جھلسا دیا لیکن کسی کو اس تبدیلی کا احساس نہیں ہوا، کسی کو اس بات کی پروا نہیں تھی کہ وہ کہاں جاتا ہے اور کیا کرتا ہے۔ جب بھی اسے موقع ملتا، وہ کھانے پینے کی کوئی چیز چرانے سے نہ چوکتا۔ کھانے کی اہمیت بڑھ گئی تھی، اگر ایک دن وہ کھانے سے یکسر محروم رہتا تو دوسرے دن اس کا کھیل متاثر ہوتا۔

جدوجہد کا یہ سلسلہ ایک سال تک جاری رہا۔ اس نے کسی کو اس کے متعلق نہیں بتایا۔ بس وہ اپنی دھن میں لگا رہا۔ پہلے تین چار گھنٹے کھیلنے کے بعد یہ کیفیت ہوتی تھی کہ اسے چکر آنے لگتے تھے اب یہ بات نہیں تھی۔ اب اس کا سانس نہیں پھولتا تھا۔ اس کے

دائیں بازو میں بے پناہ قوت آ گئی تھی۔ اب اس کے شاٹس بے حد پاورفل ہوتے تھے۔ اس ایک سال میں ریکٹ کے تار بوسیدہ ہو گئے تھے جب کہ اس کی قینس کے تار پوری طرح تن گئے تھے۔ بالآخر ایک روز اس کے سامنے ایک مسئلہ آ کھڑا ہوا۔ اسے ایک اور ریکٹ چرانا تھا۔ پرانے ریکٹ کے چند تار ٹوٹ گئے تھے۔ اس کے ذہن میں پہلی بار ملازمت کا خیال آیا۔ اسے خدشہ تھا کہ ہوٹل میں اسے پہچان لیا جائے گا۔ اگر اس نے دوسرا ریکٹ چرانے کی کوشش کی تو اس کی منزل جیل ہوگی۔

اس دوران اس کا قد و قامت بڑھا تھا اور کپڑے چھوٹے ہو گئے تھے۔ نندا کے پاس کچھ رقم تھی۔ وہ اسی صورت میں مل سکتی تھی کہ پہلے وہ کوئی ملازمت حاصل کرے۔ تاہم اس نے کسی نہ کسی طرح نندا کو پٹا لیا اور نندا نے اسے نئی قمیص پتلون خرید دی۔ یوں ریکٹ کی چوری کے تیرہ ماہ بعد وہ دوبارہ سان جوآن جانے کے لیے بس میں بیٹھا۔ اب اس کا قد اس وقت کے مقابلے میں چار انچ زیادہ تھا۔ اس کی جیب میں کچھ پیسے تھے جن کی مدد سے وہ ایک وقت کی بھوک مٹا سکتا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ ہوٹل کی طرف چلتا رہا۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا ویسے ہی لوگ تھے، ویسے ہی دکانیں اور وہی صاف ستھرا ماحول۔ اس بار اس کا اپنا لباس بھی صاف ستھرا تھا اور اپنے انداز سے قطع نظر وہ وہاں اتنا اجنبی نہیں تھا، جتنا اس روز تھا وہ سوچتا رہا، وہ بدل گیا ہے لیکن سان جوآن قطعاً نہیں بدلا۔

ہوٹل بھی پہلے ہی جیسا تھا اور کورٹس کی جانب سے آنے والی آوازیں بھی۔ اب وہ ان آوازوں کا مفہوم بہتر طور پر سمجھ سکتا تھا۔ وہ تیزی سے بڑھا۔ اسے توقع تھی کہ وہاں وہی باپ بیٹا کھیل رہے ہوں گے لیکن اس بار اسے تبدیلی نظر آئی۔ کورٹ پر ایک مرد اور عورت کھیل رہے تھے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔ آنکھوں نے پیڈرو کی تسلی نہیں کی تو اس کی چشمِ تصور روشن ہو گئی۔ کورٹ پر اب وہی باپ بیٹا کھیل رہے تھے۔ وہ بے حد دلچسپی سے انہیں دیکھتا رہا لیکن اس بار ایک فرق اور بھی پڑا تھا۔ کورٹ میں گیند کی حرکت کی رفتار بہت کم تھی اور کھیل کا معیار بھی کم تر تھا۔ اسے احساس ہوا کہ پہلی بار اس کی کسی تبدیلی نے دوسروں کو متاثر کیا ہے۔ اب وہ زیادہ تیز، زیادہ بہتر کھیلتا تھا، اس لیے اسے اس بار ان کے کھیل میں وہ خوبصورتی محسوس نہیں ہوئی تھی جس نے پہلی بار اسے مسحور کر لیا تھا۔

وہ کچھ دیر دیکھتا رہا پھر اسے خیال آیا کہ وہ یہاں کھیل دیکھنے کے لیے نہیں آیا

ہے۔ وہ اندر گھسا اور چپکے سے پُروشاپ کی طرف چل دیا۔ وہاں بھی سب کچھ پہلے جیسا تھا۔ وہی دیواروں پر لٹکے ہوئے ریکٹ، شوکیسوں میں گیندوں کے ڈبے، سوئیٹر، جوتے اور وہی جانی پہچانی خوشبو۔ وہاں ایک شخص موجود تھا۔ اس کے بال سفید تھے اور مضبوط جسم گواہی دیتا تھا کہ وہ کبھی ایک بہت اچھا کھلاڑی رہا ہوگا۔ وہ ٹینس کے سفید لباس میں تھا۔ ''فرمائیے جناب! میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟'' اس نے پیڈرو سے پوچھا پھر اس نے نظروں ہی نظروں میں پیڈرو کو تولا۔ اس بار وہ بولا تو اس کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔

''کیا بات ہے بیٹے؟''

پیڈرو کو یہ اندازہ تو ہوگیا کہ اس سے کچھ پوچھا گیا ہے لیکن اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں سمجھ سکا۔ وہ انگریزی سے نابلد تھا۔ اس نے اپنی بگڑی ہوئی ہسپانوی میں جواب دیا لہجے سے خوف جھلک رہا تھا۔ ''مجھے ملازمت چاہیے...... کورٹس پر۔''

وہ شخص چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے ہسپانوی میں پوچھا۔ ''تم بھاگ سکتے ہو؟''

''جی ہاں جناب۔''

''ہمارے دو بال بوائے نوکری چھوڑ گئے ہیں۔ تم ان دونوں کی جگہ لے سکتے ہو لیکن بال بوائے آتے جاتے رہتے ہیں، کیا تم بھی ایسے ہی ہو؟''

''نہیں سینور! میں ایسا نہیں ہوں، میں یہ نوکری نہیں چھوڑوں گا۔''

''ٹھیک ہے، میں تمہارے لیے سفید نیکر تلاش کرتا ہوں۔'' سینور نے اس کے جوتوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہم دس ڈالر ہفتہ دیں گے، ٹپ تمہاری، لباس کے پیسے پہلے مہینے کی تنخواہ میں سے کٹیں گے ٹھیک ہے؟''

''ٹھیک ہے۔'' پیڈرو نے جواب دیا۔

واپسی کے سفر میں تمام وقت وہ خوابوں میں ڈوبا رہا۔ کل سے اسے کام پر جانا تھا لیکن وہ اس کے نزدیک کام نہیں تھا، وہ تو ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ اب تک وہ جو کچھ چوری چھپے کر رہا تھا، اب سرِ عام کر سکے گا۔ وہ ٹینس دیکھے گا، ٹینس سنے گا، ٹینس ہی کھیلے گا، ٹینس ہی اس کی دنیا ہے۔ اس نے سوچا کہ اب وہ تمام عمر ہنسی خوشی بال بوائے رہے گا۔ ریکٹ اور گیند کا عظیم رقص دیکھے گا۔

☆======☆======☆

اور ہوا بھی یہی۔ سینور ولیمز لوگوں کو ٹینس کھیلنا سکھاتے تھے۔ اس دوران وہ ان لوگوں کو گیندیں اٹھا اٹھا کر دیتا۔ پیڈرو کو احساس تھا کہ یہ ترقی کی سیڑھی کا سب سے نچلا

قدمچہ ہے لیکن اس کام میں بھی ردھم تھا، خوبصورتی تھی، سینور ولیمز اسے پھرتی سے باہر جاتی ہوئی گیند کی طرف لپکتے ہوئے دیکھتے اور ان کے لبوں پر مسکراہٹ آ جاتی پیڈرو کی پھرتی اور اندازے کی درستی غیر معمولی تھی۔

دو ہفتے میں پیڈرو نے خود کو بہترین بال بوائے ثابت کر دیا۔ سینور ولیمز تو اسے دنیا کا بہترین بال بوائے قرار دینے کو تیار تھے۔ پیڈرو سینے پر ہاتھ باندھے چوکس کھڑا رہتا پھر جیسے ہی اسے اندازہ ہوتا کہ اس کی ضرورت پڑے گی، وہ تیزی سے متوقع سمت میں لپک پڑتا۔ سمت کے اندازے کے سلسلے میں اس سے کبھی غلطی سرزد نہیں ہوتی تھی۔ اس کی رفتار انتہائی تیز ہوتی اور وہ کبھی کسی کھلاڑی کے راستے میں نہ آتا۔ سچ یہ ہے کہ کھلاڑیوں کو تو اس کی موجودگی کا احساس تک نہیں ہوتا تھا۔ یہی اس کا کمال تھا پھر اسے ٹپ کی صورت میں داد ملنے لگی۔ اب کھلاڑی خصوصیت سے اس لمبے اور دبلے پتلے بال بوائے کو طلب کرتے۔ سینور حیران ہوتا۔

دوسرے بال بوائے اس سے چڑنے لگے۔ وہ کبھی تھکتا نہیں تھا اور اکثر ان کے حصے کا کام بھی کر دیتا تھا۔

پیڈرو اب بھی ہر صبح پریکٹس کرتا تھا۔ اسے ہوٹل گیارہ بجے پہنچنا ہوتا تھا۔ وہ صبح بہت سویرے اٹھتا اور اپنا شکستہ ریکٹ بغل میں دبائے اپنے ذاتی ٹینس کورٹ کی طرف چل دیتا۔ جب سپیدۂ سحر رات کا پردہ چاک کرتا تو وہ اپنی منزل کے قریب پہنچ چکا ہوتا۔ سورج دھیرے دھیرے ابھرتا، چڑیاں چہچہاتیں۔ وہ ریکٹ ہاتھ میں تھامے مناسب روشنی کا انتظار کرتا پھر اس کی ریاضت شروع ہو جاتی۔ وہ کھیلتا رہتا، پوری قوت اور جانفشانی سے...... ہر روز ریکٹ کے دو ایک تار اور ٹوٹ جاتے لیکن وہ ہر چیز سے بے پروا تنہا اپنے رقصِ عبادت میں مگن رہتا۔ اس حقیقت نے کہ وہاں اسے دیکھنے والا کوئی نہیں ہوتا، ٹینس کو اس کے لیے رقصِ عبادت بنا دیا تھا۔ سورج اپنی پیش قدمی کے دوران اسے حیرت سے گھور کر دیکھتا لیکن وہ دھوپ کی بڑھتی ہوئی شدت سے بے نیاز عبادت میں مصروف رہتا۔ وقت کا اندازہ کرنے کے لیے اس کے پاس سورج ہی کا پیمانہ تھا۔ وقت ہو جاتا تو وہ چہرے سے پسینہ پونچھتا اور بس اسٹینڈ کی طرف لپک لیتا۔ ٹھیک سوا گیارہ بجے وہ سان جوآن ہلٹن پہنچتا اور دوبارہ گیند کے تعاقب میں مصروف ہو جاتا۔ اس بار دوسروں کے لیے۔

بارہ اور ساڑھے بارہ کے درمیان وہ لنچ کرتا۔ ایک سستا سا سینڈوچ اور کوکا کولا کی

دو بوتلیں، وہ دن بھر میں اس کا پہلا اور آخری کھانا ہوتا۔ اس دوران ولیمز کبھی کبھی اسے بغور تکتا پھر وقت کے ساتھ ساتھ وہ باقاعدگی سے اسے دیکھنے لگا۔ ولیمز نے زندگی میں کبھی ایسا کوئی بال بوائے نہیں دیکھا تھا۔ اسے کام سے عشق تھا۔ ولیمز سوچتا کہ لڑکا اپنی مستعدی سے کچھ ثابت کرنا چاہتا ہے لیکن کیا ثابت کرنا چاہتا ہے، یہ اسے معلوم نہیں تھا۔

اس نے پیڈرو سے بات کر کے دیکھا لیکن لڑکا خاموشی سے اس کی بات سنتا اور پھر کوئی بہانہ کر کے وہاں سے ہٹ جاتا۔ وہ بات کرنا نہیں چاہتا تھا اور اس کی خاموشی میں بڑا وقار تھا۔ ولیمز نے بھی کبھی اس پر گفتگو کے لیے دباؤ نہیں ڈالا۔ اس نے خاموشی سے اس کی تنخواہ میں پانچ ڈالر فی ہفتہ اضافہ کر دیا۔ اس سے پہلے کسی بال بوائے کو اتنی تنخواہ کبھی نہیں دی گئی تھی۔ پیڈرو اِدھر اُدھر کے کام بھی کر دیتا ہے۔ وہ کورٹس کی صفائی کرتا، نیٹ میں پیوند لگاتا پھر ولیمز نے اسے ریکٹ بُننا سکھا دیا۔ لڑکا کچھ نہ کچھ سیکھنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا تھا۔ جلد ہی اس نے ریکٹ کی بُنائی میں بھی مہارت حاصل کر لی۔

پیڈرو جو کچھ بچاتا، اسے ایک واٹر پروف تھیلی میں رکھ کر اپنے کورٹ کے تختوں کے نیچے چھپا دیتا۔ اس کے پاس اچھے خاصے نوٹ جمع ہو گئے۔ وہ درحقیقت نوٹ نہیں تھے، اس بھوک کا معاوضہ تھے جسے کھانے کی صورت تشفی دینے کے بجائے وعدہ فردا سے بہلایا گیا تھا، وہ چھوٹی چھوٹی خوشیاں تھیں جو تشنۂ تکمیل رہ گئی تھیں۔ نئے کپڑے خریدنے کے بجائے پیوند پر پیوند لگ رہا تھا، تب کہیں وہ رقم جمع ہوئی تھی۔ ان دنوں پیڈرو کا ایک ہی دوست تھا...... بھوک...... مستقل بھوک۔ جو کسی بھی وقت اس کا ساتھ نہیں چھوڑتی تھی۔ بھوک جو اس کی جسمانی قوت نچوڑ سکتی تھی لیکن اس کی قوت ارادی سے ہار جاتی تھی۔ اسے اس طرح پیسے بچاتے ہوئے چھ ماہ ہو گئے تھے، اچھی خاصی رقم جمع ہو چکی تھی۔ وہ یہ سب کچھ اپنے ریکٹ کے لیے کر رہا تھا۔ ہر روز وہ سوچتا کہ سینور سے اپنا ریکٹ بُننے کی اجازت طلب کرے لیکن اس کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا پھر ایک دن پریکٹس کے دوران اس کا ریکٹ بُنائی سے بے نیاز ہو گیا۔ اس روز وہ سروس کی پریکٹس کر رہا تھا کہ چٹخنے کی آواز سنائی دی اور اگلے ہی لمحے ریکٹ دو نیم ہو گیا۔ وہ دھوپ میں سر جھکائے کھڑا رہا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے اہم ترین عضو سے محروم ہو گیا ہو، جیسے اس کا داہنا ہاتھ ٹوٹ گیا ہو، وہ چند لمحے ٹوٹے ہوئے ریکٹ کا ہینڈل ہاتھ میں لیے کھڑا رہا پھر اس نے غصے سے اسے ریت پر پھینک دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ آنسو اس کے استخوانی چہرے کو بھگوتے رہے۔ وہ آزادانہ روتا رہا کیونکہ وہاں اس کے آنسو دیکھنے والا

سوائے پرندوں، موجوں، ساحل، ریت اور دھوپ کے کوئی نہیں تھا۔ وہ دیر تک اپنے دکھ سے لپٹا روتا رہا۔ اس وقت اس کی عمر پندرہ سال تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے تختہ ہٹا کر واٹر پروف تھیلی نکالی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ رقم اس کی ضرورت پوری کر سکتی ہے یا نہیں۔ تاہم اسے کوشش کرنا تھی۔ اس نے تھیلی جیب میں ٹھونسی اور سان جوآن چلا آیا۔ اس روز معجزے رونما ہوئے۔ گیندوں کے پیچھے لپکتے ہوئے اس کا وجود مجسم دعا تھا۔ اس روز اس کی رفتار ناقابلِ یقین حد تک تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید خدا کو اس کی پھرتی اور مستعدی پسند آ جائے۔

اس روز اس نے کھانے کے لیے سینڈوچ بھی نہیں خریدا۔ اس نے کوکا کولا کی جگہ سادہ پانی پیا۔ دو بجے کے قریب اس کی حالت بگڑنے لگی پیٹ میں کوئی خلا تھا، وسیع و مہیب خلا جس میں سناٹے چیخ رہے تھے۔ دھوپ ناقابلِ برداشت تھی۔ وہ خود کو بھاگنے کے بجائے اڑتا محسوس کر رہا تھا پھر اچانک اس کی آنکھوں کے سامنے رنگ برنگے دائرے تھرکنے لگے۔ ہوا اس کی ہڈیوں میں سنسنانے لگی اور ذہن اچانک ہی اندھیروں میں ڈوب گیا۔

اسے ہوش آیا تو وہ پروشاپ میں پلنگ پر لیٹا ہوا تھا۔ بارہ اور دو بجے کے درمیان سینور اس پلنگ پر آرام کرتے تھے۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور پلکیں جھپکائیں۔ اس کی آنکھیں جل رہی تھیں۔ سینور ولیمز قریب ہی کھڑے تھے۔ انہوں نے پانی کا گلاس اور ایک گولی اس کی طرف بڑھائی۔ ”لو...... یہ پی لو۔“ انہوں نے کہا۔

پیڈرو نے گولی منہ میں رکھی اور پانی کی مدد سے اسے حلق کے نیچے اتار لیا اسے آرام سا آ گیا لیکن ہلنے جلنے کو اب بھی جی نہیں چاہ رہا تھا۔ ”مجھے کیا ہوا تھا؟“ اس نے پوچھا۔

”تم بے ہوش ہو گئے تھے۔“ ولیمز نے بتایا۔ ”لیٹے رہو اور مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے کھانا کب سے نہیں کھایا؟“

پیڈرو نے یاد کرنے کی کوشش کی لیکن کھانا تو جیسے برسوں پرانی یاد کی طرح تھا۔

”مجھے یاد نہیں، شاید میں نے کل کھانا کھایا تھا۔“ اس نے جواب دیا۔

”یہ خالی پیٹ کرنے والا کام نہیں ہے۔“ ولیمز نے کہا۔ ”تمہیں کھانا، کھانا چاہیے۔ کسی بال بوائے کا اس طرح کورٹ پر بے ہوش ہو جانا میرے لیے کاروباری لحاظ سے نقصان دہ ہے۔“

"کیا وہ امریکن بہت ناراض ہوا؟" پیڈرو نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"نہیں لیکن مسٹر بلنگ کو بہت دکھ ہوا، وہ تمہارے لیے یہ دے گئے ہیں۔" ولیمز نے دس ڈالر کا نوٹ پیڈرو کی طرف بڑھا دیا۔

پیڈرو ایک لمحے کے لیے جھجکا۔ اتنی بڑی ٹپ اسے پہلے کبھی نہیں ملی تھی۔ وہ کوشش کر کے اٹھ بیٹھا لیکن اس کی ہتھیلیاں پسینے میں تر بہ تر ہوگئیں۔ "شکریہ سینور ولیمز۔" اس نے کہا اور نوٹ لے کر پتلون کی جیب میں رکھ لیا۔ اب اس کے پاس معقول رقم تھی۔ اس نے سوچا امریکن بہت امیر ہوتے ہیں، شاید کسی دن وہ بھی امیر ہو جائے۔ کچھ بھی ہو، خدا نے اس کی سن لی تھی۔ معجزہ رونما ہو گیا تھا۔ "سینور ولیمز" اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں...... کہو کیا بات ہے؟" ولیمز اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اسے اچانک احساس ہوا تھا کہ وہ اس لڑکے کو پسند کرنے لگا ہے۔ درحقیقت اس نے پہلی بار لڑکے کو انسان کی حیثیت سے دیکھا تھا۔ اس سے پہلے تو وہ اس کے نزدیک گیند پر لپکتا ہوا محض ایک تاریک سایہ تھا...... ہیولا۔

"میں ریکٹ خریدنا چاہتا ہوں۔" پیڈرو نے کہا۔

"اوہ!" ولیمز بُری طرح چونکا۔

"میں ریکٹ ہی کے لیے پیسے بچاتا رہا ہوں۔" پیڈرو نے اپنی جیب سے رقم کی تھیلی برآمد کی پھر اس نے مڑے تڑے نوٹ نکال کر گنے۔ دس ڈالر کی ٹپ ملا کر کل رقم 35 ڈالر تھی۔ اس نے وہ رقم ولیمز کی طرف بڑھا دی۔ "اس رقم سے میں بہتر سے بہتر ریکٹ خریدنا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم کھیلتے ہو۔" ولیمز نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے کبھی تمہیں کھیلتے نہیں دیکھا۔"

"میں پریکٹس کرتا ہوں...... بہت عرصے سے...... لیکن تنہا۔" پیڈرو نے اٹک اٹک کر بتایا۔

"بہت خوب، کب سے کر رہے ہو پریکٹس؟"

"ڈیڑھ سال ہوگیا، میں ہر روز پریکٹس کرتا ہوں۔" پیڈرو نے بظاہر بڑی دلیری سے کہا لیکن اندر ہی اندر وہ خوف سے لرز رہا تھا۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں سینور کو ایک سال پہلے چوری ہونے والا ریکٹ نہ یاد آ جائے۔ وہ کہیں اور سے بھی ریکٹ خرید سکتا تھا لیکن اسے یقین تھا کہ اس کے لیے سینور ولیمز سے بہتر ریکٹ کوئی اور شخص منتخب نہیں کر سکتا۔

ولیمز نے اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ اور رقم کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "ریکٹ بے حد اہم چیز ہے، بہت زیادہ اہم چیز...... آؤ ہم دیکھتے ہیں۔"

پیڈرو، ولیمز کے پیچھے پیچھے دکان کے سامنے والے حصے میں چلا آیا۔ ولیمز نے ایک ریکٹ پیڈرو کی طرف بڑھایا۔ "اسے ٹرائی کرو۔" اس نے کہا۔

پیڈرو نے ربر کی گرپ پر انگلیاں جمائیں۔ وہ ریکٹ اسے اپنے بازو ہی کا ایک حصہ محسوس ہوا۔ اس نے ریکٹ گھما کر دیکھا۔ وہ اسے بہت اچھا لگا۔ ریکٹ واپس کرنا اس کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھا۔ تاہم اس نے ریکٹ ولیمز کو واپس کر دیا اور بولا۔ "میری جیب کے لحاظ سے اس کی قیمت زیادہ ہے۔"

"ایک بات یاد رکھو۔" ولیمز نے اسے سمجھایا۔ "بغیر ٹرائی کیے کبھی ریکٹ نہ خریدنا۔"

"لیکن مجھے ابھی اور پیسے جمع کرنا ہوں گے۔ فی الحال میں یہ ریکٹ نہیں خرید سکتا۔"

ولیم نے ریکٹ ہاتھ میں تولتے ہوئے کہا۔ "اُلو، پہلے اس کی ٹرائی تو کرلو۔ دیکھو، یہ تمہارے ہاتھ پر جمتا بھی ہے یا نہیں۔"

پیڈرو نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ وہ کبھی کسی کورٹ پر کسی کھلاڑی کے مقابلے میں باقاعدہ ٹینس نہیں کھیلا تھا۔ اس وقت وہ شوق اور خوف کی ملی جلی کیفیت سے دو چار تھا۔ "میں اکیلا ہی کھیلتا رہا ہوں۔" اس نے کہا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" ولیمز اسے سینٹر کورٹ میں لے آیا۔ سہ پہر کا وقت تھا اور تمام کورٹس سنسان تھے، پیڈرو نے بھیگی ہوئی انگلیوں میں ریکٹ کو اس انداز سے تھامنے کی کوشش کی، جیسے کھلاڑی تھامتے تھے۔ اس کا مشاہدہ وہ عرصے سے کر رہا تھا۔ وہ بیس لائن کے پیچھے قدم جما کر کھڑا ہو گیا۔

ولیمز نے کھیل شروع کیا۔ گیند بہت کم رفتار سے آئی تھی۔ پیڈرو نے پوری قوت سے اسے ہٹ کیا۔ گیند کورٹ سے باہر چلی گئی۔ ولیمز نے بڑی نزاکت سے دوبارہ سرو کیا۔ اس بار پیڈرو نے آدھی قوت استعمال کی۔ گیند ولیمز کے قدموں کے قریب آئی۔ اس نے ریٹرن دی۔ پیڈرو کا ریکٹ پھر حرکت میں آیا۔ اب نیٹ جیسے اس کی نگاہوں کے سامنے سے ہٹ گیا اور اس کے ساتھ ہی ولیمز بھی اور ان کی جگہ سائن پوسٹ ابھر آئی۔ پیڈرو اب اپنے پریکٹس کورٹ میں تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اب گیند کی رفتار بہت کم تھی۔ گیند تک پہنچنے اور اسے ہٹ کرنے کے لیے اس کے پاس وقت ہی وقت

تھا۔ ولیمز اس کے ڈرائیور کی قوت اور اس کی بے اندازہ تیز رفتاری سے دہل گیا۔ ساتھ
ہی ساتھ وہ سنسنی بھی محسوس کر رہا تھا۔ کیا ناممکن، ممکن میں تبدیل ہو گیا ہے کیا ایسا ہو سکتا
ہے؟ کیا اس کے خواب کو تعبیر ملنے والی ہے۔ اس نے چیک کرنے کے لیے نسبتاً مشکل
شاٹس کھیلے لیکن ہر شاٹ عین اس کے قدموں کے پاس لوٹ آیا۔ پیڈرو ہر جگہ گیند سے
پہلے موجود ہوتا تھا۔ اس کی پیش بینی غضب کی تھی۔ اس نے ریکٹ غلط انداز میں پکڑا ہوا
تھا۔ وہ شاٹس کے دوران غیر ضروری طور پر توانائی ضائع کرتا تھا لیکن وہ بہت مضبوط تھا
اور اس کی رفتار ناقابلِ یقین تھی۔ اس کے شاٹس میں بے پناہ قوت تھی...... ناقابلِ
شکست۔ ولیمز کے ذہن میں اس کے لیے یہی ایک لفظ گونج رہا تھا۔ لڑکا ناقابلِ شکست
نہیں تھا لیکن بن سکتا تھا۔ اس کے شاٹس میں ورائٹی نہیں تھی۔ بلکہ بہت سے شاٹس سے
تو وہ ناواقف تھا لیکن پھر بھی اس کا انداز ماہرانہ تھا۔ وہ پیدائشی کھلاڑی تھا۔ اس کے
ڈرائیو بیس لائن سے محض چھ انچ اندر گر رہے تھے۔ وہ ناقابلِ یقین ٹینس کھیل رہا تھا اور
وہ بھی ٹینس کے کھیل سے مکمل بے خبری کے عالم میں۔

وہ ایک گھنٹے تک کھیلتے رہے۔ کھیل ولیمز نے روکا حالانکہ پیڈرو کو اس کے مقابلے
میں دس گنا محنت کرنا پڑی تھی لیکن اس کی سانسیں اب بھی ہموار تھیں۔ ولیمز تھک چکا تھا
اور اس کی سانس پھول گئی تھی۔ ولیمز، پیڈرو کو حیرت سے دیکھتا رہا۔ یہ بات ایک
پروفیشنل ہی محسوس کر سکتا تھا کہ اس نے کتنی مشقت کی ہے اور اس کے باوجود وہ کتنا
نارمل ہے۔ ولیمز کو احساس ہوا کہ اسے وہ جسم مل گیا ہے، جس کی اسے تلاش تھی۔ اس
کے باوجود اس نے فیصلہ کیا کہ اپنی خوش بختی پر کم از کم کچھ دیر یقین نہیں کرے گا۔ پہلے
اسے جانچنا تھا کہ لڑکے میں سیکھنے کی صلاحیت کتنی ہے لیکن یقین نہ کرنے کے باوجود وہ
جانتا تھا کہ اس نے ٹینس کے ایک پیدائشی کھلاڑی کو دریافت کر لیا ہے۔ صرف کھلاڑی
نہیں بلکہ مستقبل کا ایک عظیم کھلاڑی۔

وہ دونوں دکان میں واپس آئے۔ پیڈرو نے بڑی نزاکت سے ریکٹ کو شوکیس
میں رکھ دیا۔ اس کے انداز میں واضح طور پر ہچکچاہٹ تھی۔

''ریکٹ پسند آیا؟'' ولیمز نے اس سے پوچھا۔

''جی ہاں اور چند دن بعد میں اسے خرید بھی سکوں گا۔''

ولیم چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر اس نے پوچھا۔ ''کیسا لگا؟'' اس نے
وضاحت نہیں کی کہ وہ کس چیز کے بارے میں دریافت کر رہا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ لڑکا

سمجھ رہا ہے۔

پیڈرو نے نفی میں سر ہلایا۔ ''بہت کم رفتار ہے میری سائن پوسٹ کے مقابلے
میں۔'' اس نے معذرت خواہانہ لہجے میں جواب دیا۔

''لیکن تمہیں زیادہ دوڑنا پڑا۔''

''مجھے دوڑنا اچھا لگتا ہے۔''

ولیمز کو بال بوائے پیڈرو یاد آ گیا، گیند کے پیچھے دیوانہ وار لپکتا ہوا۔ ''میں جانتا
ہوں، میں نے تمہیں دیکھا ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''لیکن تم ہر ریٹرن
میرے قریب دیتے رہے، مجھے تو ہلنا بھی نہیں پڑا۔''

پیڈرو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اپنے بڑے بڑے ہاتھ پھیلا کر انہیں بغور دیکھتا
رہا۔

''تم میرے ساتھ رعایت برت رہے تھے؟''

''میرا خیال تھا کہ پریکٹس میں ایسا ہی کیا جاتا ہو گا لیکن آپ نے مجھے خوب دوڑایا
ہے۔'' پیڈرو نے آہستہ سے کہا۔

''ٹھیک ہے آئندہ تم مجھے دوڑانے کی کوشش کرنا...... ہم گیم کھیلیں گے۔''

''کیا ہم آئندہ بھی کھیلیں گے؟''

''ہم کل کھیلیں گے اور اب تم ٹینس کھیلنا سیکھو گے۔''

پیڈرو سوچتا رہا۔ اسے علم تھا کہ ولیمز ایک گھنٹا ٹینس سکھانے کے پچیس ڈالر لیتا
ہے۔ ''لیکن سینور! میں آپ کو فیس نہیں دے سکتا۔'' چند لمحے بعد اس نے محجوب لہجے میں
کہا۔

''میری فیس کی فکر مت کرو، مجھے یوں بھی ایکسرسائز کی ضرورت ہے۔''

''آپ مجھے مفت سکھائیں گے۔'' پیڈرو نے کہا اور پھر سوچ میں پڑ گیا پھر اس
نے سر اٹھا کر بڑے باوقار انداز میں کہا۔ ''میں آپ کا شکر گزار ہوں گا سینور۔''

ولیمز مسکرا دیا۔ اسی وقت پیڈرو واپس جانے کے لیے پلٹا۔ ''اے لڑکے!'' ولیمز
نے اسے پکارا۔ ''یہ ریکٹ چھوڑے جا رہے ہو، اسے لے کر جاؤ۔''

پیڈرو نے پلٹ کر متشکرانہ نگاہوں سے اسے دیکھا اور بڑھ کر بڑی محبت آمیز نرمی
سے ریکٹ اٹھا لیا۔ اس کی نظروں سے بے یقینی جھلکنے لگی۔

''رقم تم بعد میں پوری کر سکتے ہو۔'' ولیمز نے کہا۔ ''یوں بھی اب کھیلنے کے لیے

تمہیں ریکٹ کی ضرورت ہوگی۔"

پیڈرو کے اندر بہت گہرائی میں کچھ ہوا...... بہت عجب۔ اس کے ردعمل کے طور پر اس کے چہرے کے عضلات تھرکے۔ اس نے سکرانے کی کوشش کی لیکن نہ جانے کہاں سے آنسو چھلکے اور اس کے رخساروں تک اتر آئے۔ ولیمز نے دانستہ منہ پھیر لیا۔ پیڈرو بغیر کچھ کہے پلٹا اور دکان سے نکل گیا۔ اچھا ہی ہوا کہ وہ لمحہ گزر گیا۔ ولیمز کی اپنی آنکھیں بھی جل رہی تھیں۔ اس کی روح کے کسی انجانے گوشے میں کوئی انقلاب آیا تھا۔ کوئی سوئی ہوئی یاد جاگ گئی تھی، جسے وہ روشنی میں لانا بھی نہیں چاہتا تھا۔ وہ کب سے اس بات کو بھولا ہوا تھا اور تازندگی اسے بھلائے رکھنے کا خواہش مند تھا۔ اس نے کن انکھیوں سے پیڈرو کو جاتے دیکھا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ ولیمز کو احساس ہوگیا کہ وہ اب بھی رو رہا ہے۔

☆======☆======☆

شروع میں پیڈرو سمجھا کہ سینور نے کھیلنے کی بات مذاق میں کہی ہے لیکن بدھ کے روز کام ختم ہونے کے بعد وہ دونوں واقعی کھیلے۔ پیڈرو پہلی بار ٹینس کو باقاعدہ کھیل کی حیثیت سے سمجھ رہا تھا۔ ولیمز اپنے شاگردوں کی بہ نسبت اسے مختلف انداز میں کھلا رہا تھا۔ پہلے روز انہوں نے دو سیٹ کھیلے اور پیڈرو ایک گیم جیتنے میں کامیاب ہوا۔ اسے احساس بھی نہیں تھا کہ یہ کامیابی بہت بڑی اور غیر معمولی ہے۔ اسے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ بل ولیمز 51ء میں ڈیوس کپ کھیلنے والی کامیاب ٹیم کا کوچ رہا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اتنے بڑے پروفیشنل سے گیم جیتنا ایسا ہی ہے، جیسے کوئی مبتدی باکسر محمد علی کو ناک آؤٹ کر دے۔ جس انداز میں ولیمز اسے دوڑا رہا تھا، وہ اس کے وجود میں ایک عجیب احترام آمیز غصے کی آگ بھڑکا تا تھا۔ دوسری طرف لڑکے کو کورٹ میں دیکھ کر ولیمز کو ٹینس کے عظیم کھلاڑی یاد آ رہے تھے۔

پیڈرو ہاف وولی، ڈراپ وولی اور نیٹ گیم سے قطعاً ناواقف تھا۔

اس کی سرو سیدھی اور تیز تھی جس کی ریٹرن دینا نہایت آسان تھا۔ وہ تو ابھی امیچر کھلاڑی بھی نہیں تھا لیکن اس کے ڈرائیوز میں بڑی جان تھی۔ ولیمز جانتا تھا کہ پیڈرو کے باطن میں ٹینس کا ایک عظیم پروفیشنل کھلاڑی چھپا بیٹھا ہے۔ عظیم کھلاڑیوں کو باطن سے باہر لانا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔

تین [illegible] یہ حال ہوا کہ پیڈرو چھ میں سے تین گیم جیتنے لگا۔ وہ نیٹ گیم پر

حادی ہوگیا تھا۔ گیند کے بارے میں اس کی پیش بینی کی صلاحیت بڑھ گئی تھی اور اس کی برق رفتاری تو بے مثال تھی۔ ولیمز یقین سے کہہ سکتا تھا کہ ٹینس کورٹ پر اتنی رفتار سے حرکت کرنے والا کھلاڑی اس سے پہلے نہیں دیکھا گیا تھا۔ وہ پیڈرو کو زیادہ وقت دینے لگا۔ تربیت کے سیشن طویل تر ہونے لگے۔ ہوٹل کی انتظامیہ نے کوئی اعتراض نہیں کیا لیکن ولیمز جانتا تھا کہ ڈائریکٹر کسی بھی دن اس سلسلے میں اس سے بات کر سکتا ہے۔ اس کا انجام بھی اسے معلوم تھا کیونکہ وہ اپنے پیشہ ورانہ وقار کو ہمیشہ مقدم رکھتا تھا۔

لڑکے کے سیکھنے کی رفتار بھی ناقابلِ یقین تھی۔ اسے کوئی چیز صرف ایک بار بتانا کافی تھا...... بتانا نہیں بلکہ دکھانا کہنا چاہیے کیونکہ ٹینس کے موضوع پر گفتگو سے لڑکے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ وہ لفظوں کا ترجمہ جسمانی حرکات میں کرنے کی اہلیت سے محروم تھا۔ اسے ہر شاٹ کھیل کر دکھانا پڑتا تھا، صرف ایک بار، اس کے بعد وہ اسی شاٹ کو اس سے بہتر طور پر کھیلتا تھا۔

ایک ماہ کے اندر اندر پیڈرو کا نیٹ گیم کسی بھی پروفیشنل کھلاڑی کے ہم پلہ ہوگیا۔ اس کی ہاف وولیز کا حسن بیان سے باہر تھا۔ البتہ ابھی سرو کے سلسلے میں اسے محنت کی ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ اسپن کے شعبے میں بھی وہ کمزور تھا۔ ٹائمنگ کے اعتبار سے وہ مثالی کھلاڑی ثابت ہو رہا تھا۔ اس پورے مہینے میں ولیمز خود کو حالتِ خواب میں محسوس کرتا رہا۔ اسے یہ توقع نہیں تھی کہ اس کا خواب اتنی آسانی سے پورا ہوگا۔ اپنے دور میں وہ خود بھی اچھا کھلاڑی رہا تھا لیکن اس میں کوئی کمی تھی، جس نے اسے عظیم کھلاڑی نہیں بننے دیا۔ البتہ کوچنگ کے دوران اسے پتا چلا کہ وہ عظیم کوچ ضرور ثابت ہو سکتا ہے۔ اس روز سے وہ کسی پیدائشی کھلاڑی کی تلاش میں تھا لیکن یہ تو اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ مطلوبہ کھلاڑی اسے اتنی آسانی سے مل جائے گا۔

پھر ایک مسئلہ ولیمز کے سامنے آیا۔ پیڈرو کی خوراک کا مسئلہ۔ پیڈرو کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتا تھا۔ اس کا واحد حل یہ تھا کہ پیڈرو کے کھانے کی ذمے داری وہ خود قبول کر لے۔ ایک روز تربیت کے بعد وہ نہا رہے تھے۔ اس دوران ولیمز نے پیڈرو کو کھانے کی دعوت دی۔ پیڈرو کو نہانے میں بہت لطف آتا تھا۔ اس کا بس چلتا تو وہ گھنٹوں شاور کے نیچے کھڑا رہتا۔ شاید وہ اپنے وجود پر سے لاپوٹا کی غلاظت اور غربت کو چھڑا دینا چاہتا تھا۔

نہانے کے دوران وہ سینور کے بارے میں سوچتا رہا۔ وہ سینور کی محبت میں اس

طرح گرفتار تھا، جیسے کتا اپنے آقا سے محبت پر مجبور ہوتا ہے۔ سینور اسے وہ کچھ سکھا رہا تھا جس سے اس کے خیال میں اس کا مستقبل تعمیر ہوسکتا تھا لیکن وہ سینور کے سامنے اس کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ ڈرتا تھا کہ اس کے بے ڈھنگے پن سے کہی گئی کوئی بات اس کے دیوتا کو خفا کر دے گی۔ یوں بھی وہ کم گو تھا اور خودترسی کا عادی بھی تھا۔ جیسے جیسے اس کے دل میں سینور کی محبت بڑھتی گئی۔ ویسے ویسے وہ اور کم سخن ہوتا گیا۔ اب ان کے درمیان گفتگو کم ہی ہوتی تھی صرف خاموشی ہی بولتی تھی چنانچہ کھانے کی دعوت کا سن کر بھی پیڈرو خاموش رہا۔

''بولو، کیا چاہتے ہو؟'' ولیمز نے پوچھا۔ اب وہ دونوں تولیے سے اپنے جسم خشک کر رہے تھے۔

''میری عزت افزائی ہوگی سینور۔'' پیڈرو نے کہا اور سوچ میں پڑ گیا کہ کہیں وہ ضرورت سے زیادہ تو نہیں بول گیا۔ اسے ہر وقت دھڑکا رہتا تھا کہ اس کا کوئی لفظ کسی بھی لمحے محبت کے تعلق کی اس عظیم عمارت کو گرا دے گا۔

''ٹھیک ہے جلدی سے کپڑے بدلو اور میرے ساتھ گھر چلو، مجھے تم سے کچھ بات بھی کرنا ہے۔'' ولیمز نے کہا۔

یہ سن کر پیڈرو لرز گیا۔ شاید سینور مجھے برطرف کرنے والے ہیں۔ وہ مجھے نکال دیں گے۔ اس نے سوچا۔ اسے بہت بلندی سے گرنے کا احساس ہونے لگا۔ وہ سینور سے ٹینس سیکھنے کا اہل کہاں تھا۔ وہ تو اس ریکٹ کا بھی اہل نہیں تھا جو اب اس کے وجود کا حصہ بن کر رہ گیا تھا۔ اس جیسے حقیر اور بے مایہ آدمی کے لیے اتنا بڑا تحفہ...... کیونکہ ریکٹ کی قیمت تو اس نے اب تک ادا نہیں کی تھی...... وہ...... اور ٹینس کے سبق، وہ سب کچھ خواب معلوم ہوتا تھا اور اسے خدشہ تھا کہ کسی بھی لمحے اس سے وہ سب کچھ چھن جائے گا۔ وہ ان نعمتوں کا اہل ہی نہیں ہے۔

دکان میں اس نے آزمائشی طور پر اپنا ریکٹ شوکیس پر رکھ دیا، اگر سینور نے اسے ریکٹ اٹھانے کو کہا تو اس کا مطلب ہے، سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے اور اگر نہیں کہا تو سب کچھ ڈھے جائے گا۔

ولیمز کپڑے تبدیل کر کے آیا تو اس نے پیڈرو سے پوچھا۔ ''ریڈی؟'' پیڈرو نے اثبات میں سر ہلایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ سینور نے دکان کا دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔ پیڈرو اس کے پیچھے تھا۔ سینور نے جیب سے چابی نکالی اور دروازہ لاک کر دیا۔ اس نے ریکٹ

کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔

پیڈرو کا دل ڈوبنے لگا۔ سب کچھ ختم ہونے والا تھا۔ خدا نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا تھا۔ اس کی ساری حسیات جیسے ڈھے گئیں۔ وہ سینور کی خوبصورت کار میں پہلی بار بیٹھا تھا لیکن اسے کار کی خوبصورتی اس کے بہاؤ اور اس کی خوبصورت ہلکی آواز، کسی چیز کا احساس نہیں تھا۔ کار بازاروں سے گزرتی سان جوآن کے رہائشی علاقے میں داخل ہوگئی، ایک اپارٹمنٹ ہاؤس کے سامنے رک گئی۔ اب وہ اور سینور لفٹ میں تھے لیکن پیڈرو کو کسی چیز کا احساس نہیں تھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار لفٹ میں سوار ہوا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ خوش ہوتا لیکن وہ تو سینور کے خوبصورت اپارٹمنٹ میں بھی خوش نہیں ہوا۔ وہ اس کے لیے نئی دنیا تھی لیکن خوف ہر احساس پر حاوی آ گیا تھا۔ وہ ایک درخت کی طرح تھا، جس پر کلہاڑی گرنے والی تھی، جسے کٹ جانا تھا خاموشی سے۔

سینور نے برگر اور ابلے ہوئے آلو اس کے سامنے رکھ دیئے۔ برگر بہت بڑے تھے۔ اتنے بڑے برگر اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ ''کھاؤ۔'' سینور نے کہا اور اس کے مقابل کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ پیڈرو نے بڑی بے دلی سے کھانا شروع کیا لیکن برگر بہت خوش ذائقہ تھے۔ اس کی بھوک اچانک ہی چمک اٹھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پلیٹ صاف کر دی۔ حالانکہ سینور نے اسے خود سے زیادہ دیا تھا۔

زندگی میں پہلی بار اسے اس خوشگواریت کا احساس ہوا۔ جو پیٹ بھر کر کھانے سے مشروط ہے۔ اسے نیند سی آنے لگی۔ اس خوشگواریت نے خوف کی دھار بھی کند کر دی تھی۔

''اب ہم بات کریں گے۔'' سینور نے کہا۔ ''میں تمہیں کچھ بتاؤں گا لیکن پہلے مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ تم زندگی میں کیا کرنا چاہتے ہو۔ سوال تمہارے لیے مشکل ہے لیکن تمہیں سوچنا چاہیے۔'' سینور مسکرا دیا تھا۔

اس سلسلے میں پیڈرو کو کچھ سوچنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یہ تو وہ بہت پہلے طے کر چکا تھا۔ ''میں...... میں ساری زندگی ٹینس کھیلنا چاہتا ہوں۔'' اس نے خواہشات کو زبان پر لانا سیکھا ہی کہاں تھا۔ یہ ایک نئی بات تھی اس کے لیے۔ وہ سوچتا رہا کہ اب سینور اس کا مذاق اڑائے گا پھر یہ بھی تھا کہ اس کی یہ خواہش کسی نے سن لی ہوگی اور وہ کسی کوئی انسان نہیں تھا، وہ قوت تھی، جس نے اسے لاپوٹا میں پیدا کیا تھا اور شاید ہمیشہ اسے لاپوٹا ہی میں رکھنا چاہتی تھی۔

''میں بھی یہی چاہتا تھا۔'' سینور نے گہری سانس لے کر۔ ''تمہیں یقین ہے کہ

تمہاری یہی خواہش ہے؟''

پیڈرو نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ پہلے ہی ضرورت سے زیادہ بول چکا تھا۔

''ٹھیک ہے اب یہ بتاؤ کہ تم کیسے کھلاڑی ہو؟''

''یہ تو آپ ہی جانتے ہیں، آپ استاد ہیں میرے۔''

سینور نے سگریٹ سلگا کر ایک طویل کش لیا۔ ''میں بھی کھیلتا تھا، میں اچھا کھلاڑی تھا، کھیل کی ہر تکنیک سے واقف تھا لیکن مجھ میں ایک کمی تھی۔ جیتنے کی شدید خواہش جو بہت ضروری ہوتی ہے، میں اس سے محروم تھا۔ میرے نزدیک کھیل اہم تھا ہار جیت نہیں، کیا تم بھی ایسے ہی ہو؟''

''یہ ایک رقص ہے سینور۔'' پیڈرو نے کہا۔ ''لیکن اچھے رقص کے لیے جیتنا ضروری ہے۔''

''ٹینس میں دولت نہیں ہے بیٹے! البتہ کامرانی ہے۔ وہ بھی چند کھلاڑیوں کے لیے بڑے کھلاڑیوں کے لیے۔ البتہ بیس بال اور گولف میں دولت بھی ہے۔''

''مجھے صرف دو وقت کا رزق چاہیے۔ مجھے دولت کی پروا نہیں میں بیس بال اور گولف نہیں کھیل سکتا۔''

''تمہیں بہت کچھ سیکھنا ہوگا...... بہت کچھ...... اور اس سے بڑھ کر یہ کہ پچھلا سیکھا ہوا بھولنا ہوگا۔ اکیلے کھیلنے کی وجہ سے چند خرابیاں بھی پیدا ہوگئی ہیں، جنہیں دور کرنا بہت ضروری ہے۔ سیکھا ہوا بھولنا بہت مشکل ہوتا ہے۔''

پیڈرو خاموش رہا، فیصلہ تو سینور ہی کو کرنا تھا۔

''میرا خیال ہے...... ویسے یقین سے تو کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ شدید محنت کے بعد تم ٹینس کے کھلاڑی بن سکتے ہو لیکن شدید محنت کے بعد۔'' سینور نے زور دے کر کہا۔ ''لیکن میں جانتا ہوں کہ تم محنتی ہو۔ ایک بات بتاؤ، تم یہاں، میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے؟ میں یہاں تنہا ہوں، میرا کوئی ہے بھی نہیں، اگر تمہیں محنت کرنا ہے تو یہاں رہنا بہتر ہے۔ اب معقول خوراک کے بغیر تمہارا کام نہیں چل سکے گا۔ تم سکول نہیں جاتے؟''

''میں جہاں رہتا ہوں، وہاں کم ہی لڑکے سکول جاتے ہیں۔''

''کہاں رہتے ہو؟''

''لاپوٹا میں۔''

''خیر میں تمہارے لیے سکول کا بندوبست بھی کر سکتا ہوں۔ تمہیں صرف دو کام کرنے ہوں گے، سکول جانا اور ٹینس کھیلنا اور کسی کام کے لیے وقت بچے گا ہی نہیں اور اس سب کچھ کے بعد بھی ضروری نہیں کہ ہمیں کامیابی ہو۔''

''میں اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہوں۔'' پیڈرو نے کہا۔ ''پتا نہیں، وہ مجھے آپ کے ساتھ رہنے کی اجازت بھی دے گی یا نہیں۔''

''یہ بعد کی بات ہے، پہلے تم تو فیصلہ کرو۔''

پیڈرو حیرت سے سوچتا رہا، اگر سینور نے لاپوٹا دیکھا ہوتا، وہ وہاں رہے ہوتے تو شاید اس سے ایسا سوال نہ کرتے۔ جنت اور دوزخ میں سے آدمی کس کے حق میں فیصلہ کر سکتا ہے۔ ''میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ ٹینس سیکھنا چاہتا ہوں۔'' اس نے محتاط انداز میں کہا۔ ''میں سکول بھی جانا چاہوں گا لیکن میرے پاس پیسے نہیں ہیں، میں بہت غریب ہوں۔ لاپوٹا میں ہر شخص غریب ہے اور غریب ہونے کا مطلب......''

اچانک اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپایا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

ولیمز اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ وہ لڑکے کی سسکیاں سنتا رہا لیکن اس نے کچھ نہ کہا۔ کچھ دیر بعد سسکیاں موقوف ہوگئیں۔ تب ولیمز اس کی طرف پلٹا۔ ''مجھے تمہاری ماں سے بات کرنا ہوگی۔ آج گھر جاؤ تو اس سے کہنا کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔'' اس نے بڑھ کر لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''کل ہم ہوٹل سے تمہارے گھر جائیں گے اور تمہاری ماں سے بات کریں گے، اوکے؟''

پیڈرو نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ''اب میں جاؤں گا سینور، کھانے کا شکریہ۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''شکریے کی ضرورت نہیں...... بالکل بھی نہیں۔'' ولیمز نے جلدی سے کہا۔ ''اور ہاں، تم اپنا ریکٹ دکان میں بھول گئے تھے، یہ بھی اچھا ہی ہوا۔ کل سے تم صبح کی پریکٹس تنہا نہیں کرو گے کبھی کبھی آرام بھی کرنا چاہیے۔''

پیڈرو خوشی اور فخر سے پھول گیا تو سینور نے اس لیے ریکٹ نہیں یاد دلایا۔ وہ اس کا خیال رکھتے ہیں...... پیڈرو کا...... وہ اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ اتنا اہم ہو گیا ہے۔ وہ خوشی اس کے لیے ناقابلِ بیان تھی۔ وہ سینور کو دیکھ کر مسکرایا اور پلٹ کر اپارٹمنٹ سے نکل آیا۔ اب اسے اس بات پر بھی شرم نہیں آ رہی تھی کہ وہ سینور کے سامنے رویا تھا، وہ اسے اپنا سا لگ رہا تھا۔

☆======☆======☆

اس رات اس نے ندا کو سینور کے متعلق بتایا۔ ندا کا موڈ ٹھیک نہیں تھا۔ اس رات دھندا بالکل نہیں ہوا تھا۔ وہ غائب دماغی کی کیفیت میں پیڈرو کی باتیں سنتی رہی۔ جب پیڈرو نے اسے بتایا کہ اس کا امریکن باس اس سے ملنا چاہتا ہے تو پہلی بار اسے احساس ہوا کہ پیڈرو کہیں ملازمت کرتا ہے۔ اس نے فوری طور پر پیڈرو سے اس کی تنخواہ پوچھی۔ پیڈرو نے صفائی سے جھوٹ بول دیا کہ صرف ٹپ پر اس کا گزارا ہوتا ہے۔

''ٹپ کتنی مل جاتی ہے؟''

''ہفتے میں دو تین ڈالر۔''

ندا مطمئن ہوگئی۔ اس نے ٹینس کا صرف نام ہی سنا تھا۔ اس کے لیے یہی کافی تھا کہ پیڈرو اس سے اپنی ضروریات کے سلسلے میں کچھ نہیں مانگتا۔ ''ٹھیک ہے، اب تم مرد بن گئے ہو، اپنی روزی خود کماتے ہو۔'' اس نے کہا۔

''میرا امریکن باس تم سے بات کرنا چاہتا ہے ماں۔'' پیڈرو نے اسے یاد دلایا۔

ندا نے قہقہہ لگایا۔ ''اسے بتا دینا کہ میں اسے کہاں مل سکتی ہوں؟''

''نہیں وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے سنجیدہ بات ہے۔'' پیڈرو نے احتجاج کیا۔

''میں تو بات کرنے کے بھی پیسے لیتی ہوں۔'' ندا نے اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''خاص طور پر امریکیوں سے۔''

''کل، سینور آپ سے کل بات کریں گے۔'' پیڈرو نے تحمل سے کہا۔

''تمہیں معلوم ہی ہے کہ میں کہاں ہوں گی۔''

''نہیں تم رات کو جاتی ہو، سینور شام کو آئیں گے۔''

ندا نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ''ٹھیک ہے میں بات کرلوں گی، لے آنا اسے۔''

☆======☆======☆

اگلی صبح پیڈرو پریکٹس کے بجائے آرام کرتا رہا۔ گزشتہ دو سال میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے پریکٹس میں ناغہ کیا تھا۔ وہ ہوٹل پہنچا تو سینور اسے دکان میں چھوڑ کر خود کہیں چلا گیا۔ شام کو وہ واپس آیا اور پیڈرو کو اپنی کار کی طرف لے گیا۔ اس بار پیڈرو کو کار کی خوبصورتی کا احساس ہوا۔ وہ بالکل نئی کار تھی۔ وہ بیس منٹ میں لاپوٹا پہنچ گئے جب کہ بس میں ایک گھنٹہ لگتا تھا۔ پیڈرو کو کار ساکت اور سڑک متحرک محسوس ہو رہی تھی۔

کار کے رکتے ہی علاقے کے لوگوں نے اسے تماشا بنا لیا۔ پیڈرو نے انہیں ہٹانے

کی کوشش کی۔ اسے ڈر تھا کہ وہ کار کو نقصان پہنچائیں گے اور بعد میں وہ ان لوگوں کے کیے کی سزا پائے گا۔ سینور سے جدائی تو بہت بڑی سزا تھی۔

سینور نے کار کا ٹاپ گرایا۔ لوگ حیرت سے دیکھتے رہے کیونکہ کار جب آئی تو بے چھت کی تھی اور اب کہیں سے چھت بھی نمودار ہوگئی تھی پھر سینور نے دروازے مقفل کیے اور پیڈرو سے کہا۔ ''کاش میں واپس آؤں تو یہ یہاں اسی طرح موجود ہو۔'' پیڈرو کے رخسار تمتما اٹھے۔ وہ خود خوفزدہ تھا کہ لوگ ایسے ہی ہیں، جس کے بس میں کار کی جو چیز آئے گی، وہ نکالے گا اور جا کر بیچ دے گا۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچ گئے۔ پیڈرو شرمسار تھا کہ سینور کو ایسی غلیظ جگہ لے کر آیا ہے۔ کمرے کا دروازہ مقفل تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ کونچا نے دروازہ کھولا اور ایک طرف ہٹ گئی۔ پہلے ولیمز اور پھر پیڈرو نے اندر قدم رکھا۔ ندا کرسی پر بیٹھی تھی۔ اس نے صاف ستھرے کپڑے پہنے تھے۔ کندھوں پر شال بھی تھی۔ اس نے سر ہلا کر مہمان کا استقبال کیا۔ ''خوش آمدید'' اتنی دیر میں کونچا، ولیمز کے لیے کرسی لے آئی ولیمز بیٹھ گیا۔

پیڈرو نے حیرت سے دیکھا۔ کمرا بالکل بدلا ہوا تھا۔ صفائی بہت اچھی طرح کی گئی تھی۔

''آپ پیڈرو کی ماں ہیں؟'' ولیمز نے ہسپانوی میں پوچھا۔

''جی ہاں، میں ہی ہوں۔''

''میں آپ سے پیڈرو کے سلسلے میں بات کرنے آیا ہوں۔''

''کچھ پئیں گے؟''

ولیمز نے اثبات میں سر ہلایا۔ کونچا سفید مشروب کے دو جام لے آئی۔ مشروب بے حد تلخ اور بدمزہ تھا لیکن ولیمز نے منہ بنائے بغیر پیا۔ ''بہت تیز ہے۔'' ندا نے اس سے پوچھا۔

''اس کے برعکس مجھے یہ مشروب بہت اچھا لگا۔'' ولیمز نے جواب دیا۔ پھر بولا۔ ''مادام! پیڈرو میں ٹینس کھیلنے کی قدرتی صلاحیت ہے۔'' پھر اس نے ندا کو ٹینس کے بارے میں سمجھایا۔ ''میں چاہتا ہوں کہ پیڈرو میرے ساتھ رہے، میں اسے تعلیم بھی دلاؤں گا اور ٹینس بھی سکھاؤں گا۔ میں اس کا خیال رکھوں گا، اسے کسی چیز کی کمی نہیں ہو گی۔''

''پیڈرو، تم نے بھی اس سلسلے میں کچھ سوچا۔'' نندا نے پیڈرو سے پوچھا۔

''جی ہاں، میں سینور کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔''

ہچکی کی عجیب سی آواز سن کر پیڈرو چونکا۔ وہ کونچا تھی۔ خود کو رونے سے روک رہی تھی وہ۔

''اس پر تو بہت خرچ آئے گا۔'' نندا نے بے حد وقار سے کہا۔ پیڈرو نے کبھی اسے اس انداز میں بات کرتے نہیں دیکھا تھا، شائستگی کے ساتھ بغیر گالیوں کے۔ ''اور پیڈرو کا مستقبل کیسا ہوگا؟''

''اخراجات میں برداشت کروں گا، اگر پیڈرو اچھا کھلاڑی ثابت ہوا تو وہ صرف ٹینس کے زور پر بھی خوشحال رہ سکے گا۔ اگر نہیں تو اسے کہیں بھی ملازمت مل جائے گی، تعلیم کی وجہ سے۔'' ولیمز نے جواب دیا۔

''آپ اسے امریکی بنا دیں گے۔'' نندا نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''ویسے تو یہ ہے ہی امریکی۔'' پھر وہ خاموش ہوگئی۔ اسے دیر میں احساس ہوا کہ اس نے کیا کہہ دیا ہے۔

ولیمز نے پہلے پیڈرو کو اور پھر نندا کو غور سے دیکھا۔ ''پیڈرو آپ کا سگا بیٹا ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''نہیں۔'' نندا نے نرم لہجے میں کہا۔ ''لیکن اسے دودھ میں نے ہی پلایا ہے۔''

''میرا باپ امریکی تھا نا؟'' پیڈرو نے پوچھا۔ وہ بیڈ پر بیٹھا تھا۔ نندا نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا لیکن خاموش رہی۔

''اور اس کی ماں؟'' ولیمز نے پوچھا۔

''اس ملعون عورت کے بارے میں مَیں کیا کہہ سکتی ہوں۔'' نندا کا لہجہ تند تھا۔ اس نے شائستگی کا غلاف اتار پھینکا تھا۔ ''وہ مردود اسے میرے پاس چھوڑ گیا۔ میں کیا کرتی۔ بھوکا مرنے دیتی اسے۔''

''یہ سچ نہیں ہے۔ میرے باپ نے مجھے اس طرح نہیں چھوڑا ہوگا۔'' پیڈرو نے احتجاج کیا۔

''تم کیا جانو، یہ سچ ہے۔'' نندا نے کہا اور ولیمز کی طرف متوجہ ہوگئی۔ ''سینور! آپ یہاں کی زندگی کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ میں آپ کو حقیقت بتاؤں گی۔ میں نے بچے سے ہمیشہ چھپایا۔ میرے خیال میں اسے کچھ بتانا اس کے ساتھ زیادتی ہوتی لیکن اب یہ ضروری ہے۔'' اس نے سگریٹ سلگایا اور چند لمحے سوچنے کے بعد گویا ہوئی۔ ''جس وقت

کی یہ بات ہے، اس وقت میں ایسی نہیں تھی، جیسی اب ہوں۔ اس کا نام بل تھا۔ نام کا دوسرا حصہ عموماً لوگ بتاتے ہی نہیں، میں بھی نہیں بتاتی۔ شاید اس کا پورا نام بل ولکسن تھا۔ میں ان دنوں کم عمر تھی اور اسے دیکھتے ہی اس پر ریجھ گئی تھی، وہ بھی مجھ پر دل و جان سے فدا تھا۔ اس نے میرے لیے ایک خوبصورت مکان کرائے پر لیا۔'' وہ یادیں کریدتی رہی۔ ولیمز اور پیڈرو بڑے غور سے سن رہے تھے۔

وہ ایک مہینے تک ملتے رہے پھر بل اسے وہ ساحلی بنگلا دکھانے لے گیا جو اس نے نندا کے لیے کرائے پر لیا تھا۔ بنگلا اندر سے بھی بہت خوبصورت تھا۔ وہاں فریج بھی تھا، ٹی وی بھی اور گراموفون بھی۔ بل کو نندا کا اپارٹمنٹ اچھا نہیں لگتا تھا، وہاں بہت گندگی تھی۔ بنگلے میں آنے کے بعد نندا کے دل میں اس سے شادی کی خواہش ابھری لیکن وہ چاہتی تھی کہ بل خود اس سے شادی کی بات کرے۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ اس کے بچوں کی پرورش کرے۔ ان دنوں وہ بیگ بنانے والی فیکٹری میں ملازم تھی لیکن اسے اندازہ تھا کہ جلد ہی گزر اوقات کے لیے اسے دنیا کا قدیم ترین پیشہ اپنانا پڑے گا۔ بل سے شادی کر کے وہ اس سے بچ سکتی تھی۔ ورنہ چودہ ڈالر فی ہفتہ تنخواہ میں کام نہیں چل سکتا تھا۔ اس سے پہلے وہ اپنی ماں کا انجام دیکھ چکی تھی، اس کی سہیلیوں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا تھا۔ اس سے ان کی ازدواجی زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ بات ضرورت کی تھی۔

لیکن بل نے کبھی شادی کا نام بھی نہیں لیا۔ اس نے تو کچن میں ضرورت کا سامان بھر دیا اور خود کہیں چلا گیا۔ بنگلے کا چھ ماہ کا کرایہ وہ پہلے ہی ادا کر چکا تھا۔ دو ہفتے کے بعد وہ واپس آیا تین مہینے تک وہ ساتھ رہے۔ بل صبح کو کہیں چلا جاتا۔ نندا گھر کی صفائی کرتی، کھانا پکاتی اور سہ پہر کو پیراکی کی غرض سے ساحل کی طرف چلی جاتی۔ وہ رات کو واپس آتا تو اسے کھانا کھلاتی پھر وہ ایک دوسرے میں گم ہو جاتے۔

ہفتے میں ایک دن نندا اپنے اپارٹمنٹ جا کر کونچا سے ملتی۔ کونچا کی نگہداشت اس کی پڑوسن روزا کرتی تھی، جسے اس کے صلے میں نندا ہر ہفتے دس ڈالر دیتی تھی۔ کونچا کو ماں کی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اس تمام عرصے میں نندا زندگی کا ہر بھیانک روپ بھول گئی، وہ اس پُرتعیش زندگی کی عادی ہوگئی تھی۔ تین مہینے کے بعد بل نے ایک دن بتایا کہ وہ تین ہفتے کے لیے امریکہ جا رہا ہے، اپنی بیوی سے طلاق لینے۔ نندا اس بات پر یقین کرنا چاہتی تھی لیکن اسے علم تھا کہ بل جھوٹ بول رہا ہے۔ بل اسے دو سو ڈالر دے کر اور جلد واپس آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد نندا بہت روئی۔ وہ کونچا کو فوراً ہی اپارٹمنٹ سے لے آئی۔ اب وہ روزا کو دس ڈالر ہفتہ دینے کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ کونچا کی وجہ سے تنہائی کا احساس بھی قدرے کم ہو گیا۔ رقم کم ہوتی رہی اور وہ بل کی واپسی کی آس لگائے بیٹھی رہی۔ اسے بل کا پتا بھی معلوم نہیں تھا۔ وہ سوچتی تھی کہ بنگلے کی مدت ختم ہونے سے پہلے بل لوٹ آئے گا۔ اس کے ذہن میں کبھی بل سے بے وفائی کا خیال بھی نہیں آیا۔

پھر یہ نوبت آ گئی کہ اسے اپنی اوقات پر جانے کے متعلق سوچنا پڑا۔ وہ جانتی تھی کہ لاپوٹا میں ہر شخص اس کا مذاق اڑائے گا۔ اس کی کامیاب زندگی نے ہر شخص کو محرومی اور حسد میں مبتلا کر دیا تھا۔ ایسے لوگ موقع ملتے ہی بے رحمانہ سلوک کرتے ہیں۔ کرایہ پورا ہونے میں تین دن رہ گئے تھے کہ بل لوٹ آیا۔ وہ رات کے کھانے کے بعد فکر مند بیٹھی تھی۔ کونچا سو چکی تھی۔ اچانک اس نے دروازے کے قفل میں چابی گھومنے کی آواز سنی پھر اسے بل نظر آیا، جس کے ہاتھ میں سوٹ کیس تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے ایک بچے کو اپنے کندھے سے لگا رکھا تھا۔ اس نے بچے کو صوفے پر لٹا دیا اور اس سے بڑی گرم جوشی سے ملا۔ وہ دونوں ہی ٹوٹ کر ملے۔ بچہ صوفے پر پڑا روتا رہا لیکن بل نے نندا کو اس کے پاس نہیں جانے دیا۔ بعد میں اس نے نندا کو بتایا کہ وہ بچہ اس کا بیٹا ہے۔ اس نے اپنی بیوی کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا۔ اگلے روز اس نے بتایا کہ اس کی بیوی مر چکی ہے۔ بچے کی عمر تقریباً ایک سال تھی۔ نندا نے بل سے شادی کو کہا لیکن بل نے اسے ٹال دیا۔ دو مہینے ٹھیک ٹھاک گزرے پھر بل کا ہاتھ بھی تنگ ہونے لگا۔ نندا کو یہ علم بھی نہیں تھا کہ وہ کرتا کیا ہے اور نہ ہی اس نے کبھی بل سے اس سلسلے میں پوچھا۔ وہ اسی میں خوش تھی کہ ہر چند روز بعد اسے ضروریات کے لیے رقم مل جاتی ہے۔

ایک روز بل نے نندا کو پچیس ڈالر دیئے اور کہا کہ وہ کم از کم دس دن کے لیے ضروری راشن خرید لائے۔ نندا خریداری کر کے واپس آئی تو وہ جا چکا تھا۔ اس کا سوٹ کیس، اس کے کپڑے تمام چیزیں غائب تھیں۔ اس نے کوئی رقعہ بھی نہیں چھوڑا تھا۔ نہ جانے کیوں نندا کو اس سے یہی توقع تھی۔ اسے بل سے کوئی شکایت نہیں ہوئی وہ اور کیا کرتا۔ اس نے کم و بیش ایک سال تک نندا کو خوشحالی دی تھی۔ آسائشات فراہم کی تھیں۔ بس نندا کو افسوس اس بات پر تھا کہ وہ اسے بتائے بغیر چلا گیا لیکن اسے سکون کا احساس بھی ہوا۔ اب وہ لاپوٹا واپس جانا چاہتی تھی۔ اس کی جڑیں وہیں تھیں لیکن جب وہ بیڈ روم میں گئی اور اس نے بچے کو وہاں موجود پایا تو اسے بل پر صحیح معنوں میں غصہ آیا۔ ننھا

جیفری بھوک کی وجہ سے رو رہا تھا۔ تاہم وہ بچے کو باپ کے جرم کی سزا نہیں دے سکتی تھی۔ اس نے بچے کو اپنانے کا فیصلہ کیا لیکن اس کا نام پیڈرو رکھ دیا۔ اس نے پیڈرو کے بارے میں سب کو یہی بتایا کہ وہ اس کا اپنا بچہ ہے۔ بل سے، وہ دونوں بچوں کو لے کر لاپوٹا واپس آ گئی اور اس وقت سے یہیں رہ رہی ہے۔

پیڈرو یہ سب کچھ بڑے غور سے سنتا رہا۔ اس کی رگوں میں خون کی گردش تیز ہو گئی تھی۔ نندا کے خاموش ہوتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ”تو میں امریکی ہوں؟“ اس نے سنسنی آمیز لہجے میں پوچھا۔

”ہاں تم پیدائشی امریکی ہو کہو، کیسا لگا؟“ نندا نے کہا۔

”اب میں سمجھ گیا۔“ پیڈرو نے آہستہ سے کہا۔ اپنے ماحول سے اس کی اجنبیت اور بیزاری کی وجہ اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ اس کی مضطرب روح کو قرار آ گیا تھا۔ ”مجھے جانا ہے۔“ اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو سینور اور نندا کے درمیان سودے بازی ہو رہی تھی۔ وہ بیٹھ گیا۔ جلد ہی سودا طے ہو گیا۔ نندا نے اسے سینور کے سپرد کرنے کے عوض پچاس ڈالر لیے۔

پیڈرو کو اپنا سامان سمیٹنے میں صرف دس منٹ لگے۔ نندا نے نہ جانے کہاں سے گتے کا ایک ڈبا برآمد کیا۔ اس میں پیڈرو کے کپڑے رکھ دیئے گئے۔ کونچا نہ جانے کہاں غائب ہو گئی تھی۔ الوداعی لمحہ حیرانی کا تھا۔ نندا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس نے پیڈرو کو اپنی بانہوں میں بھر کر اتنی شدت سے بھینچا کہ اسے اپنی ہڈیاں چٹختی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ ”میرے بیٹے!“ اس نے بکھرتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”تم ہر ہفتے یہاں آؤ گے، آؤ گے نا؟ نہیں آئے تو میں خود تم سے ملنے کے لیے آؤں گی۔“

پیڈرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسے یقین تھا کہ اس کی قمیص پر نندا کے میک اپ نے داغ لگا دیئے ہوں گے۔ اس نے دروازہ کھولا اور پلٹ کر آخری بار اس عورت کو دیکھا، جسے وہ ماں کی حیثیت سے جانتا تھا۔ وہ مصلوب مسیح کے مجسمے کے سامنے جھکی ہوئی تھی۔ اس کا بدن سسکیوں سے لرز رہا تھا۔ پیڈرو نے سوچا کہ وہ اسے آخری بار دیکھ رہا ہے۔ جلد ہی وہ نہ صرف لاپوٹا کو بلکہ اس عورت کو بھی بھول جائے گا۔

واپسی کے سفر میں پیڈرو کی نگاہیں ہر طرف کونچا کو تلاش کرتی رہیں۔ وہ اسے الوداع کہنا چاہتا تھا لیکن وہ نظر نہیں آئی۔ شاید لاپوٹا نے اسے نگل لیا تھا۔ اس نے کن انکھیوں سے سینور کی طرف دیکھا۔ اب وہی اس کا سب کچھ تھا...... باپ بھی، ماں بھی اور

خاندان بھی۔ اپنی نئی زندگی کے بارے میں وہ اب بھی بے خبر تھا۔ تاہم وہ خود کو آزاد محسوس کر رہا تھا لیکن کچھ اذیت بھی تھی۔

اسے ایسا لگ رہا تھا، جیسے اس کے وجود کا ایک حصہ لاپوٹا ہی میں رہ گیا ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے ذہن کو خالی رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ سینور خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔

☆======☆======☆

آئندہ ایک ماہ میں بہت کچھ ہوا۔ ان میں اہم ترین چیز اس کے نام کی تبدیلی تھی۔ لاپوٹا چھوڑنے کے دو دن بعد ولیمز نے ناشتے کے دوران اس سلسلے میں گفتگو چھیڑی۔ اس نے پیڈرو کو ایک انگلش سکول میں داخلہ دلا دیا تھا۔ اس روز پیڈرو کو پہلی بار سکول جانا تھا۔

''میں چاہتا ہوں، تم اپنا نام بدل لو۔'' ولیمز نے اچانک کہا۔ ''ویسے بھی یہ تمہارا اصلی نام نہیں ہے۔''

پیڈرو ایک دم چوکنا ہو گیا۔ اسے پہلی بار احساس ہوا کہ آدمی کے لیے نام کس قدر اہم ہوتا ہے۔

''تم پھر سے جیفری بن جاؤ...... جیف۔ تمہاری زندگی کا آغاز اسی نام سے ہوا تھا۔'' ولیمز نے کہا۔

''جیف!'' پیڈرو نے زیرلب دُہرایا۔ ''جیفری!''

''اگر تم چاہو تو جیفری ولیمز بن سکتے ہو۔'' ولیمز نے جلدی سے کہا۔ اسے شبہ تھا کہ لڑکا انکار کر دے گا۔

''جیفری ولیمز۔'' پیڈرو نے پھر دہرایا اور اچانک مسکرا دیا۔ ''اوکے، اب میں جیفری ولیمز ہوں۔''

ایک ہفتے بعد وہ سرکاری طور پر جیفری ولیمز بن گیا۔ سکول میں اسے دشواری پیش آئی، وہ جسم کا آدمی تھا۔ سکول میں اسے لفظوں کو سمجھنا تھا۔ وہ پورا عمل اس کے لیے نیا تھا لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ چل نکلا۔ سکول میں انگلش پر بالخصوص زور دیا جاتا تھا۔ دوسری طرف سینور نے اس عمل کو تیز کرنے کے لیے اس سے ہسپانوی میں گفتگو کرنا بہت کم کر دیا تھا۔ اس کا نتیجہ اچھا نکلا۔

جیف کو اصل دلچسپی ٹینس سے تھی۔ سینور اس کے کھانے کا خاص خیال رکھتا تھا۔ وہ

ہر روز دو گھنٹے ٹینس کھیلتے۔ اب وہ اسسٹنٹ کوچ تھا۔ سینور کا معاون۔ ہوٹل میں ٹھہرنے والے لوگوں میں بعض ٹینس کے معاملے میں باصلاحیت بھی ہوتے تھے۔ جیف ان سب سے کھیلتا پھر اس نے یہ سبق سیکھا کہ کھلاڑی کو کبھی اس کی ظاہری حالت سے نہیں جانچنا چاہیے۔ وہ اس کے لیے ایک مشکل سبق تھا۔

یہ سبق اسے ایک موٹے شخص نے دیا، جس کی عمر پچاس سے زیادہ تھی۔ اس کا نام گولڈ مین تھا۔ اس نے جیف کو دو گھنٹے کے لیے بک کیا تھا۔ وہ ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا کورٹ میں داخل ہوا۔ ریکٹ کو اس نے کسی مردہ سانپ کی طرح لٹکایا ہوا تھا لیکن اس سے ہاتھ ملاتے ہی جیف کو اندازہ ہو گیا کہ چربی کی تہوں کے نیچے اس کے جسم میں حقیقی جان موجود ہے۔

جیف نے ریلی کے دوران سیدھی سیدھی گیندیں دیں۔ اب وہ پروفیشنل تھا۔ اسے معلوم تھا کہ زیادہ عمر کے مہمانوں کو زیادہ نہیں دوڑانا چاہیے۔ دو منٹ بعد کھیل شروع ہوا۔ گولڈ مین پہلے سرو کر رہا تھا۔ اس کی پہلی سروس بہت آسان تھی۔ جیف نے خود کو پوزیشن میں لا کر ریکٹ گھمایا۔ اچانک اسے احساس ہوا کہ گیند اس کے ریکٹ سے نہیں لگی ہے۔ ٹپا کھانے کے بعد گیند نے غیر معمولی باؤنس لیا تھا اور ریکٹ سے کم از کم چھ انچ اوپر نکل گئی تھی۔ اگلے ایک گھنٹے میں گولڈ مین نے اسپن اور چوپس کے ذریعے اسے نچا ڈالا۔ جیف پہلا سیٹ 6-2 پر ہارا۔

چینج کے دوران گولڈ مین نے اس کے کندھے پر تھپکی دی۔ جیف کا چہرہ اور جسم پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔ دوسری طرف گولڈ مین کی سانسیں ہموار تھیں۔ ''تم بُرا نہیں کھیلے لڑکے۔'' اس نے جیف سے کہا۔

جیف نے دیکھا کہ وہ میچ دیکھنے کے لیے لوگ خاصی تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔ وہ سب اسے شکست کھاتا دیکھنا چاہتے تھے۔ پہلی بار اسے کراؤڈ پریشر کا احساس ہوا۔ مخالف تماشائیوں کا دباؤ معمولی نہیں ہوتا۔

دوسرے سیٹ میں جیف نے گولڈ مین کو دوڑانے کا تہیہ کر لیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اسے آسانی سے نہیں جیتنے دے گا۔ اگر وہ جیتا تو کم از کم دس پونڈ وزن سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ چنانچہ اس نے پلیسنگ شروع کر دی لیکن موٹا گولڈ مین بہت آسانی سے گیند کے پیچھے بھاگتا رہا پھر آہستہ آہستہ اس کی پھرتی جواب دینے لگی۔ جیف نے دوسرا سیٹ 7-5 کے سکور پر جیت لیا۔ اس بار وہ دونوں ہی پسینے میں تر بہ تر تھے بلکہ گولڈ مین تو ہانپ

بھی رہا تھا۔ نیٹ کے قریب وہ دونوں ملے تو گولڈ مین نے کہا۔ ''اچھا سیٹ کھیلے ہو بیٹے۔'' اس کے انداز میں برتری کا احساس جھلک رہا تھا۔ ''لیکن یہ سیٹ فیصلہ کن ہو گا۔''

''آپ کہاں کھیلتے رہے ہیں جناب؟'' جیف نے پوچھا۔

''فوریسٹ ہلز میں۔ میں نے کھیلنا ہی وہاں سے سیکھا ہے۔''

جیف نے دیکھا کہ اس بار سینور بھی تماشائیوں میں شامل ہے، وہ اس کی طرف دیکھ کر ہاتھ لہرا رہا تھا۔ ''کورٹ نمبر ایک پر آ جاؤ جیف......!'' اس نے پکارا۔

کورٹ نمبر ایک کے ساتھ تماشائیوں کے لیے ایک چھوٹا سا اسٹینڈ بھی تھا۔ کورٹ نمبر ایک کی طرف جاتے ہوئے جیف کو ایک شخص نے روک لیا۔ ''میری بات غور سے سنو بیٹے!'' اس نے کہا۔ ''میں نے اس سیٹ پر سو ڈالر کی شرط لگائی ہے، تمہیں یہ سیٹ جیتنا ہے بیٹے۔ گولڈ مین میرا دوست ہے میں چاہتا ہوں کہ تم اسے شکست دو، اوکے۔'' پھر اس نے جیف کو ہچکچاتا دیکھ کر مزید کہا۔ ''اگر تم جیت گئے تو میں تمہیں بیس ڈالر دوں گا۔''

جیف نے اثبات میں سر ہلایا۔ بیس ڈالر کی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ تو یوں بھی موٹے گولڈ مین کو کچل دینا چاہتا تھا۔

جیف نے سرو کیا۔ کامیاب سروس کا احساس اسے وجدانی طور پر ہو جاتا تھا۔ چنانچہ وہ نیٹ کی طرف لپکا لیکن گیند کو اپنی بائیں جانب سے گزرتے دیکھنے کے سوا کچھ نہ کر سکا، وہ بے بسی اس کے لیے نئی تھی۔ اس بار وہ ایک مختلف آدمی سے کھیل رہا تھا۔ گولڈ مین بالکل بدل گیا تھا۔ اس کے بیک ہینڈ کا کنٹرول فور ہینڈ سے کم نہیں تھا۔ وہ جوانوں کی طرح کھیل رہا تھا۔ جوانوں کے سے حوصلے کے ساتھ۔ وہ کھیل جیف کے لیے گفتگو کی طرح تھا، طنزیہ گفتگو کی طرح وہ کھیل جیف کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر رہا تھا۔ وہ کانٹے کا میچ تھا۔ 4-4 کے سکور پر جیف نے سروس کی۔ اس سرو میں اس نے اپنی پوری قوت، تجربہ...... غرض ہر چیز سمو دی تھی۔ گولڈ مین نے جھک کر اسے لاب کیا۔ اس دوران اس کی کلائی بھی گھومی تھی۔ جیف پیچھے کی طرف بھاگا۔ وہ گیند تک پہنچا۔ اس نے ریکٹ گھمایا لیکن مس کر دیا۔ گیند میں اوور اسپن تھی اور وہ زمین پر ٹپا کھانے کے بعد پندرہ فٹ اچھلی تھی۔ جیف کی پہنچ سے بالکل باہر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

لابس کا سلسلہ جاری رہا۔ ان میں بلندی بھی تھی اور گہرائی بھی۔ وہ بیس لائن سے

مشکل ایک فٹ اندر گرتے تھے۔ وہ اوور اسپن پر کنٹرول کی ایسی مثال تھی، جسے جیف کبھی بھول نہیں سکتا تھا۔ اس سے پہلے اس کے نزدیک ایسا کنٹرول ناقابلِ تصور تھا لیکن اس وقت وہ خود بھگت رہا تھا۔ لہٰذا یقین نہ کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ گولڈ مین ٹینس کی گیند سے ناقابلِ یقین کرتب دکھا رہا تھا۔

آخری دو گیم وہ بڑی آسانی سے ہار گیا۔ وہ جیسے کسی عمودی ڈھلان کا سفر تھا۔ سیٹ کے اختتام پر وہ نہ صرف تھکا ہوا تھا بلکہ مایوس بھی تھا۔ گولڈ مین کا چہرہ تمتما رہا تھا لیکن اس کی سانس اس کے قابو میں تھی۔ اس نے جیف سے ہاتھ ملایا اور اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ ''نائس گیم سن، تم نے مجھے خوب دوڑایا۔'' لیکن جیف جانتا تھا کہ وہ صرف اس کا دل رکھ رہا ہے، حوصلہ بڑھا رہا ہے۔ اس کی مایوسی کی کوئی حد نہیں تھی، اگر وہ ایک بوڑھے اور موٹے کھلاڑی کو نہیں ہرا سکتا تو وہ کیا کھلاڑی بنے گا۔

اس نے نہا دھو کر کپڑے بدلے اور معمول کے مطابق ولیز کا انتظار کرنے لگا۔ اس وقت توہین کا احساس سمندر کی طرح تھا، جس میں وہ ڈوبا ہوا تھا۔ سینور نے اسے بغور دیکھا اور کہا۔ ''ایک ڈرنک ہو جائے۔''

جیف نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ وہ لابی کی طرف چلے گئے۔ ولیز نے اپنے لیے بیئر اور اس کے لیے کوک منگوائی۔ وہ خاموشی سے پیتے رہے۔ ''تم بُرا نہیں کھیلتے لڑکے۔'' بالآخر ولیز نے کہا۔

''وہ بڈھا تھا۔'' جیف نے جواب دیا۔ ''نہ صرف بڈھا بلکہ موٹا بھی۔''

''لیکن وہ ایک غیر معمولی کھلاڑی ہے۔ فوریسٹ ہلز میں سینئرز کے مقابلوں کا چیمپئن۔''

''وہ بڈھا ہے۔'' جیف نے اصرار کیا۔

''وہ پہلا پروفیشنل ہے، جس سے تم کھیلے ہو۔'' ولیز نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''اور تم بھی بُرا نہیں کھیلتے۔''

''وہ مجھے کھلا رہا تھا، میرا مذاق اڑا رہا تھا۔''

''کم از کم آخری سیٹ کے لیے تم یہ بات نہیں کہہ سکتے۔ اس کے لابس کا سامنا تو بڑے بڑے کھلاڑی بھی نہیں کر پاتے۔''

''فوریسٹ ہلز میں کورٹ کے پیچھے تاروں کا جنگلا نہیں ہوتا، یہاں جنگلا بیک کورٹ کو کور نہیں کرنے دیتا۔ وہاں تم اسے ہرا سکتے ہو لیکن صرف اس بنیاد پر کہ تم جوان

ہو۔ ویسے وہ تم سے بہتر کھلاڑی ہے۔''

''بے شک، یہ تو ثابت ہو چکا ہے۔''

''اور یہ کھیل کا حصہ ہے۔ کہیں نہ کہیں ایک بہتر کھلاڑی موجود ہوتا ہے۔''

''مجھ پر شرطیں لگانے والے ہار گئے۔'' جیف کے لہجے میں تاسف تھا۔

''ہرگز نہیں، میں تم پر شرط جیتا ہوں۔'' ولیمز نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔ ''میں نے شرط لگائی تھی کہ میچ تیسرے سیٹ تک جائے گا۔''

جیف نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ''چلو، کوئی مثبت نتیجہ تو نکلا۔''

''میری یہ بات یاد رکھنا۔ ایک سال بعد گولڈ مین جیسے کھلاڑی تمہارے سامنے نہیں ٹھہریں گے۔''

ولیمز کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔ ویسے بھی وہ آسانی سے تعریف کبھی نہیں کرتا تھا۔ جیف خوش ہو گیا۔ تاہم اس نے پوچھا۔ ''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟''

ولیمز نے قہقہہ لگایا۔ اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ وہ ہنستا بھی کم ہی تھا۔ ''سنو بیٹے! میں نے اپنی زندگی اس کھیل کی نذر کر دی۔ میں نے تمہیں یونہی نہیں چن لیا تھا، اگر تم محنت کرو، شدید محنت، تو زیادہ سے زیادہ دس سال بعد تمہاری ٹکر کا کوئی کھلاڑی دنیا میں نہیں ہو گا، سمجھے؟'' اس کے لہجے میں یقین تھا۔ ''لیکن بہترین بننا آسان کام نہیں ہے اور بہترین ہونا کانٹوں کی سیج ہے۔ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔ زندگی لین دین میں توازن کا نام ہے۔ انسان دولت کی طلب کرے تو دولت مل جاتی ہے لیکن اور بہت سی چیزوں سے اسے محروم رہنا پڑتا ہے میں یہ راز جان چکا ہوں۔ دنیا ایک جال ہے۔ تم اسے قسمت، مشیت کچھ بھی کہہ لو۔ طلب میں شدت اور سچائی ہو تو کامیابی ملتی ہے لیکن صرف اسی ایک سلسلے میں جو آدمی طلب کر رہا ہے پھر اس کے سوا کچھ اور نہیں ملتا۔''

جیف کو احساس تھا کہ سینور اسے کوئی اہم بات سمجھا رہا ہے۔ وہ اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''ابھی تک ہم نے تن آسانی سے کام لیا۔'' ولیمز نے کہا۔ ''لیکن اب تمہیں فیصلہ کرنا ہے۔ سوچو کہ کیا تم بہترین بننا چاہتے ہو۔ یاد رکھو، یہ تمہاری زندگی کا اہم ترین فیصلہ ہو گا۔'' جیف کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ولیمز نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

''سوچو، خوب غور کرو۔'' اس نے کہا۔ ''اس کے لیے تمہیں تربیت کے ایسے مراحل سے گزرنا ہو گا، جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ تمہیں اپنا ذہن، اپنی توانائی، سب کچھ اس

کھیل کے نام کرنا ہو گا۔ تمہیں مشین بن جانا ہو گا۔ یہ کام دشوار بھی ہے اور ناخوشگوار بھی۔ تمہیں چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے لیے وقت نہیں ملے گا۔ یہ رہبانیت کی زندگی ہو گی۔'' ولیمز اچانک خاموش ہو گیا۔ اس نے اتنی بکواس کر دی تھی، پتا نہیں، لڑکا سمجھ بھی رہا ہے یا نہیں۔ دراصل جو طاقت میرے گھٹنوں میں، ہاتھوں میں، کلائیوں میں، بازوؤں میں تھی، وہ ساری کی ساری سمٹ کر اب ذہن میں آ چکی ہے۔ اس نے سوچا اور اسے خود پر شرم آنے لگی۔ اس نے سوچا۔ اب میں بڈھا ہو گیا ہوں۔ وہ کیا دن تھے، جب میرا جسم ضرورت کے مطابق عمل کرتا تھا۔ عمل پہلے ہوتا تھا اور اس کا علم مجھے بعد میں ہوتا تھا۔ کیا دن تھے، جب میرا جسم صرف عمل ہی نہیں کرتا تھا، سوچتا بھی تھا، اور ذہن سے زیادہ تیز سوچتا تھا۔ اب تو جو کچھ بھی ہے، صرف دماغ میں ہے اور اب میں صرف باتیں کر سکتا ہوں۔ اسے جیف پر پیار آیا...... بے تحاشا...... اور عجیب سا...... لیکن پھر اس کے تصور میں اپنی بیوی مارتھا کی تصویر ابھر آئی جو اسے چھوڑ گئی تھی۔ اس نے سوچا، اب آئندہ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ میں اس غلطی کو کبھی نہیں دہراؤں گا پھر جیف کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

''میں یہی کچھ کرنا چاہتا ہوں۔'' جیف کہہ رہا تھا۔

ولیمز کو اندازہ ہو گیا کہ جیف اس جال میں پھنس گیا ہے جو شاید اس نے غیر شعوری طور پر بنا تھا۔ اب اس جال کو توڑنا بھی ممکن نہیں تھا۔ ''ٹھیک ہے، ہم کل سے شروع کریں گے۔'' اس نے کہا۔ ''میں نے کچھ رقم پس انداز کی ہے۔ اب ہمیں لاس اینجلز چلنا ہے، وہاں تم ٹینس کھیلو گے اور ان لوگوں سے ملو گے، جن سے تمہارا ملنا ضروری ہے جیسے مسٹر گولڈ مین۔ یاد رکھو، وہ بہت اہم آدمی ہیں۔''

گھر پہنچ کر ولیمز دیر تک جیف کو ٹینس کے عظیم کھلاڑیوں کے بارے میں بتاتا رہا۔ ان کے اسٹائل، ان کی تکنیک۔ وہ درحقیقت معلومات کا خزانہ تھا۔ اس دوران وہ پیتا رہا تھا۔ اس کی زبان لڑکھڑانے لگی تھی۔ وہ بہک بھی رہا تھا۔ اس نے جیف کو بھی ڈرنک آفر کیا لیکن خود ہی کچھ سوچ کر منع کر دیا۔ جیف نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ وہ پینا نہیں چاہتا تھا لیکن سینور کی پیش کش مسترد بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اسے اندازہ ہی نہیں تھا کہ ولیمز پر کیا گزر رہی ہے۔ بعد میں، بہت بعد میں وہ ان باتوں کو یاد کرتا رہا، جب اسے علم ہو گیا کہ سینور پر کیا گزرتی رہی ہے۔ اس رات تو وہ یہی سوچتا رہا کہ اسے سینور کو اپنا باپ سمجھنا چاہیے۔ سینور نے اسے دنیا کی سب سے قیمتی چیز دی

تھی...... اپنا نام۔

☆=====☆=====☆

آنے والے کچھ دنوں میں ٹینس کو بالکل بھلا دیا گیا۔ سینور لاس اینجلز روانگی کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ کار بیچ دی گئی پھر روانگی سے پہلے سینور نے لاس اینجلز پانچ فون کیے۔ ہر بار گفتگو میں جیف کا تذکرہ آیا۔ جیف بے حد متجسس تھا لیکن سینور اتنا مصروف تھا کہ اسے کچھ پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ بالآخر وہ لاس اینجلز کی فلائٹ کے لیے روانہ ہو گئے۔

لاس اینجلز جیف کے لیے ایک نئی دنیا کی طرح تھا۔ خوبصورت...... صاف ستھرا...... وہ ہوٹل کے جس کمرے میں ٹھہرا تھا۔ اس جیسا کوئی کمرا اس نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔ اتنا بڑا اور آرام دہ بیڈ تو سینور کے اپارٹمنٹ میں بھی نہیں تھا۔ ”یہ کمرا بہت خوبصورت ہے۔“ جیف نے سینور سے کہا۔

”مسٹر گولڈ مین کی مہربانی ہے۔“ سینور نے خشک لہجے میں کہا۔

”مسٹر گولڈ مین؟“

”ہاں، وقت آ گیا ہے کہ اس سلسلے میں بھی گفتگو کر لی جائے۔ تمہیں علم ہونا چاہیے کہ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے یہ سب کچھ ایک میچ کی وجہ سے ہو رہا ہے۔“

”میچ کی وجہ سے؟“

”ہاں، وہ میچ جو تم گولڈ مین سے ہارے تھے۔“

جیف کا منہ بن گیا۔ وہ اس شکست کو یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔

”پہلے میں تمہیں گولڈ مین کے بارے میں بتا دوں۔“ ولیمز نے کہا۔ ”پندرہ سال پہلے اس کا شمار دنیا کے بہترین کھلاڑیوں میں ہوتا تھا، پھر اسے اپنے باپ سے ترکے میں بہت بڑا کاروبار ملا۔ وہ امیچر کھلاڑی کی حیثیت سے کھیلتا رہا کیونکہ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ اس کے باوجود اس کا کھیل اچھا تھا...... اچھا رہا۔ اب بھی سینئر کھلاڑیوں کی رینکنگ میں اس کا دوسرا نمبر ہے لیکن وہ پروفیشنل نہیں بن سکا۔ اس محرومی کا ازالہ اس نے اس طرح کیا کہ بادشاہ کے بجائے بادشاہ گر بن گیا۔ وہ ٹینس کے ابھرتے ہوئے کھلاڑیوں کی پشت پناہی کرتا ہے۔ یہ ایک طرح کی سرمایہ کاری ہے، اس کے بدلے وہ ان کی مستقبل کی آمدنی میں حصے دار ہوتا ہے۔ ہم اس سے باقاعدہ معاہدہ کریں گے۔ اب تم ایک پروفیشنل کھلاڑی ہو گے جیف! ٹینس تمہاری روزی ہو گی، میں نے گولڈ مین کو

کبھی کسی نوجوان کھلاڑی کے لیے اس طرح مچلتے نہیں دیکھا، جس طرح وہ تمہارے لیے مچلا ہے۔ میری طرح اس کا بھی یہی خیال ہے کہ تم مستقبل کے عظیم ترین کھلاڑی ثابت ہو گے۔ کل ہم اس کے گھر جائیں گے۔ معاہدے کے کاغذات تیار ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم انہیں اچھی طرح پڑھ لو۔ ذہن میں کوئی شک ہو تو اس کے متعلق پوچھ لو۔ یہ تمہاری زندگی کی سب سے بڑی سودے بازی ہے۔ ہوٹل کے اس شاندار کمرے کا کرایہ بھی گولڈ مین کے ذمے ہے۔“

جیف سوچتا رہا۔ زندگی اس کی تھی ہی کب۔ اس نے تو اپنی زندگی کو ویسے بھی ٹینس دیوتا کی قربان گاہ پر بھینٹ کے لیے رکھ دیا تھا۔ ایسی چیز کی سودے بازی کیسی۔

اگلی صبح گولڈ مین نے انہیں لینے کے لیے اپنی کیڈلک بھیجی۔ شوفر جاپانی تھا۔ گاڑی بھری پُری سڑکوں سے گزر کر مضافاتی علاقے میں داخل ہوئی اور کچھ دیر بعد ایک آہنی گیٹ کے سامنے رک گئی۔ ساتھ میں بنے ہوئے کیبن سے ایک باوردی شخص برآمد ہوا۔ شوفر کو دیکھ کر وہ مسکرایا اور اس نے کار کو گزرنے کی اجازت دے دی۔

”یہ گولڈ مین کی ذاتی پولیس ہے۔“ ولیمز نے بتایا۔ ”یہاں سے اپنی شناخت کرائے بغیر کوئی بھی نہیں گزر سکتا، خواہ وہ صدر امریکا ہو۔“

اندر بھی شہر کا شہر آباد تھا۔ متعدد سڑکیں تھیں۔ دونوں طرف چھوٹے چھوٹے مکانات تھے۔ ولیمز نے بتایا کہ وہ سٹاف کے لیے ہیں۔ وہ مکانات چھوٹے ضرور تھے لیکن بہت خوبصورت تھے جیف سوچتا رہ گیا کہ گولڈ مین کے ملازموں کے ایسے ٹھاٹ ہیں تو گولڈ مین کا کیا عالم ہو گا۔ اس کے باوجود حفاظتی انتظامات کی وجہ سے وہ وسیع و عریض جاگیر اسے ایک بہت بڑی جیل کی طرح محسوس ہوئی۔

گولڈ مین کا مکان ہسپانوی طرزِ تعمیر کا نمونہ تھا اور ایک پہاڑی پر تعمیر کیا گیا تھا۔ شوفر نے ان کے لیے بڑے ادب سے دروازہ کھولا۔ سامنے ہی بہت بڑا اور سرسبز لان تھا۔ مکان پر خاموشی کا تسلط تھا۔ سینور نے آگے بڑھ کر اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ دروازہ خود گولڈ مین نے کھولا۔ انہیں دیکھ کر وہ مسکرایا۔ ”آؤ، آؤ۔“ اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا۔ ”سفر ٹھیک رہا؟“

”بہت اچھا۔“ ولیمز نے جواب دیا۔

”اور تم ٹھیک ٹھاک ہو؟“

جیف کو چند لمحے بعد احساس ہوا کہ اس بار تخاطب اس سے ہے۔ ”جی ہاں، میں

ٹھیک ٹھاک ہوں۔''

''تمہاری انگلش پہلے سے بہت بہتر ہوگئی ہے۔''

''سیکھنے کے معاملے میں یہ بہت تیز ہے۔'' ولیمز نے فخریہ لہجے میں کہا۔

جیف خاموش رہا۔ وہ ہال کا جائزہ لے رہا تھا، جس سے ملحق بہت بڑا اور آراستہ پیراستہ ڈرائنگ روم تھا۔

''ہمیں گفتگو کرنا ہے۔'' گولڈ مین نے کہا۔ ''اس دوران لڑکا یہاں گھوم پھر سکتا ہے، تم میرے ساتھ میری اسٹڈی میں چلو۔'' وہ ولیمز سے مخاطب تھا۔

جیف حیرت سے گولڈ مین کو دیکھتا رہا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس نے ٹینس کورٹ پر اس تھلتھلاتے وجود کے ہاتھوں شکست کھائی تھی۔ وہ تو چلتے ہوئے لڑھکتا ہوا محسوس ہوتا تھا لیکن اس کی رفتار کم بھی نہیں تھی اور انداز میں سستی بھی نہیں تھی۔

''تم اطمینان سے گھومو پھرو، اسے اپنا گھر سمجھو۔'' گولڈ مین نے جیف سے کہا۔

''ہاں۔'' ولیمز نے گولڈ مین کی تائید کی۔ ''ہم گفتگو سے فارغ ہو کر تمہیں بلا لیں گے۔''

ان کے جانے کے بعد جیف چند لمحے کھڑا رہا پھر وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بہت خوبصورت کمرا تھا۔ دیواروں پر پینٹنگز آویزاں تھیں۔ فرنیچر بھی بہت خوبصورت تھا۔ وہاں متعدد شیلف تھے اور ہر شیلف پر ٹرافیاں بکھری ہوئی تھیں۔ جیف ٹرافیوں کا...... شیلف میں رکھی ہوئی کتابوں کا جائزہ لینا چاہتا تھا لیکن وہ نروس ہو رہا تھا پھر اس نے دوسری جانب کھلنے والا دروازہ دھکیلا۔ وہ کھانے کا کمرا تھا کھانے کی میز پوری طرح آراستہ اور تیار تھی۔ میز کے گرد بارہ کرسیاں تھیں۔ ان میں سے ایک کرسی پر ایک نوعمر لڑکی بیٹھی کھانے میں مصروف تھی۔ وہ ٹینس کے لباس میں تھی۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور شفاف تھیں۔ اس نے نظریں اٹھا کر جیف کو دیکھا۔ ''کھانا کھاؤ گے، بھوکے ہو؟'' اس نے پوچھا۔

جیف اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ ہمیشہ بھوکا رہتا ہے لیکن وہ الجھا ہوا تھا، کچھ بھی نہ کہہ سکا۔ اس نے اتنی خوبصورت لڑکی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے...... کیا کہے۔

''تم یقیناً بھوکے ہو۔'' لڑکی نے مترنم آواز میں کہا۔ ''میں سارہ گولڈ مین ہوں۔ ڈیڈی نے بتایا تھا کہ تم آنے والے ہو، بیٹھو کھانا کھاؤ۔''

جیف، لڑکی کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس نے پلیٹ میں اپنے لیے کھانا نکال لیا لیکن وہ خائف تھا۔ کھانا بہت خوش ذائقہ تھا۔ وہ بڑی رغبت سے کھاتا رہا۔

''تم ٹینس کے کھلاڑی ہو۔'' سارہ نے کہا۔ ''ڈیڈی کہہ رہے تھے کہ اچھے کھلاڑی ہو تم۔''

''کاش، ایسا ہی ہو۔'' جیف نے کہا۔

سارہ نے اپنے لیے کافی انڈیلی۔ اس کا انداز بے حد پُروقار تھا۔ ''تم بہت کم گو ہو۔'' اس نے کہا۔ ''کیا تم ڈر رہے ہو؟''

''ہاں۔''

''حالانکہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔''

''وہ...... وہ لوگ اندر گفتگو کر رہے ہیں۔''

''ہاں۔'' سارہ نے کہا اور ہنس دی۔ وہ بہت خوبصورت ہنسی تھی جیسے سریلی گھنٹیاں بج اٹھی ہوں۔ ''اور موضوع گفتگو تم ہو۔''

جیف نے بھی اپنے لیے کافی انڈیل لی۔ ''خدا جانے کیا ہوگا۔'' اس نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

''کچھ بھی نہیں، معاہدے پر دستخط ہوں گے اور ڈیڈی تمہارے پارٹنر بن جائیں گے پھر تم کچھ عرصہ یہیں رہو گے، میرے اور ڈیڈی کے ساتھ۔''

''اور سینور؟'' جیف نے پوچھا۔ اس کے رخسار تمتما اٹھے۔ سینور اس کے لیے ایک ذاتی سا لفظ تھا۔ اس نے کبھی کسی اور کے سامنے اس لفظ کو ادا نہیں کیا تھا۔

''کون سینور؟ اوہ...... تمہارا اشارہ بل ولیمز کی طرف ہے۔ ہاں، وہ بھی یہیں رہیں گے وہ تمہیں کوچ کریں گے۔''

''تم تو بڑی آسانی سے یہ سب کچھ کہہ رہی ہو۔'' جیف کے لہجے میں حیرت تھی۔

''بات ہی سیدھی سی ہے۔'' سارہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم پہلے کھلاڑی تو نہیں ہو۔ البتہ ڈیڈی تمہیں دریافت قرار دیتے ہیں، بہت بڑی دریافت، کیا یہ سچ ہے؟''

''میں اس سلسلے میں اچھی امید ہی کر سکتا ہوں۔''

''میرا خیال ہے، تمہارے ساتھ کھیلنے میں لطف آئے گا۔'' وہ پھر مسکرائی۔ ''ڈیڈی جیسا تو نہیں پھر بھی میرا کھیل اچھا ہے۔'' جیف بھی ہنس دیا۔ کشیدگی خاصی کم ہوگئی۔

''ڈیڈی یہی کرتے ہیں۔'' سارہ نے مزید کہا۔ ''وہ نوجوان کھلاڑیوں کو منتخب کرتے ہیں

پھر وہ انہیں سرکٹ میں متعارف کراتے ہیں۔ تم دیکھ ہی لو گے۔ ویسے تم بہت شرمیلے ہو۔‘‘

جیف خاموش رہا۔ سارہ نے انگڑائی لی اور دہرایا۔ ’’تم شرمیلے ہو۔‘‘ لیکن جیف اس کنایتاً دعوت کو سمجھ ہی نہیں سکا۔ سارہ اس کے بارے میں سوچتی رہی۔ اس نوجوان میں، اس کے ہر انداز میں کوئی عجیب بات تھی۔ اس کا کسرتی جسم اور قد اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ وہ ایک پروفیشنل کھلاڑی کی حیثیت سے کامیاب ہوسکتا ہے۔

’’انہیں ابھی دیر لگے گی۔‘‘ سارہ نے جیف سے کہا۔ اشارہ گولڈ مین اور ولیمز کی طرف تھا۔ ’’آؤ، کچھ دیر وولی کر لیں۔‘‘

جیف انکار کرنا چاہتا تھا لیکن کچھ کہنے کے بجائے وہ کافی کی پیالی میز پر رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ رضامندی کا اظہار تھا۔ سارہ بھی اٹھ گئی۔ ’’تم شاور روم میں کپڑے بدل سکتے ہو۔‘‘ اس نے کہا۔

’’میرے پاس ٹینس کا لباس نہیں ہے۔‘‘ جیف نے کہا۔

سارہ ہنس دی۔ ’’اتنے یقین سے نہ کہو یہ بات۔‘‘ اس نے کہا۔ ’’شاور روم میں تمہیں ضرورت کی ہر چیز موجود ملے گی۔ ریکٹ جوتے، کپڑے...... ہر چیز۔ وہ تو اچھا خاصا سٹور ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہیں دکھاتی ہوں۔‘‘ یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ باہر نکل کر وہ ایک سوئمنگ پول کے پاس سے گزرے۔ پول کے برابر ہی دو ٹینس کورٹ تھے، گراس کورٹ۔ ’’مجھے انہیں دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے۔‘‘ سارہ نے کورٹس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ’’خوبصورت ہیں...... ہے نا؟‘‘

’’بہت خوبصورت ہیں۔‘‘ جیف نے تائید کی۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ گھاس پر کبھی نہیں کھیلا تھا۔

سارہ اسے نیچی چھت والی ایک عمارت تک لے آئی۔ وہاں دروازے تھے...... ایک پر لیڈیز اور دوسرے پر جینٹس لکھا تھا۔ ’’جاؤ۔‘‘ سارہ نے اشارہ کیا۔ ’’یہاں تمہیں ہر چیز ملے گی۔‘‘

اندر داخل ہوتے ہی جیف کو اعتراف کرنا پڑا کہ سارہ نے درست کہا تھا۔ لاکر روم اچھا خاصا سٹور تھا۔ اس نے کپڑے بدلے، جوتے پہنے اور تین چار ریکٹ بغل میں دبا کر نکل آیا۔ گراس کورٹ پر چلنا خوشگوار لیکن عجیب لگ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ سارہ کو بہت محتاط ہو کر کھلانا ہوگا۔ کورٹ کے دوسرے حصے میں سارہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔ اس

کے موتیوں جیسے دانت دھوپ میں چمک رہے تھے پھر اس نے گیند اچھالی اور ریکٹ گھمایا۔ گیند جیف کے قدموں کے پاس گری۔ اس سے اسے اندازہ ہوگیا کہ سارہ اچھا کھیلتی ہے۔ اس کا پہلا تاثر غلط ثابت ہو رہا تھا۔ اگلے چند منٹ میں وہ تاثر کھل کر غلط ثابت ہوگیا۔ اس کے انداز میں، ہر شاٹ میں بلا کی خوبصورتی تھی۔ ان کی ریٹرن دینا نہایت آسان اور پُر لطف تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ اس کے حضور اپنے وجود کا نذرانہ پیش کر رہی ہے۔ گیند محض اس کے وجود کا استعارہ تھی۔ جیف کو ایسا لگا جیسے وہ ٹینس نہیں کوئی اور کھیل، کھیل رہا ہے اور اس کھیل میں لذت ہی لذت تھی۔ وہ نہ اس کھیل کا نام جانتا تھا اور نہ ہی اسے پوری طرح سمجھ سکتا تھا۔ بس وہ اتنا کہہ سکتا تھا کہ وہ ٹینس نہیں۔ کوئی نیا اور عجیب ہی کھیل ہے۔ ذہنی طور پر بے خبر سی لیکن اس کا جسم اس کھیل کو بہت اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ اسی لیے اس پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ ان دونوں کے درمیان 78 فٹ کا فاصلہ تھا اور اس کے باوجود ان کے درمیان رابطہ تھا۔ سارہ کہہ رہی تھی اور وہ سن رہا تھا۔

وولیز کا ردھم بڑھتا رہا۔ کھیل رقص کی صورت اختیار کر گیا۔ اب وہ کھلاڑی نہیں، صرف مرد اور عورت تھے۔ ان کے درمیان لمس کا رابطہ موجود تھا۔ گیند واسطے کا کام کر رہی تھی۔ جیف کی گھبراہٹ بڑھتے بڑھتے کشیدگی میں تبدیل ہوگئی تھی پھر وہ کشیدگی جیف کے لیے ناقابلِ برداشت ہوگئی۔ اس نے پوری قوت سے ڈرائیو کیا۔ سارہ نے گیند تک پہنچنے کی کوشش بھی نہیں کی جیف کو اپنی آنکھوں میں آنسو اُمڈتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اس نے خوبصورتی کو تباہ کر دیا تھا...... محض ایک ڈرائیو کے ذریعے لیکن یہ ضروری تھا۔

رقص ختم ہوگیا تھا...... خواہشات کا رقص۔ سارہ اس کے پاس چلی آئی۔ اس کی سانسیں بے ترتیب تھیں۔ اس کی آنکھوں کی نیلاہٹ سیاہی میں ڈھل گئی تھی اور وہ جیف کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔ جیف کو احساس ہوا کہ اب وہ لڑ رہے ہیں۔ حالانکہ انہیں وولیز کے دوران لڑنا چاہیے تھا۔ سارہ نے اسے سرتاپا دیکھا اور بولی۔ ’’تم نے ایسا کیوں کیا؟‘‘

’’کیسا؟‘‘

’’اتنا اچھا کھیل ہو رہا تھا، تم نے خواہ مخواہ اسے خراب کر دیا۔‘‘

’’آئی ایم سوری۔‘‘

’’میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے بہتر کھلاڑی ہو، یہ ثابت کرنے کی کوئی ضرورت ہی

نہیں تھی۔'' سارہ نے کہا پھر خود ہی موضوع بدل لیا۔''چلو، اب تیار ہو جاؤ کسی بھی وقت تمہارا بلاوا آ سکتا ہے۔''

''کیسے؟''

''مجھے معلوم ہے نیچے بھی ایک فون ہے جب تمہاری ضرورت ہوئی، ڈیڈی تمہیں کال کر لیں گے۔ بہتر ہے، اس سے پہلے نہا دھو کر کپڑے تبدیل کر لو۔''

کپڑے تبدیل کرنے کے بعد وہ دونوں یکجا ہوئے۔ کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں...... یک طرفہ۔ جیف تو بولنے کا قائل ہی نہیں تھا پھر لاکر روم میں فون کی گھنٹی بجی۔

''بس اب چل دو۔'' سارہ نے ہنستے ہوئے کہا۔''اب ہم کل ملیں گے۔''

☆======☆======☆

وہ گولڈ مین کی اسٹڈی میں داخل ہوا تو حیران رہ گیا۔ اس کی آرائش میں بلا کی سادگی تھی۔ ایک ڈیسک، ایک کاؤچ، دو کرسیاں، دیواریں خالی تھیں۔ ڈیسک پر دو فون رکھے تھے۔ ولیمز کاؤچ پر بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے۔''بیٹھ جاؤ۔'' گولڈ مین نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جیف نے نوٹ کیا کہ اس کی آنکھیں کبھی نہیں مسکرائیں۔''یہ میرا کام کا کمرا ہے۔'' اس نے مزید کہا۔''کہو، میری بیٹی کیسی لگی تمہیں۔''

''جی؟'' جیف نے حیرت سے کہا اور سوچنے لگا کہ اسے کیسے پتا چلا۔

''میں نے تم دونوں کو کھڑکی سے دیکھا تھا، تم والی کر رہے تھے۔'' گولڈ مین نے وضاحت کی۔

''وہ بہت اچھا کھیلتی ہے۔'' جیف نے تبصرہ کیا۔

''دل رکھنے والے جھوٹ سے میں بہت چڑتا ہوں۔'' گورلڈ مین نے کہا۔''وہ ہرگز اچھا نہیں کھیلتی۔ بس وہ دیکھنے میں اچھی ہے اور اس کے لیے یہی بہت کافی ہے۔''

جیف سوچ میں پڑ گیا۔ گولڈ مین بے وقوف ہرگز نہیں تھا۔ اسی وقت ولیمز نے اسے پکارا۔''جیف! میں چاہتا ہوں کہ تم ان کاغذات پر ایک نظر ڈال لو۔''

جیف نے کاغذات لیے، معاہدے پر ایک نظر ڈالی اور ولیمز سے پوچھا۔''آپ کا کیا خیال ہے؟''

''اسے پڑھو۔'' گولڈ مین نے کہا۔''پڑھے بغیر کبھی کسی چیز کو قبول نہیں کیا کرو۔''

جیف معاہدے کو پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ وہ اٹک اٹک کر پڑھ رہا تھا۔ اب وہ

انگلش روانی سے بول سکتا تھا لیکن لکھنے پڑھنے میں اسے اب بھی دشواری ہوتی تھی۔ معاہدے کی کچھ شقیں تو اس کی سمجھ سے بالکل ہی باہر تھیں۔ ویسے تو وہ معاہدہ ہی اس کے لیے پیچیدہ تھا۔ اس نے ولیمز سے مدد چاہی۔''آپ نے اسے پڑھ لیا ہے؟''

ولیمز مسکرا دیا۔''یہ معاہدہ میں نے ہی ڈرافٹ کیا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''آپ مطمئن ہیں نا؟''

''یہ معاہدہ تم کر رہے ہو، تمہی اسے نبھاؤ گے۔'' ولیمز نے نرم لہجے میں کہا۔

جیف جانتا تھا کہ وہ یہ لہجہ صرف سنجیدہ معاملات میں اختیار کرتا ہے۔''آپ مجھے اس کے بارے میں بتائیں۔'' اس نے کہا۔

''بیٹھ جاؤ، میں بتاتا ہوں۔'' گولڈ مین نے مداخلت کی جیف کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیے۔''کاروباری نکتہ نظر سے تم ایک اداکار ہو۔ یہ فیلڈ شو بزنس سے مشابہ ہے، جس میں تم قدم رکھ رہے ہو۔ یہ شو بزنس کی ایک بہت پرانی شکل ہے۔ تین ہزار سال پہلے جب گویے نہیں تھے، شاعر نہیں تھے، اس وقت ان کی جگہ ایتھلیٹ ہوتے تھے۔ ان دنوں انسان غاروں میں رہتا تھا۔ جانوروں کی سی زندگی گزارتا تھا۔ ان دنوں نوجوانوں کے درمیان مقابلے ہوتے تھے۔ کون پتھر زیادہ دور تک پھینک سکتا ہے، کون بہتر تیر انداز ہے۔ انہی دنوں میں کشتی کا فن دریافت اور مرتب کیا گیا۔ بعد میں ارتقا نے رنگ تخلیق کیا۔ عورتیں دورِ انسانیت کی اولیں ٹرافی کی حیثیت سے سامنے آئیں۔ ان مقابلوں میں ناکامی کی سزا موت یا زخم ہوتا تھا۔'' گولڈ مین نے ایک لمحہ توقف کیا، پھر اپنی بات جاری رکھی۔''فاتح کو ہر دور میں سراہا گیا۔ اس کے بت تراشے گئے۔ کسی کسی کو تو انعام کے طور پر شہر کے شہر دے دیئے گئے۔ یہ انسانی تاریخ ہے۔ اب بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔ فٹ بال کے میچ میں تماشائیوں کا ہیجان دیکھ لو۔ لوگ اب بھی خون دیکھنے کے شائق ہیں۔ باکسنگ کی مثال لے لو۔

مجھے ذاتی طور پر ٹیم گیم کبھی پسند نہیں رہے۔ میں انفرادی مقابلے پسند کرتا ہوں۔ ایسے مقابلے جن میں خون نہیں بہتا۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے ٹینس سے عشق ہے لیکن انسان کا معیار آج بھی وہی ہے۔ بنیادی طور پر وہ کھیل کے ذریعے اپنی وحشت کی تہذیب کرتا ہے اگر کسی کھیل میں خون نہیں بہتا، کوئی زخمی نہیں ہوتا تو اس کا کچھ متبادل ضرور ہونا چاہیے۔ لوگوں کی تسکین کے لیے کچھ تو ہو، ورنہ کھیل تماشائیوں سے محروم رہ جائے گا۔ چنانچہ ٹینس کے کھیل کو تھیٹر کی، فلم کی سطح پر لانا ہوگا۔

ویسے ٹینس اس سے سوا ہے۔ یہ اچھائی اور برائی کی تجسیم کا ڈراما ہے۔ یہ ایک ایسی کہانی ہے، جو بغیر لفظوں کے بیان کی جاتی ہے۔ ذرا سوچو اس کا آغاز بے یقینی ہے، انجام تکمیل ہے، فاتح ہیرو کہلاتا ہے۔ ڈرامے کی کامیابی کے لیے صرف اچھے کردار تحریر کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ اچھا اداکار بھی بہت ضروری ہوتا ہے۔ یہاں ٹینس کے سلسلے میں تمہیں یہی سکھایا جائے گا۔ بات صرف اتنی نہیں کہ اچھی ٹینس کیسے کھیلی جاتی ہے۔ یہ تم پہلے ہی سیکھ چکے ہو۔ سوال یہ ہے کہ بہترین پرفارمنس کیسے پیش کی جائے، کسی میچ کو تماشائیوں کے نقطۂ نظر سے دلچسپ کیسے بنایا جائے۔ میں نے ٹینس کے میچ کے دوران تماشائیوں کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھے ہیں۔ وہ ٹلڈن کا میچ تھا۔ تمہیں خود کو ٹلڈن کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا۔ ٹلڈن ایک عظیم کھلاڑی تھا لیکن وہ عظیم اداکار بھی تھا۔

قصہ مختصر یہ کہ تمہیں عظیم ترین کھلاڑی بننا ہے۔ بل ولیمز تمہیں کوچ کرے گا۔ تمہیں کھیل کو ڈرامائی اور ناقابلِ فراموش بنانے کی تربیت دی جائے گی۔ اب تم اس معاہدے پر دستخط کر دو۔''

جیف نے دستخط کر دیئے۔ وہ پہلا موقع تھا کہ اس نے اپنا نام کسی قانونی دستاویز پر دیکھا تھا۔ جیفری ولیمز، اسے اپنا نام بہت اچھا لگا۔ ٹینس کے کھلاڑی کے لیے بھی اور اداکار کے لیے بھی، وہ بہت اچھا نام تھا۔

''اس میں ایک شق انشورنس کی بھی ہے۔'' گولڈ مین نے مزید کہا۔ ''اگر تم مر جاؤ یا معذور ہو جاؤ تو مجھے مالی اعتبار سے نقصان نہیں ہوگا۔'' اس نے بے تاثر آنکھوں سے جیف کو دیکھا۔ ''اس لمحے سے تمہارا جسم ٹینس کی ملکیت ہے اور میری ملکیت ہے، میرا خیال ہے، تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو۔''

جیف خاموش رہا۔

''تمہیں امریکن لان ٹینس ایسوسی ایشن اور انٹرنیشنل ٹینس فیڈریشن کے جاری کردہ ضابطے یاد کرنا ہوں گے۔ کم ہی کھلاڑی ایسا کرتے ہیں۔ کسی بھی پھنسے ہوئے میچ میں وہ ضوابط تمہیں شکست سے بچا سکتے ہیں۔'' گولڈ مین نے جیف کی طرف دو کتابچے بڑھائے۔ ''اس میں تمام ضابطے ہیں۔ سکورنگ سسٹم بھی موجود ہے۔'' اس نے کہا۔

جیف نے کتابچے لے کر اپنی گود میں رکھ لیے۔ وہ فی الوقت پڑھنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

''یہ ٹینس کی بائبل ہے۔'' گولڈ مین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

☆======☆======☆

جیف کا کمرا ولیمز کے کمرے کے برابر ہی تھا۔ معاہدے کی رُو سے اسے پچاس ڈالر ہفتہ جیب خرچ ملتا تھا۔ کپڑے وہ جتنے چاہے بنا سکتا تھا۔ قیام و طعام گولڈ مین کے ذمے تھا۔ ہر چیز اول درجے کی تھی لیکن جیف کے پاس ان آسائشات سے لطف اندوز ہونے کے لیے وقت ہی نہیں تھا۔ اسے تو اپنا جیب خرچ استعمال کرنے کی بھی مہلت نہیں ملتی تھی۔ ہفتے کی شام اور اتوار کا دن کہنے کو اس کا اپنا تھا لیکن تھکن اتنی ہوتی تھی کہ وہ گھوڑے بیچ کر سونے پر مجبور ہوتا تھا۔ پہلی بار اسے پتا چلا تھا کہ محنت کیسی ہوتی ہے۔ وہ مشین کی طرح چلتا رہتا تھا۔ گولڈ مین نے تربیت کا شیڈول بہت سخت بنایا تھا۔

صبح چھ بجے وہ ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس پیتا پھر وہ پانچ میل دوڑ لگاتا۔ اس کے بعد وہ کھانے کے کمرے میں تنہا ناشتہ کرتا پھر وہ تہہ خانے میں جمنازیم کا رخ کرتا۔ وہاں وہ کسرت کرتا۔ پچاس بیٹھکیں، پچھتر ڈنڈ اور وزن کے ساتھ پچاس بیٹھکیں۔ کسرت سے فارغ ہوتے ہوتے آٹھ بج جاتے۔ اس وقت تک گھر میں کوئی بھی بیدار نہ ہوتا۔ خود گولڈ مین نو بجے سو کر اٹھتا تھا۔ اس وقت تک وہ تنہا ہوتا پھر وہ بیرونی ایکسر سائز میں مصروف ہو جاتا۔ گھوڑے کی باری آتے آتے نو بج جاتے۔ نو بجے جیم ٹریزر کی کسی ڈراؤنے خواب کی طرح نمودار ہوتا۔ وہ پستہ قامت تھا۔ اس کا سر انڈے کی طرح شفاف اور چکنا تھا۔ جسم اسٹیل کا بنا ہوا تھا اور گرفت آہنی تھی، وہ بولتا بہت کم تھا۔

جیف کو گھوڑے سے نفرت ہوگئی۔ اسے بازی گری کا کوئی شوق نہیں تھا۔ دوسری طرف، رکی ایک سے ایک پیچیدہ ایکسر سائز تجویز کرتا۔ جیف کی نفرت بڑھتی رہی۔ وہ جب بھی رکی سے شکایت کرتا، رکی سرگوشی میں کہتا۔ ''تم چھلانگ لگاؤ، گھوڑے کو پکڑنا میرا کام ہے۔''

گھوڑا اور وہ بھی لکڑی کا۔ ایک دن جیف پھسلا اور سر کے بل گرا۔ ایک لمحے کے لیے اس کے حواس جواب دے گئے۔ اسے خون نکلنے کا احساس بھی نہیں ہوا۔ وہ ہوش میں آیا تو رکی اس پر جھکا ہوا تھا۔ ''پھر کوشش کرو۔'' رکی نے کہا۔

جیف آپے سے باہر ہوگیا۔ ''میرا سر پھٹا جا رہا ہے اور تمہیں چھلانگوں کی فکر ہے۔''

''پھر کوشش کرو۔'' رکی نے دُہرایا۔

''لعنت ہو تم پر۔'' جیف غرایا۔

"بدزبانی مت کرو، پھر کوشش کرو۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"میں، مسٹر گولڈ مین سے شکایت کردوں گا۔" رکی نے کہا اور واپس چل دیا۔

"ضرور کرو۔" جیف نے چیخ کر کہا پھر وہ گھوڑے کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اسے رہ رہ کر غصہ آرہا تھا، رکی نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا کہ چوٹ زیادہ تو نہیں لگی۔ الٹا چھلانگوں پر مُصر ہوگیا۔ اس نے سر پر ہاتھ پھیرا۔ انگلیاں خون میں لتھڑ گئیں۔ اس نے باتھ روم میں جاکر سر پر پانی ڈالا۔ وہ تولیے سے بال خشک کررہا تھا کہ لاکر روم میں انٹر کام کا بزر بجا۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ "میرے کمرے میں آجاؤ۔" گولڈ مین کی آواز سنائی دی۔

"میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"رکی نے بتایا ہے کہ تمہارے سر میں چوٹ لگی ہے۔"

"ہاں۔"

"تم فوراً آجاؤ۔"

جیف، گولڈ مین کے کمرے کی طرف چل دیا۔ وہ اس سے پہلے مکان کے اس حصے میں کبھی نہیں گیا تھا لیکن سارہ اسے مکان کا نقشہ سمجھا چکی تھی، اس لیے اسے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ سارہ کا خیال آتے ہی وہ اس کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ عجیب لڑکی تھی۔ ان کی ملاقات کم ہی ہوتی تھی اور جب ہوتی تو سارہ کے انداز میں رکھ رکھاؤ ہوتا۔ یہ سوچ کر اسے غصہ آگیا۔ اسے سارہ سے بات کرنا تھی لیکن یہاں نہیں، کہیں باہر۔

اس نے دروازے پر دستک دی، جواباً گولڈ مین کی آواز سنائی دی۔ "آجاؤ۔"

گولڈ مین ناشتہ کررہا تھا۔ اس نے جیف کے لیے پیالی میں کافی انڈیلی اور پیالی جیف کی طرف بڑھا دی۔ جیف نے کافی کا طویل گھونٹ لیا۔

"تم گھوڑے سے چڑتے ہو؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"مجھے اچھا نہیں لگتا اور میں اس معاملے میں زیادہ اچھا بھی نہیں ہوں۔"

"دیکھو جیف! تم حالتِ تربیت میں ہو، کسی سپاہی کی طرح......" گولڈ مین نے سرد لہجے میں کہا۔ "اس تربیت کا پہلا اصول یہ ہے کہ جیسا میں کہوں، ویسا کرو۔ تمہیں اندازہ ہے کہ میں تم پر کتنا سرمایہ لگا رہا ہوں۔ تمہیں اپنے جیب خرچ کے سوا شاید کچھ نظر نہیں آتا لیکن ذرا سوچو، جو میں کھاتا ہوں، وہی تم کھاتے ہو۔ رہتے بھی یہیں ہو۔ کپڑوں کی تمہیں کمی نہیں۔ تم اس کیریئر کی طرف بڑھ رہے ہو جس کے لوگ صرف خواب دیکھ سکتے

ہیں۔ ذرا سوچو میں تمہارے لیے کیا کچھ کررہا ہوں، میں تمہیں لافانی بنا رہا ہوں۔ اس سے بڑا تحفہ تمہیں نہیں مل سکتا۔"

"جی ہاں۔" جیف نے کہا۔ دل ہی دل میں وہ سوچ رہا تھا کہ یہ شخص پاگل ہے۔ مجھے محتاط رہنا ہوگا۔

"میں جو کچھ کہتا ہوں، تمہاری بہتری کے لیے ہے۔ تمہارے لیے میرا کہنا ماننا بہت ضروری ہے، اگر میں کہوں کہ پیشاب کرو تو امکان نہ ہونے کے باوجود کوشش کرنا تم پر فرض ہے۔"

جیف نے بہ مشکل خود پر قابو پایا۔ اسے غصہ بھی آرہا تھا اور وہ خوفزدہ بھی تھا۔

"کل سے تم گھوڑے والی ایکسر سائز میں دلچسپی لو گے، نتیجہ خواہ کچھ بھی نکلے۔" گولڈ مین نے کہا پھر اس نے گھڑی دیکھی۔ "مس اسٹک کا وقت ہوگیا ہے، وہ تمہاری منتظر ہوگی۔"

جیف اٹھ گیا۔ اس نے سوچا کہ شام کو سینور سے دریافت کرے گا کہ کیا واقعی گولڈ مین اس کی تربیت کے سلسلے میں اتنا ہی بااختیار ہے۔ فی الحال اسے وقت گزارنا تھا۔ وہ پلٹا اور کمرے سے نکل گیا۔ گولڈ مین اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا پھر اس نے فون اٹھایا اور اپنی بیٹی کا نمبر ڈائل کیا۔ "سارہ!" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "تم جیف سے دوبارہ مل سکتی ہو۔ اسے ایک دوست کی ضرورت ہے لیکن یاد رکھو، بات صرف دوستی تک ہی رہنی چاہیے۔" اس نے ریسیور رکھ دیا۔

اپنے کمرے میں سارہ اس سلسلے میں سوچتی اور کڑھتی رہی اسے اس طرح استعمال کیا جانا پسند نہیں تھا۔ اس کی ماں کو بھی پسند نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

☆======☆======☆

جیف بغل میں تین ریکٹ دبائے کورٹس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مس اسٹک کورٹ نمبر 2 میں اس کی منتظر تھی۔ اسے مس اسٹک سے کھیلتے ہوئے صرف دو ہفتے ہوئے تھے۔ مس اسٹک ناقابلِ شکست تھی۔ اس کے ساتھ دو گھنٹے کھیلنے میں جسم کی تمام ہڈیاں بول جاتی تھیں۔ اس کے ڈرائیوز گولی کی طرح تیز اور پرفیکٹ ہوتے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ جیف کو یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ کیا کرے گی۔ چوپ کرے گی، ڈرائیو کرے گی یا لاب کرے گی۔ وہ سرو کرتی تو اس کی رفتار سو میل فی گھنٹا سے زیادہ ہوتی۔ بیک اسپن اتنی شاندار ہوتی کہ گیند تیزی سے نیٹ کی طرف پلٹ جاتی۔ جیف پھرتی کی انتہا کر دیتا

لیکن ریٹرن نہ دے پاتا۔ اس کے ڈراپ شاٹ لاجواب ہوتے اور وہ جب بھی موڈ میں ہوتی، ناقابلِ واپسی سروس کا مظاہرہ کرتی۔ درحقیقت وہ دنیا کے بہترین کھلاڑی سے بہتر تھی اور وہ جیف کی تربیتی پارٹنر تھی۔ کبھی کبھی جیف رات کو اسے خواب میں دیکھتا۔ وہ جاگتا تو اس کا جسم پسینے میں ڈوبا ہوا ہوتا۔ اس کا وجود نفرت اور غصے میں پھنک رہا ہوتا۔ یہ بات احمقانہ تھی۔ مس اسٹک سے نفرت اور ناراضی کا کوئی جواز ہی نہیں تھا۔ کیونکہ وہ انسان نہیں تھی۔

درحقیقت مس اسٹک کو ٹیبل ٹینس کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ وہ زیادہ بڑی نہیں تھی۔ اس کے پیٹ میں پنگ پانگ کی ایک ہزار گیندیں تھیں۔ اس میں دو پہیے تھے جو ایک دوسرے سے ٹکراتے تھے اور گیند کو نیٹ کے پار پھینکتے تھے پھر اس میں تبدیلیاں کی گئیں۔ اب اس کے منہ سے ٹینس کی گیند نکلتی تھی۔ ایک ڈائل کے ذریعے گیند کی اسپن، سمت اور قوت کو کنٹرول کیا جاتا تھا۔ اس کی فائرنگ میں کوئی ترتیب نہیں ہوتی تھی۔ اس کا سامنا کرنا کسی مشین گن کا سامنا کرنے کے مترادف تھا۔ ہر چند سیکنڈ کے بعد وہ ایک گیند اگل دیتی۔ وہ وقفہ بھی متنوع تھا۔ گیند کی رفتار اور درستی انتہائی غیر انسانی تھی۔ اس میں پرفیکشن تھا۔ جیف کو یہ علم نہیں ہوتا تھا کہ اسے کس شاٹ کا سامنا کرنا ہے۔ اس کے پیچیدہ میکنزم میں ایک کمپیوٹر کا اضافہ کر دیا گیا تھا۔ وہ کمپیوٹر پروگرامنگ کے کام آتا تھا۔ اس کا دہانہ نال کی شکل کا تھا اور مسلسل آگے پیچھے ہوتا رہتا تھا۔

جیف اپنے کشیدہ اعصاب کے ساتھ اس کا انتظار کرتا۔ وہ عموماً میڈیم فاسٹ ڈرائیو سے کھیل کا آغاز کرتی۔ دس پندرہ منٹ اسے وارم اپ کے لیے دیتی۔ اس کے پیٹ میں پانچ سو سے زیادہ گیندیں تھیں۔ جیف کو جب بھی موقع ملتا، وہ اس کے دہانے کو نشانہ بناتا۔ وہ اسے انگریزی اور ہسپانوی میں گالیاں بکتا۔ جیسے جیسے مس اسٹک کے ڈرائیوز میں تیزی آتی، اس کی برہمی بڑھ جاتی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ حماقت ہے لیکن خود پر قابو رکھنا ناممکن تھا۔ وہ پریکٹس کے دوران لمحہ بہ لمحہ اسے دیوانگی کی حدود میں دھکیلتی۔ پریکٹس کے آخر میں اسپن کی باری آتی۔ اس کی اسپن کی ریٹرن دینا، دنیا کے کسی بھی کھلاڑی کے بس میں نہیں تھا لیکن جیف گالیاں بکتا رہتا اور کوشش کیے جاتا۔ ایک بار اس نے جھنجلا کر اپنا ریکٹ ہی اس کے منہ پر دے مارا تھا لیکن اس پر کچھ اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ اس پر بدستور گیندیں اگلتی رہی تھی۔ جیف کی نفرت دن بہ دن بڑھتی رہی۔ وہ اس مشین سے نفرت کرتا تھا۔ وہ پریکٹس سے نفرت کرتا تھا۔ اسے احساس تھا کہ وہ مشین اسے بھی

ایک مشین میں تبدیل کر رہی ہے۔

مس اسٹک ایک بٹن دبانے سے اسٹارٹ ہوتی تھی۔ وہ بٹن تاروں کے جنگلے سے منسلک تھا۔ وہ جنگلے کی طرف بڑھا اور اس نے بٹن دبا دیا۔ بٹن دبا کر وہ کورٹ میں پلٹ آیا۔ اب وہ اس ذلیل مشین کے حملے کا منتظر تھا۔ مشین حملے کا آغاز بڑی خاموشی سے کرتی تھی بغیر کسی تنبیہہ کے۔ مشین کا نال نما دہانہ متحرک ہو گیا۔ جیف سینٹر کورٹ میں اس پر نظریں جمائے کھڑا رہا پھر اچانک مشین نے لاب اگلا۔ جیف تیزی سے لپکا اور اس نے مس اسٹک کے دہانے کو نشانہ بنایا۔ وہ ہمیشہ کوشش کرتا تھا کہ اس کی ریٹرن کسی طرح اس کے نال نما دہانے میں گھس جائے تاکہ مشین کچھ روز کے لیے بیکار ہو جائے لیکن گیند ہمیشہ اس کے دہانے کی بیرونی چکنی دیوار سے ٹکرا کر اس کے عقب میں تنے ہوئے نیٹ میں جا گرتی تھی۔ دوسرا حملہ اس کے بیک ہینڈ کی جانب گہرائی میں میڈیم فاسٹ ڈرائیو تھا۔ اس نے نیٹ سے ایک فٹ اوپر شاندار ریٹرن دی۔ گیند مس اسٹک کے جال میں گئی مس اسٹک کا دہانہ متحرک ہو گیا۔ جیف نے اسے گالی دی۔ آئندہ دو گھنٹے تک یہی کچھ ہونا تھا۔ اس کا جسم پسینے میں شرابور ہو گیا۔ وہ نفرت اور خوف کی آگ میں جلے گا۔ اس کی زبان سوج جائے گی اور انگلیاں ریکٹ پکڑے پکڑے سپید پڑ جائیں گی۔ ان دو گھنٹوں کے دوران اس کے نزدیک دنیا میں مس اسٹک کے سوا کہیں کچھ نہیں تھا۔

جیف جانتا تھا کہ مس اسٹک ناقابلِ شکست ہے لیکن وہ ہر روز اسے شکست دینے کی کوشش کرتا تھا۔ رات کو اکثر وہ اسے خواب میں دیکھتا اور اپنے پاور فل ڈرائیوز کے ذریعے اسے ختم کر دیتا۔ اس کا متحرک دہانہ ہمیشہ کے لیے بے حس و حرکت ہو جاتا۔ اس کی اذیت میں ڈوبی ہوئی غیر انسانی چیخ سنائی دیتی اور پھر وہ مر جاتی۔ کبھی یوں ہوتا کہ خواب میں وہ پھیلنے لگتی۔ گولڈ مین کے مکان سے بھی بڑھ جاتی۔ اس کا دہانہ سالم انسان جتنا ہو جاتا۔ ایسے میں وہ گیندیں اگلنے کے بجائے نگلنے کا عمل شروع کر دیتی۔ جیف ریکٹ لہراتے ہوئے چیختا۔ نفرت اور غصے سے لیکن بالآخر وہ بھی اس کی زد میں آ جاتا اور وہ اسے زندہ نگل لیتی۔ اس کی آنکھ کھلتی تو بستر تک پسینے میں بھیگا ہوا ہوتا۔

مس اسٹک خوابوں میں اسے زندہ نگلتی تھی لیکن حقیقت میں وہ آہستہ آہستہ اسے سنوار رہی تھی تخلیق کر رہی تھی۔ وہ خود بھی ایک مشین بن رہا تھا۔ ایسی مشین جو ہر روز دوسری مشین سے لڑتی مگر ہار جاتی کیونکہ دوسری مشین کا ٹیمپو ہمیشہ اس کے مقابلے میں تیز ہوتا تھا۔ مس اسٹک کسی خودکار عمل کے ذریعے اپنی برتری برقرار رکھتی تھی۔ دوسرے

گھنٹے کے اختتام کے قریب جیف کا یہ حال ہوتا کہ اس کے عضلات گویا ربر کے ہو جاتے، ریکٹ اسے منوں وزنی محسوس ہوتا اور وہ گیند کو بڑی بے بسی سے اپنی پہنچ سے دور جاتے دیکھتا رہتا، اسے کوئی پروا نہیں ہوتی۔

سوال یہ تھا کہ مس اسٹک اس کے ساتھ کیا کر رہی ہے۔ وہ اسے ٹینس کا عظیم ترین کھلاڑی بنا رہی ہے...... یا اسے کوئی غیر انسانی روپ دے رہی ہے۔ جیف یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس میں تجزیئے کی قوت رہی کہاں تھی۔ سب کچھ تو اس مشین نے نچوڑ لیا تھا، اسے خود پر شرم آتی کہ وہ ایک مشین سے شکست کھا رہا ہے۔ مشین جو بہرحال ایک انسان کی تخلیق ہے۔

اس نے عہد کیا تھا کہ کسی دن وہ کسی وزنی ہتھوڑے کی مدد سے مس اسٹک کو کچل ڈالے گا پھر اسے رولر کے ذریعے کورٹ میں دبا دے گا، اس طرح وہ کورٹ کا جزو بن جائے گی لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔ ابھی وہ تیار نہیں تھا۔ اس قتل کی آرزو اسے مہمیز کرتی تھی، وہ اسی کے زور پر ناممکن قسم کے شاٹس کی ریٹرن دینے لگا تھا۔

☆======☆======☆

مشین جس خاموشی سے اسٹارٹ ہوئی تھی، اسی خاموشی سے رک بھی گئی۔ جیف نے اپنا ریکٹ نیچے رکھا اور اس کسان کی طرح گھٹنوں کے بل جھک گیا جو دن بھر جان توڑ محنت کے بعد خدا سے اپنی محنت کا پھل طلب کرتا ہے۔ اس کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں اور پسینہ آنکھوں میں اتر آیا تھا۔ وہ کچھ دیکھنے کے قابل نہیں تھا۔ اس کا پورا جسم دکھ رہا تھا۔ مس اسٹک کی خاموشی کا مطلب یہ تھا کہ گیارہ بج چکے ہیں۔ اب اسے نہانے کے بعد کچھ دیر آرام کرنا تھا۔ کچھ دیر کے لیے وہ آزاد تھا۔

اپنے کمرے میں جا کر وہ شاور کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ اس بڈھے مزدور کی طرح جو مشقت سے نڈھال ہو کر اپنے بستر پر ڈھیر ہو جاتا ہے۔ باتھ روم سے نکل کر وہ بستر پر لیٹ گیا۔ اس نے وقت گزاری کے لیے ایک کتاب اٹھالی۔ گزشتہ چھ ماہ سے یہی کچھ ہو رہا تھا۔ وہ غیر انسانی ٹینس کھیل رہا تھا۔ اس عرصے میں اسے ٹینس کے لیے کوئی انسان پارٹنر میسر نہیں آیا تھا۔ وہ مختصر مطالعہ اس کی واحد تفریح تھی۔

پھر کھانے کا وقت ہو گیا۔ کھانے کے معاملے میں بھی اس کی مرضی نہیں چلتی تھی۔ اس کا کھانا ٹریننگ سے مطابقت رکھتا تھا لیکن اب اسے زیادہ بھوک بھی نہیں لگتی تھی اور وہ پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں کھاتا تھا۔

کھانے کے بعد سروس کی پریکٹس کا مرحلہ تھا۔ سینور گیندوں کی باسکٹ لیے کورٹ میں موجود تھا۔ اس سیشن کے دوران عموماً وہ مختصر ترین گفتگو کرتے تھے۔ ان دو گھنٹوں میں جیف صرف سرو کرتا تھا۔ ولیمز اس کے برابر کھڑا اسے ہدایت دیتا رہتا۔ امریکن ٹوئسٹ سلائس، اسٹریٹ سروس، لیفٹ ہینڈ کارنر، رائٹ ہینڈ کارنر، جیف اس کی فرمائش کے مطابق سرو کرتا۔ سروس ریسیو کرنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا۔

اس کے بعد گیم کھیلا جاتا۔ درحقیقت وہ گیم نہیں تھا بلکہ اسے بال کنٹرول کی ایکسر سائز کہنا چاہیے۔ پہلے نیٹ پریکٹس ہوتی۔ گیند کو زیادہ سے زیادہ دیر ہوا میں رکھنے کی کوشش کی جاتی۔ مسلسل وہ والیز کھیلی جاتیں۔ اب جیف کھیل کے لحاظ سے سینور سے آگے نکل چکا تھا۔ اس کے باوجود مسلسل پانچ پانچ منٹ تک والیز ہوتیں پھر سروس ایریا کا کھیل ہوتا جیف کو وہ کھیل ناپسند تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ اس سے کھیل میں نزاکت کا عنصر اجاگر ہوتا ہے۔ جیف کوشش کرتا کہ سینور کو دوڑنا نہ پڑے۔ اس کی عمر زیادہ تھی۔ سینور وہ شخص تھا، جس نے اسے زندگی دی تھی۔ وہ سینور کو اس دھوکے میں مبتلا رکھتا کہ کھیل کا کنٹرول اب بھی سینور ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اسے اس ترکیب سے گیندیں فیڈ کرتا کہ اسے کھلائے جانے کا احساس بھی نہ ہوتا۔

جیف کو سینور کے ساتھ کھیلنے میں لطف آتا تھا۔ وہ اس کے لیے آرام کرنے کے مترادف تھا۔ سینور کی رفتار اتنی سُست تھی کہ جیف کو کئی سیکنڈ پہلے علم ہو جاتا کہ گیند کہاں گرے گی۔

انہوں نے پریکٹس ختم کی تو ساڑھے تین بج چکے تھے۔ وہ دونوں کورٹ سے نکل آئے۔ ”میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“ جیف نے کہا۔

”کہو، کیا بات ہے، کوئی گڑبڑ؟“

”گولڈ مین کس حد تک میرا مالک ہے؟“

”پچاس فیصد۔“

”کتنے عرصے تک؟“

”پانچ سال۔“

”اور اب تک میں نقصان دہ سرمایہ کاری ثابت ہو رہا ہوں۔“ جیف نے کہا۔ ”مجھے اس مشین سے کب تک کھیلتے رہنا ہوگا؟“

”جب تک گولڈ مین کے خیال میں تم تیار نہیں ہو جاتے۔“

''لیکن میں تیار ہو چکا ہوں۔''

''ممکن ہے۔'' سینور نے کہا اور بڑے پیار سے اس کا سر سہلایا۔ وہ جانتا تھا کہ لڑکے کو رام کرنے کی یہ ترکیب ہمیشہ مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ ''دیکھو بیٹے! تمہیں تحمل سے کام لینا ہو گا۔ میں جانتا ہوں کہ تم اعصاب شکن مراحل سے گزر رہے ہو لیکن میں نے تمہیں شروع میں ہی بتا دیا تھا۔''

''اب میں اس سے زیادہ کیا سیکھوں گا۔ کیا وہ چاہتا ہے کہ میں مشین کو شکست دوں، جبکہ وہ ناقابلِ شکست ہے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو، اس مشین کو کوئی شکست نہیں دے سکتا۔''

''اب مجھے اور کیا سیکھنا ہے؟''

''ہیں کچھ چیزیں۔''

''اب آپ مجھے کچھ نہیں سکھا سکتے۔'' بالآخر جیف نے سچائی اگل دی۔

''ایسی باتیں نہ کرو، میں اب بھی تمہیں کھلا سکتا ہوں۔''

''شرط لگائیں گے۔'' جیف نے سرد لہجے میں کہا۔

''کیسی شرط؟''

''میں اس کے بعد کبھی احتجاج نہیں کروں گا، خواہ یہ تربیت دس سال تک جاری رہے اور میں جیت گیا تو یہ غیر ضروری تربیت ختم، میں ٹینس کھیلنا چاہتا ہوں۔'' جیف نے کہا۔ ''اس کے لیے آپ کو پورے میچ میں صرف تین گیم جیتنا ہوں گے اگر آپ نے تین میچ جیت لیے تو میں خود کو شکست خوردہ تصور کروں گا۔''

سینور نے قہقہہ لگایا۔ ''مجھے حلوا سمجھ رہے ہو۔ اچھا یہ بتاؤ، کب کھیلنا چاہتے ہو۔''

''ابھی...... اسی وقت۔''

''منظور ہے۔''

''لیکن میری ایک شرط ہے۔ مسٹر گولڈ مین ریفری ہوں گے اور رکی بال بوائے۔''

''ٹھہرو، میں فون پر مسٹر گولڈ مین سے بات کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ لاکر روم کی طرف چلا گیا۔

جیف اس کا انتظار کرتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ اس نے خود کو بڑی آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ سینور اب بھی کوئی تر نوالہ نہیں تھا۔ اس کے پاس تجربہ تھا۔ وہ لوگوں کو ٹینس سکھاتا تھا لیکن جیف جانتا تھا کہ اپنے کھیل سے صرف وہی واقف ہے، کسی اور کو تو اندازہ بھی

نہیں ہو سکتا کہ وہ کتنا اچھا کھلاڑی بن گیا ہے۔ میں خود بھی پوری طرح کہاں جانتا ہوں، اس نے سوچا۔

سینور واپس آ گیا۔ ''وہ دونوں آ رہے ہیں۔'' اس نے جیف کو بتایا۔ ''گولڈ مین کو تمہارا آئیڈیا پسند آیا ہے۔''

''بہت خوب۔''

''وولی کرو گے؟''

''نہیں، میں تیار ہوں۔'' جیف نے کہا۔ ٹینس کھیلنے کے لیے وہ ہمہ وقت تیار رہتا تھا۔

سینور تنہا ہی پریکٹس کرنے لگا۔ جیف کو اندازہ ہو گیا کہ وہ نروس ہو رہا ہے۔ وہ سینور کا ہر انداز پہچانتا تھا۔ وہ سینور سے اپنے تعلق کے بارے میں سوچنے لگا۔ سینور میں کوئی ایسی بات تھی جو اسے پریشان کر دیتی تھی۔ کوئی ناقابلِ فہم بات۔ ''میں اس سے محبت کرتا ہوں...... اسے پسند کرتا ہوں۔ اس نے سوچا لیکن نہ جانے کیوں، یہ جب بھی مجھے چھوتا ہے، مجھے بُرا لگتا ہے۔ حالانکہ محبت کا لمس خوشگوار ہوتا ہے، بھلا لگتا ہے۔''

وہ تینوں کورٹ کی طرف بڑھتے نظر آئے۔ گولڈ مین، رکی اور سارہ۔ رکی کے ہاتھ میں امپائر والی کرسی تھی۔ اس نے کورٹ نمبر ایک کے باہر وہ کرسی رکھ دی پھر اس نے گیند کا ڈبا کھولا۔

امپائر والی کرسی بہت اونچی تھی۔ اس کے پہلو میں منسلک سیڑھی تھی۔ گولڈ مین خاموشی سے سیڑھی پر چڑھ گیا۔ وہ اچھا خاصا مسخرہ لگ رہا تھا۔ سارہ جیف کو دیکھ کر مسکرائی اور امپائر کی کرسی کے برابر والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''اے رکی! یہ کرسی محفوظ ہے نا؟'' گولڈ مین نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی۔ ''مجھے بلندی اچھی نہیں لگتی۔''

''آپ فکر نہ کریں مسٹر گولڈ مین! کرسی بہت مضبوط ہے۔'' رکی نے جواب دیا۔

جیف کی سماعت کے لحاظ سے وہ رکی کا طویل ترین جملہ تھا۔ وہ مسکرایا اور پھر سینور کی طرف متوجہ ہوا۔ ''آپ سرو کریں۔'' اس نے کہا۔

''ٹاس کر لو۔''

''نہیں آپ سرو کریں۔'' جیف نے کہا اور بیس لائن کی طرف چل دیا۔

سینور نے گیند اچھالی اور سروس کی جیف نے دل ہی دل میں اس سے معذرت

کی۔ سوری سینور! آج تو تمہیں دوڑنا ہی پڑے گا۔ اس نے گیند کو خوفناک رفتار کے ساتھ کراس کورٹ کر دیا۔ سینور کے گیند تک پہنچنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ ''15 صفر'' گولڈ مین نے اعلان کیا۔

سینور نے مزید تین بار سرو کیا۔ جیف کو حیرت ہوئی کہ ہر بار اس کی ریٹرن وہیں گری، جہاں وہ گرانا چاہتا تھا۔ مس اسٹک کے ناممکن شاٹس کے سامنے سینور کے شاٹس بالکل بے جان معلوم ہو رہے تھے۔

انہوں نے خاموشی سے کورٹ تبدیل کیا۔ سینور کا چہرہ سپید پڑ گیا تھا۔ جیف نے گیند اچھالی، اس کے ریکٹ نے قوی حرکت کی۔ سینور نے ریٹرن دی۔ جیف نے گیند کو بہ آسانی پنچ کر دیا۔ گیند سینور کے قدموں کے پاس گری۔ سکور صفر، 15 عرصہ دراز کے بعد جیف کو یاد آیا کہ ٹینس ایک پُر لطف کھیل ہے۔ مس اسٹک کے ساتھ تو وہ اسے اذیت وہ محسوس ہوتا تھا۔ اس کی اپنی رفتار اتنی زیادہ تھی کہ وہ ریٹرن آنے تک ذہن میں شاٹ بنا لیتا تھا اور پھر وہی شاٹ بہ آسانی مطلوبہ جگہ پر کھیل دیتا تھا۔ سینور گیند جہاں بھی دیتا، وہ جیف کو وہاں موجود پاتا۔ وہ حیران نظر آ رہا تھا۔ جیف نے پہلا سیٹ صفر، 6 پر جیت لیا۔ ایک گھنٹے بعد میچ بھی ختم ہو گیا۔ جیف نے اسٹریٹ سیٹس میں میچ جیتا تھا، سینور ایک گیم بھی نہیں جیت سکا تھا۔ بارہ گیمز کھیلے گئے تھے اور اس دوران سینور صرف آٹھ پوائنٹ حاصل کر سکا تھا۔ جیف کا یہ حال تھا کہ ابھی وہ ایسے تین میچ اور کھیل سکتا تھا۔

جیف نیٹ کی طرف گیا اور اس نے سینور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ سینور نے اس سے ہاتھ ملایا اور پھر اچانک ہی ڈھیر ہو گیا۔ اس نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

''آپ ٹھیک تو ہیں نا؟'' جیف نے پوچھا۔

''ہاں......بس ذرا تھک گیا ہوں۔'' سینور نے جواب دیا۔ اسے اچانک زمین اپنے پیروں کے نیچے سرکتی محسوس ہوئی تھی اور پھر اس کی ٹانگیں جواب دے گئی تھیں۔

جیف پلٹا اور امپائر کی کرسی کی طرف بڑھ گیا۔ رکی گیندیں جمع کر کے باسکٹ میں رکھ رہا تھا۔ ''شاباش، تم بہت اچھے بال بوائے ہو۔'' جیف نے اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''اگر اس وقت میری جیب خالی نہ ہوتی تو میں تمہیں بہت تگڑی ٹپ دیتا۔''

رکی نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ''بیٹے! تم سے کل جمنازیم میں ملاقات ہو گی۔'' اس کے لہجے میں دھمکی تھی۔

جیف پلٹا۔ سارہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن جیف کے انداز میں کوئی ایسی

بات تھی کہ وہ خاموش رہی۔ گولڈ مین اب بھی کرسی پر چڑھا ہوا تھا۔ جیف نے کرسی کے پائے دونوں ہاتھوں سے تھام لیے۔ ''مسٹر گولڈ مین! کیا میں تیار ہو چکا ہوں؟'' اس نے پوچھا۔

''ممکن ہے۔'' گولڈ مین نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''لیکن ولیمز ایک بڈھا آدمی ہے، وہ کبھی بہت اچھا کھلاڑی نہیں رہا۔ بنیادی طور پر وہ ایک کوچ ہے۔''

جیف نے کن انکھیوں سے سینور کی طرف دیکھا۔ جواب اٹھ بیٹھا تھا اور گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

''تو آپ مجھ سے کھیل لیں۔'' جیف نے گولڈ مین کو چیلنج کیا۔ ''شرائط یہی ہوں گی۔''

گولڈ مین خاموش رہا۔

''جواب دیں۔'' جیف نے کرسی کو ذرا سا ہلایا۔ ''کیا آپ مجھ سے تین گیم بھی نہیں جیت سکتے؟''

''کرسی نہ ہلاؤ۔'' گولڈ مین چلایا۔ ''اے رکی! میں نیچے اترنا چاہتا ہوں۔''

''ابھی آپ کو مجھ سے بات کرنا ہے۔ بتائیں کیا میں کھیلنے کے لیے تیار ہو چکا ہوں؟'' جیف نے کرسی کو ایک اور جھٹکا دیا۔

''اے، کرسی کو چھوڑ دو۔'' رکی نے چیخ کر کہا۔

جیف نے کرسی کو زور سے ہلایا۔ گولڈ مین کا چہرہ سپید پڑ گیا۔

''خدا کے لیے۔'' گولڈ مین نے رکی کو پکارا۔ ''رکی! اسے روکو۔''

''ہٹ جاؤ کرسی کے پاس سے۔'' رکی نے جیف کو ڈپٹ کر کہا۔

''ابھی مجھے مسٹر گولڈ مین سے بات کرنا ہے۔'' جیف نے ایک ہاتھ سے کرسی کا پایا چھوڑ کر ریکٹ اٹھایا۔ انداز میں دھمکی تھی۔ ''تم بکواس مت کرو۔'' اس نے رکی سے کہا۔

''مسٹر گولڈ مین اترنا چاہتے ہیں۔''

''چھوڑ دو نا جیف۔'' سارہ نے التجا کی۔ ''ڈیڈی کو بلندی سے خوف آتا ہے۔''

''ابھی چھوڑ دوں گا، تم فکر نہ کرو۔''

''مسٹر گولڈ مین! کیا میں اس شخص کی ہڈیاں توڑ دوں۔'' رکی نے پوچھا۔

''کوشش کر دیکھو۔'' جیف نے ریکٹ گھماتے ہوئے کہا۔

''اس ریکٹ سے مجھے دھمکاتے ہو۔'' رکی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ''اس سے میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔''

''میں تمہارا سر کھول دوں گا۔ منہ توڑ دوں گا تمہارا دور ہٹو۔''

رکی ٹھٹک گیا۔ ''تم پاگل ہو گئے ہو؟''

''مسٹر گولڈ مین! کیا میں تیار ہو چکا ہوں۔'' جیف نے کہا۔ اس نے ہر لفظ کے ساتھ کرسی کو زوردار جھٹکا دیا تھا۔

''ہاں...... ہاں...... ہاں...... ہاں۔'' گولڈ مین تقریباً رو دیا، اس وقت وہ چھوٹا سا بچہ لگ رہا تھا۔ ''میں اس کرسی سے اترنا چاہتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے، میں کرسی کو پکڑے ہوئے ہوں۔ آپ اتر آیئے۔''

''نہیں میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا۔''

جیف ایک طرف ہٹ گیا اور رکی نے کرسی تھام لی۔ گولڈ مین اتر آیا۔ اس نے جیف کو عجیب سی نظروں سے دیکھا اور پوچھا۔ ''تم مجھے ناپسند کرتے ہو۔''

''جی ہاں، میں آپ کو بالکل پسند نہیں کرتا۔'' جیف نے چٹخارا لیتے ہوئے کہا۔

''اس کی ضرورت بھی نہیں۔'' گولڈ مین کا لہجہ سخت ہو گیا۔ ''بس تم اسی طرح ٹینس کھیلتے رہو۔ اب مجھے اپنی سرمایہ کاری پر منافع ملنا چاہیے۔ اگلے ہفتے تمہیں سرکٹ میں متعارف کرا دیا جائے گا۔ یاد رکھو، میں تمہارے پچاس فیصد کا مالک ہوں۔ آئندہ پانچ سال میں تمہارے خون پسینے کی کمائی کا پچاس فیصد میرا ہو گا تم میرے لیے کسی مزدور کی طرح محنت کرو گے سمجھے؟''

''اس کی آپ فکر نہ کریں۔ وہ میری تفریح بھی ہو گی۔'' جیف نے کہا۔ وہ خود کو آزاد محسوس کر رہا تھا۔

وہ سب واپس چل دیئے۔ سارہ نے جیف کا ہاتھ تھام لیا۔ ''تمہاری سالگرہ کب ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''مجھے معلوم نہیں۔ مجھے یہ بھی پتا نہیں کہ میری عمر کتنی ہے۔'' جیف نے جواب دیا۔

''اس کی وجہ؟''

''یہ ایک طویل کہانی ہے۔''

''مجھے کب سناؤ گے؟''

جیف چند لمحے سوچتا رہا پھر شکایتی لہجے میں بولا۔ ''تم مجھ سے گریز کرتی رہی ہو۔''

''میں بہت مصروف تھی۔'' سارہ نے کہا۔ ''میرے ذہن میں ایک آئیڈیا ہے۔ کیوں نہ تم آج اپنی سالگرہ مناؤ ایک اعتبار سے یہ سچ بھی ہے۔ آج مجھے کہیں لے کر

چلو، آج تمہاری اٹھارویں سالگرہ ہے۔''

''ٹھیک ہے۔''

''میں تمہیں تحفہ بھی دوں گی۔ سوچ سمجھ کر۔'' سارہ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

اس شام جیف خوب گہری نیند سویا۔

☆======☆======☆

سارہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی۔ جیف نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ سارہ نے اسے ڈرائیو کرنے کے لیے نہیں کہا۔ اسے ڈرائیونگ آتی ہی نہیں تھی۔ اس نے سینور کو چیک دے کر اس سے دو سو ڈالر لے لیے تھے۔ اتنی بڑی رقم اس سے پہلے کبھی اس کے ہاتھ میں نہیں آئی تھی۔

''ہم پرینو میں چلیں گے۔'' سارہ نے کہا۔ ''وہ لاس اینجلز کا بہترین ریسٹورنٹ ہے مہنگا بھی ہے۔'' اس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

جیف خاموش رہا۔ وہ خود بھی یہی چاہتا تھا۔ اس سے پہلے وہ کبھی کسی اچھے ریسٹونٹ میں نہیں گیا تھا۔

سارہ کا اصرار تھا کہ کھانے سے پہلے کچھ پیا جائے۔ جیف نے اپنے لیے وہسکی اور سوڈا منگایا۔ سینور ہمیشہ وہی پیتا تھا لیکن اسے وہسکی پسند نہیں آئی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ آئندہ شراب کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ پینے کے بعد ہیڈ ویٹر انہیں ایک ٹیبل کی طرف لے گیا۔ ''یہ ڈیڈی کے لیے مخصوص ہے۔'' سارہ نے اسے بتایا۔

پرینو میں ہر شخص سارہ سے واقف تھا۔ ریسٹورنٹ کا ہر فرد اس کے آگے پیچھے گھوم رہا تھا۔ ہیڈ ویٹر نے ڈنر کے سلسلے میں خود ہی ڈشز کی ترتیب پیش کی۔ جیف سر کو تفہیمی جنبش دینے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔

آسائشات کی وہ دنیا اس کے لیے یکسر اجنبی تھی۔ کھانے کی اس کے نزدیک کبھی اہمیت نہیں رہی تھی۔ بھوکے رہنے کی عادت نے کھانے کی اہمیت کو ختم کر دیا تھا لیکن اس طرح کے بچھ جانے والے رویے سے وہ ناآشنا تھا۔

سارہ خاموش تھی لیکن وہ عجیب مسرت آمیز خاموشی تھی۔ جیف کا خود بھی گفتگو کو جی نہیں چاہا۔

''کیسا لگ رہا ہے؟'' سارہ نے کھانے کے بعد پوچھا۔

''اتنا اچھا وقت میں نے پہلے کبھی نہیں گزارا۔'' جیف نے جواب دیا۔ ''یہ سب کچھ

ایک خوبصورت خواب کی طرح ہے اور تم اس خواب کا اہم ترین حصہ ہو۔“
”میں سمجھی نہیں۔“
تب کہیں جیف کو احساس ہوا کہ اس نے بلا ارادہ ہسپانوی میں جواب دیا تھا۔ جانے کیوں اس نے وہ بات انگریزی میں نہیں کہی۔ البتہ اس کی مسکراہٹ نے وہ سب کچھ یوں کہہ دیا کہ لفظ بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ سارہ نے مہکتی انگلیوں سے اس کے ہاتھ کو چھولیا۔ جیف نے بے ساختہ اس کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا۔ سارہ بھی مسکرانے لگی۔ وہ مسکراہٹ بے حد دل آویز تھی۔

کھانے سے فارغ ہوتے ہی جیف کو احساس ہوا کہ سہانا خواب ٹوٹ رہا ہے۔ اب انہیں گھر واپس جانا تھا۔ اس نے ہیڈ ویٹر سے بل کے لیے کہا۔ ہیڈ ویٹر نے اسے حیرت سے دیکھا اور بولا۔ ”اس کی ضرورت نہیں ہے جناب!“
”کیوں؟“
”آپ ہمارے معزز مہمان ہیں سر!“
”میں سمجھا نہیں۔“ جیف کے لہجے میں دبا دبا احتجاج تھا۔
”میرا خیال ہے، ڈیڈی نے انہیں فون کر دیا ہوگا۔“ سارہ نے اسے سمجھایا۔ ”یہ میز ڈیڈی کے لیے مخصوص ہے۔ بل ان کے کھاتے میں چلا جائے گا۔“
جیف کا منہ بن گیا۔ وہ مداخلت اسے پسند نہیں آئی۔ اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”یہ میری سالگرہ کی تقریب ہے، میں بل خود ادا کرنا چاہتا ہوں۔“
”جو تمہاری مرضی۔“ سارہ نے کہا۔ ”تم واقعی ڈیڈی کو ناپسند کرتے ہو؟“
”تم پسند کرتی ہو انہیں۔“
”کچھ کچھ۔ اس سلسلے میں میرے جذبات ملے جلے ہیں۔“ سارہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ”وہ تمہارے اندازے سے زیادہ پیچیدہ ہیں جیف...... ان کی دولت کے سامنے یہ بل کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔“
”لیکن یہ میری پارٹی ہے۔“ جیف نے احتجاج کیا۔ ”میں نے انہیں مدعو نہیں کیا۔ اگر بل وہ ادا کرتے ہیں تو یہ ایسا ہے جیسے وہ یہاں موجود ہیں اور مجھے ان کی یہاں موجودگی پسند نہیں۔“
”میں ہاتھ دھو آؤں، اتنی دیر میں تم اس مسئلے کو حل کر لو۔“ وہ اٹھی اور ٹائلٹ کی طرف چل دی۔

جیف، بل کی ادائیگی پر مصر رہا۔ ہیڈ ویٹر کا کہنا تھا کہ بل گولڈ مین کے کھاتے میں چلا گیا ہے۔ ”میں پوچھتا ہوں، بل ہے کتنا؟“ جیف کی آواز بلند ہوگئی۔
ہیڈ ویٹر کا منہ اتر گیا۔ دوسری میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگ خاموش ہو گئے تھے۔
”ایک منٹ“ ویٹر نے کہا اور کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ اس بار اس نے سر، کہنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ چند لمحے بعد وہ بل لے کر آیا۔ ”93 ڈالر، مسٹر گولڈ مین ہم سے بہت خفا ہوں گے۔“ اس نے مایوس لہجے میں کہا۔ ”وہ ہمارے بہت اہم کسٹمر ہیں۔“
”ٹھیک ہے۔“ جیف نے برہم ہو کر کہا۔ ”یہ بل اسی سے لے لینا۔“ پھر اس نے جیب سے پچاس ڈالر والے دو نوٹ نکالے اور ویٹر کو تھما دیئے۔ ”یہ تمہاری ٹپ ہے۔ میں باہر جا رہا ہوں۔ مس سارہ کو بتا دینا۔“
”بہتر سر...... تھینک یو سر......“ ہیڈ ویٹر نے بوکھلا کر سر جھکاتے ہوئے کہا۔
جیف باوقار انداز میں ریسٹورنٹ سے نکل آیا۔ کچھ دیر بعد سارہ بھی آ گئی۔ ”عجیب ہو تم بھی۔“ اس نے آتے ہی کہا۔ ”سو ڈالر ٹپ میں دے دیئے۔“
”بس...... جی چاہا، سو دے دیئے۔“ اس نے بے پروائی سے کہا۔ وہ گولڈ مین کے بارے میں بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن خاموش رہا۔ آخر گولڈ مین، سارہ کا باپ جو تھا۔
”تم بہت خود دار لڑکے ہو۔“ سارہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ”اور تم کوئی آسان آدمی بھی نہیں ہو۔ تم نے آج تک مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔“
”بتانے کو کچھ زیادہ ہے بھی نہیں۔“ اس نے کہا۔ وہ سارہ کو لاپوٹا کے بارے میں بتانا چاہتا تھا لیکن اس نے یہ سوچ کر نہیں بتایا کہ سارہ سمجھ نہیں سکے گی۔ غربت اور دولت کے درمیان ابلاغ ممکن نہیں ہوتا۔ امارت کبھی غربت کو نہیں سمجھ سکتی۔ سارہ کو الجھانے سے فائدہ۔ ”میرا خیال ہے، تم سننا بھی پسند نہیں کرو گی۔“ اس نے کچھ توقف کے بعد کہا۔
”کیا تمہارا ماضی ناخوشگوار ہے؟“
”ناخوشگوار نہیں، بدصورت کہو لیکن سبھی کچھ تو ناخوشگوار نہیں ہوتا۔“
”تم کبھی کبھی ہسپانوی بولنے لگتے ہو اور تمہیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔“
”ظاہر ہے۔ ہسپانوی زبان سے میرا تعلق ہی اتنا گہرا ہے۔“
گھر پہنچ کر رخصت ہوتے ہوئے سارہ نے کہا۔ ”اپنے کمرے کا دروازہ کھلا رکھنا۔“
”کب آؤ گی؟“

''کچھ بھی ہو، میرا انتظار کرنا، میں ضرور آؤں گی، انتظار سے گھبرا نہ جانا، صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔''

☆=====☆=====☆

اور صبر کا پھل واقعی میٹھا تھا۔ صبح وہ سو کر اٹھا تو سارہ جا چکی تھی۔ البتہ تکیے پر پن سے وہ ایک کاغذ منسلک کر گئی تھی۔ اس کاغذ پر سالگرہ مبارک لکھا تھا۔ جیف نہا دھو کر نکلا۔ اس نے ناشتہ کیا اور چہل قدمی کے لیے نکل گیا۔ وہ ہواؤں کی طرح آزاد تھا۔ اب تربیت کا وہ عرصہ اسے قید با مشقت کی طرح لگتا تھا۔

دوپہر کے کھانے پر سارہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ دونوں اکیلے تھے۔ انہوں نے خاموشی سے کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد کافی کا دور چلا۔ سارہ نے کافی کا پہلا گھونٹ لینے کے بعد نہایت سکون سے کہا۔ ''جیف! مجھ میں بہت بڑا انقلاب آیا ہے۔ میں...... میں تمہاری محبت میں گرفتار ہو چکی ہوں۔''

''رات تو تم نے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔''

''رات کو یہ محسوس ہوا ہی کب تھا۔ اس کا احساس تو مجھے آج صبح سوا آٹھ بجے ہوا ہے۔'' سارہ نے کافی کی پیالی خالی کر کے ایک طرف کھسکا دی۔ ''اب تو مجھے تم سے شادی کرنا پڑے گی۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور کمرے سے چلی گئی۔

چند منٹ بعد انٹر کام کا بزر چیخا۔ جیف نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سینور تھا۔ ''سالگرہ مبارک لڑکے!'' اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ ''میں تمہیں تحفہ دینا چاہتا ہوں۔ جلدی سے باہر آ جاؤ۔''

سینور ایک نئی چمچماتی فورڈ کنورٹیبل کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے چابیاں جیف کی طرف بڑھا دیں۔ ''یہ تمہاری ہے۔ میری اور مسٹر گولڈ مین کی طرف سے۔'' اس نے کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''لیکن مجھے تو کار چلانا نہیں آتی۔'' جیف نے خوبصورت کار کو ستائشی نظروں سے دیکھا۔

''سیکھ لو گے۔ آؤ میرے ساتھ۔''

اس کے بعد پورا دن گاڑی میں گزرا۔ جیف خوش تھا۔ ڈرائیو کرنا کچھ مشکل ثابت نہیں ہوا تھا۔ ایک ہی دن میں وہ خاصا رواں ہو گیا تھا۔ ''یہ کار بھی خواب کی طرح خوبصورت ہے۔'' اس نے سینور سے کہا۔

ولیمز مسکرا دیا۔ اس نے بڑی محبت سے جیف کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ ''یہ کامیابی کا آغاز ہے۔ مسٹر گولڈ مین کا خیال ہے کہ تم اب کھیلنے کے لیے تیار ہو۔''

''میں نے زبردستی اسے قائل کیا ہے۔'' جیف نے کہا۔

''تم درست کہہ رہے ہو۔'' سینور نے کہا۔ ''اس وقت وہ تمہارے لیے سرکٹ کا دورہ ترتیب دینے میں مصروف ہیں۔''

''کتنا عرصہ لگے گا؟''

''جتنا کسی کو ورلڈ چیمپئن بننے میں لگ سکتا ہے۔''

''اوہ! تب تو بہت وقت لگے گا۔''

''ہاں، لیکن تمہارے اندازے سے کم۔'' سینور نے کہا۔

جیف اسے سارہ کے اور اپنے بارے میں بتانا چاہتا تھا لیکن کچھ سوچ کر رہ گیا۔ اسے پتا بھی نہیں تھا کہ گولڈ مین صبح ہی اس سلسلے میں سینور سے گفتگو کر چکا ہے۔ ''میں اس لڑکے کو یہاں نہیں دیکھنا چاہتا۔'' گولڈ مین نے ولیمز سے کہا تھا۔ ''وہ میری لڑکی کے گرد بھنبھناتا رہا ہے، معاملہ بہت سیریس ہے، اگر میرا بس چلے تو معاہدہ پھاڑ کر پھینکوں اور اسے چلتا کروں، یہ لڑکا مجھے بے حد مہنگا پڑ رہا ہے۔''

''تو ٹھیک ہے سام۔'' ولیمز نے نرم لہجے میں کہا۔ ''معاہدہ پھاڑ دو، ہم کوئی اور ذریعہ تلاش کر لیں گے۔''

''احمق نہ بنو۔ تم جانتے ہو کہ میں معاہدے کی پاس داری کا قائل ہوں۔''

''بشرطیکہ اس میں تمہارے فائدے کا پہلو نکلتا ہو۔''

''میں اس کی تردید نہیں کروں گا لیکن میں اسے اپنی بیٹی سے دور رکھنا چاہتا ہوں، اس کے لیے ضروری ہے کہ اسے ٹینس میں مصروف کر دیا جائے۔'' گولڈ مین نے کہا۔ ''میں نے اس کا شیڈول مرتب کر دیا ہے۔ شروع میں ہلکی شرطیں ہوں گی۔ اختتام نیویارک میں ہو گا...... فوریسٹ ہلز میں یہ ایک سال کا پھیرا ہے میرے خیال میں۔''

ولیمز اسے غور سے دیکھتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ گولڈ مین کو دولت سے اتنی دلچسپی کیوں ہے۔ اس کے پاس دولت کی کمی نہیں تھی لیکن یہ بات پوچھنے کی نہیں تھی۔ خود ولیمز اس شیڈول سے خوش تھا۔ اب جیف رات دن اس کے ساتھ رہے گا۔ یہ خیال آتے ہی ماضی کی یادوں نے اس پر یلغار کر دی۔ وہ ان سے منہ چھپانے لگا لیکن خوشی کا

احساس اپنی جگہ موجود رہا۔

☆======☆======☆

وہ رخصت ہوئے تو سارہ کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ سینور ڈرائیو کر رہا تھا۔ جیف بے قراری سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ اس نے گولڈ مین سے سارہ کے بارے میں پوچھ تھا۔ گولڈ مین مسکرایا تھا اور اس نے جیف کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا تھا کہ وہ تفریحی دورے پر روانہ ہو چکی ہے۔

سارہ نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے جیف کو جاتے دیکھا۔ اسے اپنے باپ پر غصہ آنے لگا۔ نہ جانے کیسے لیکن بہرحال اسے علم ہو گیا تھا ہر بات کا، وہ سوچ رہی تھی کہ اسے بڑے صبر و تحمل سے انتظار کرنا ہو گا...... مناسب وقت کا انتظار۔ کار نظروں سے اوجھل ہوئی تو سارہ نے زیرِ لب کہا۔ ''میں تم سے جلد ہی ملوں گی جیف! بس میری عمر اٹھارہ سال ہو جائے، تمہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔''

کار گولڈ مین کی جاگیر سے نکل آئی۔ جیف نے گہری سانس لے کر پشت گاہ سے ٹیک لگائی۔ ''میں اس وقت خود کو پیدل محسوس کر رہا ہوں۔'' اس نے سینور سے کہا۔

''پیدل؟''

''ہاں شطرنج کی بساط والا پیدل۔ پیدل، جسے کسی بھی وقت بھینٹ چڑھایا جا سکتا ہے۔''

''اوہ! لیکن یاد رکھو، اب ٹینس کے علاوہ کسی چیز کی اہمیت نہیں ہے۔ تم زندگی بھر پیدل کی طرح استعمال ہوتے رہو گے۔ میرے ہاتھوں نہیں تو اپنے ہاتھوں۔''

''اپنے ہاتھوں استعمال ہونا میرے لیے نسبتاً قابلِ قبول ہو گا۔''

''جب تم اپنے فیصلے آپ کرنے کے قابل ہو جاؤ گے تو صرف ایک تبدیلی آئے گی۔'' سینور نے سادگی سے کہا۔ ''صرف مہرہ بڑھانے والا ہاتھ بدل جائے گا۔''

☆======☆======☆

وہ لاس اینجلز اور نیواڈا میں کھیلا۔ شرطیں بہت معمولی تھیں۔ تاہم اسے کھیلنے میں لطف آیا۔ اس کے حریفوں میں ہر طرح کے لوگ تھے۔ شوقیہ کھلاڑی بھی اور پیشہ ور بھی۔ وہ سب کے سب اس سے ہارے لیکن ان کے خیال میں مقابلہ سخت ہوا تھا۔ جیف ٹینس اور اداکاری کے باہمی ربط کو سمجھ چکا تھا۔ کھیل کو ڈراما بنانا بہت ضروری ہوتا ہے، وہ کھیل سیکھ چکا تھا اور اب ڈراما سیکھ رہا تھا کبھی کبھی اسے ہارنے کی فرمائش کے ساتھ رشوت کی

پیش کش کی جاتی۔ رشوت کی ان پیش کشوں میں بڑا تنوع تھا، ہر طرح کی پیش کش ہوتی۔

باہر کی دنیا اسے اجنبی اجنبی لگتی۔ جیب میں ریزگاری رکھنا بہت ضروری تھا۔ کوک پینے، فون کرنے، سینڈوچ خریدنے...... غرض ہر کام میں ریزگاری کی ضرورت پڑتی۔ ہر بار اور ہر جگہ ایک نیا ہوٹل ہوتا، وہ سب کچھ بے حد غیر حقیقی تھا۔ البتہ ٹینس کورٹ حقیقی دنیا تھی۔ وہاں پہنچ کر وہ گویا جی اٹھتا تھا۔ اس کے کھیل میں وہ تندہی اور شدت تھی جو مس اسٹک سے کھیلنے کے نتیجے میں اس کے کھیل کا حصہ بن گئی تھی۔ ایک ایک کر کے کھلاڑی اس کے راستے سے ہٹتے جا رہے تھے۔ وہ اوپر چڑھتا جا رہا تھا۔ اب تک کوئی کھلاڑی اس سے ایک گیم بھی نہیں جیت سکا تھا پھر اس کا مقابلہ ڈیوڈ سے ہوا۔

ڈیوڈ ایک بالکل مختلف کھلاڑی تھا۔ وہ سیاہ فام تھا۔ اس کی عمر جیف سے تین سال زائد تھی۔ چشمہ لگاتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ اسکالر معلوم ہوتا تھا۔ اس سے جیف کا سامنا ویگاس کے ایک ہوٹل میں ایک نمائشی میچ میں ہوا۔ گرمی بہت شدید تھی جیف کا کمرا دوسری منزل پر تھا۔

جیف، سینور کے ساتھ کیسینو بار میں بیٹھا کوک پی رہا تھا۔ سینور نے اپنا جام ختم کرنے کے بعد سگریٹ سلگایا۔ ''کمرا کیسا ہے تمہارا؟'' اس نے جیف سے دریافت کیا۔

''ٹھیک ٹھاک ہے۔'' جیف نے جواب دیا۔

''میں تمہیں اس رکے کے متعلق بتانا چاہتا ہوں، جس سے کل تمہارا میچ ہے۔ وہ ابھرتا ہوا کھلاڑی ہے لیکن بہت اچھا ہے۔''

''اچھی بات ہے، اس کا مطلب ہے، میں بھی لطف اندوز ہو سکوں گا۔'' جیف نے بے پروائی سے کہا۔

''میری بات غور سے سنو، اسے ہرانے کے لیے تمہیں محنت کرنا ہو گی۔''

''اوہ...... واقعی؟''

''میرا یہ مطلب نہیں کہ تم اس سے ہار سکتے ہو۔'' سینور نے جلدی سے کہا۔ اسے جیف کا اعتماد اب بھی عجیب لگتا تھا۔ اس کی جیب میں گولڈ مین کا خط تھا۔ اس نے جیف کو خط کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ وہ میچ کے بعد بتانا چاہتا تھا۔

''بہت خوب۔''

''میں نے اس لڑکے کو ڈرنک کی دعوت دی ہے، وہ آنا نہیں چاہتا تھا۔''

''کیوں؟''

''یہاں کے ہوٹلوں میں سیاہ فاموں کو پسند نہیں کیا جاتا۔''

''تو یہاں ملنا ضروری ہے کیا؟''

''ہاں۔ کہیں اور جائیں گے تو بل ہمیں اپنی جیب سے ادا کرنا ہوگا۔''

''اور اس میچ پر شرط کتنے کی ہے؟'' جیف نے پوچھا۔ پہلے وہ یہ سوال نہیں پوچھتا تھا لیکن اب وہ آہستہ آہستہ دولت کی طرف مائل ہو رہا تھا۔

''جیتنے والے کو ایک ہزار ڈالر ملیں گے۔''

جیف نے چونک کر سینور کو دیکھا، یہ پہلا موقع تھا کہ اتنی بڑی شرط لگی تھی۔ ''اتنی رقم...... کیوں؟''

''میں نے کہہ دیا تھا کہ ہم چھوٹی شرط نہیں لگائیں گے۔ میں سو ڈالرز والے میچوں سے تنگ آ چکا ہوں۔''

جیف نے کندھے جھٹک دیئے۔ ''میرا دل گھبرانے لگا ہے۔ یہاں سے کب نکلیں گے ہم؟'' اس نے پوچھا۔

''اس سلسلے میں میچ کے بعد بات ہوگی۔'' سینور نے کہا۔ ''دیکھو جیف! تمہیں لازمی طور پر یہ میچ جیتنا ہے اسے تباہ کر دو، یہ بہت اہم میچ ہے۔''

''مسٹر گولڈ مین صرف پانچ سو ڈالر کے لیے اتنے بے تاب تو نہیں ہو سکتے۔''

''دیکھو جیف! یہ طے ہے کہ ڈیوڈ کے مقابلے میں تمہارا کھیل اچھا ہے لیکن وہ کوئی معمولی کھلاڑی نہیں ہے۔''

''اگر ایسی بات ہے تو میں نے اب تک اس کا نام کیوں نہیں سنا۔''

''وہ بہت جدوجہد کے بعد اوپر آیا ہے۔''

''اور میں نے تو محنت کی ہی نہیں ہے، کیوں؟''

''یہ بات نہیں لیکن تمہارا راستہ گولڈ مین نے ہموار کیا ہے۔'' سینور نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''ہفتے میں پچیس پچیس ڈالر کے چار میچ کھیلنا جدوجہد نہیں ہے۔''

''ڈیوڈ کا تعلق نیویارک سے ہے۔ وہ برسوں پارکس میں کھیلا ہے۔ وہ سیلف میڈ ہے، سمجھے؟ اسے کسی نے اسپانسر نہیں کیا۔ کسی نے اس کی پشت پناہی نہیں کی، وہ صرف خواہش اور قوتِ ارادی کے بل پر اوپر آیا ہے۔''

''ایسے لوگ سفید فاموں کو پسند نہیں کرتے۔''

''میں نے اسے کھیلتے دیکھا ہے۔ بڑا قاتل کھیل ہے اس کا۔''

''اس کی کوئی اہم خصوصیت، جو مجھے معلوم ہونا ضروری ہو۔''

''ایسی بات بھی نہیں، تم رفتار اور تکنیک میں اس سے برتر ہو لیکن نیٹ گیم اس کا بہتر ہے۔''

جیف کو چند سیاہ فام کھلاڑیوں سے اپنے میچ یاد تھے۔ وہ بہت تند اور جارحانہ کھیل کھیلتے تھے۔ شاید اس کی وجہ اندر کی نفرت اور محرومی کا احساس ہوگا۔ ''وہ سب قاتل ہوتے ہیں۔'' اس نے کہا۔ ''لیکن وہ مجھ سے ملنا کیوں چاہتا ہے؟''

''تمہاری شہرت تیزی سے پھیل رہی ہے۔'' سینور نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''کمال ہے، حالانکہ اب تک میرا کوئی انٹرویو چھپا ہے اور نہ ہی ٹی وی پر آیا ہوں۔ میرے اور تمہارے سوا میرا نام کون جانتا ہے۔ کبھی کبھی تو اپنا نام میں خود بھی بھول جاتا ہوں۔''

سینور نے اپنے لیے اسکاچ کا ایک اور جام طلب کیا۔ جیف نے اسے دیکھا، اس کا بدن پھیل گیا تھا۔ شرط والے میچ کے بعد اس نے اب تک ٹینس نہیں کھیلی تھی۔ شاید وہ بوڑھا ہو رہا تھا۔ اس کے اندر سے تھکن نمایاں تھی۔ دوسری طرف جیف کا اپنا بھی یہی خیال تھا۔ وہ بیزار ہو گیا تھا لیکن اسے ٹینس کھیلنا تھی...... اسے بہترین کھلاڑی بننا تھا...... بہترین کھلاڑی رہنا تھا، اسے دنیا کے بہترین کھلاڑی کو شکست دینا تھی، نہ جانے کہاں تھا وہ کھلاڑی۔

''تم بے صبرے ہو رہے ہو۔'' سینور نے اس کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ ''کیا بات ہے جیف؟''

جیف خاموش رہا۔ وہ خاموشی کا عادی تھا اور اب تو اسے چہرے کو بے تاثر رکھنے کا ہنر بھی آ گیا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہر صبح دیر تک آئینہ دیکھا کرتا تھا۔ وہ تنہائی کا بھی عادی ہو گیا تھا۔ وہ اکثر خود کو بتاتا کہ تنہائی ایک ایسا فن ہے، جسے باقاعدہ سیکھا جاتا ہے۔ اس کا مکمل تجربہ حاصل کرنے کے لیے اس کا مطالعہ اشد ضروری ہے۔ کھانے کی طرح تنہائی کے بھی بہت سے ذائقے ہوتے ہیں۔ وہ تنہائی کے ہر ذائقے سے آشنا تھا۔ کبھی کبھی رات کو اسے سارہ یاد آتی اور وہ رونے لگتا۔ ایسے میں اس کا سینہ دکھتا۔ وہ دیر تک جاگتا۔ اب اس کا بے چہرہ باپ بھی اس کے تصور میں کم ہی آتا تھا۔ شاید اس لیے

کہ اب وہ پیڈرو نہیں رہا تھا۔ اس نے پیڈرو کو پندرہ سال کی عمر میں قتل کر دیا تھا۔ اب وہ خود میں چھپے ہوئے ایک اور خود کو مارنے میں مصروف تھا، اس کے لیے ایک چھوٹی سی موت ہر رات آتی تھی اور اس موت کے ہزاروں روپ تھے...... نیند...... نہاتے وقت ملنے والا سکون...... میچ جیتنے کے بعد کوئی جھوٹی خوشی...... یہ سب کچھ موت ہی تو تھا، جزوی موت!

اس نے کوک کی بوتل خالی کر دی۔ اس کے سامنے ایک متحرک اندھیرا لہرایا۔ کسی نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا۔ ''تم جیف ولیمز ہو نا؟''

''ہاں۔'' اس نے جواب دیا۔

ڈیوڈ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کا قد و قامت زیادہ نہیں تھا لیکن وہ خاصا جاندار معلوم ہوتا تھا۔

''کیا پیو گے؟'' سینور نے ڈیوڈ سے پوچھا۔

''ڈبل اسکاچ۔'' ڈیوڈ نے جواب دیا۔ جیف نے چونک کر اسے دیکھا۔ ڈیوڈ نے اس کی حیرت بھانپ لی۔ ''عرصہ ہوا، میں نے تربیت چھوڑ دی ہے۔''

''یہ تو اچھا ہی ہے۔'' ولیمز نے کہا۔

ڈیوڈ ہنسنے لگا۔ ''آپ نے مجھے کل کھیلتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں پریکٹس کر رہا تھا۔ ٹریننگ نہیں لے رہا تھا۔ یہ بتائیں آپ نے میرے بارے میں کیا اندازہ لگایا۔''

''تمہارا کھیل اچھا ہے۔'' ولیمز نے مختصراً کہا۔

اسی وقت ویٹر ان کی طرف چلا آیا۔ ''آپ لوگ مزید کچھ پئیں گے۔'' اس نے ولیمز اور جیف سے پوچھا۔ وہ ڈیوڈ کو دانستہ نظر انداز کر رہا تھا۔

ڈیوڈ نے جیب سے رومال نکالا اور اپنی عینک کے شیشے صاف کرنے میں مصروف ہو گیا۔

''ایک کوک اور ایک سنگل وہسکی؟'' ویٹر نے پوچھا۔

''ہاں اور ہمارے مہمان کے لیے ایک ڈبل اسکاچ۔'' ولیمز نے کہا۔

''سوری سر! اس کی اجازت نہیں ہے۔''

جیف نے نظریں اٹھا کر ویٹر کو دیکھا اور بے حد غیر جانبدارانہ انداز میں بولا۔ ''تم اسے پسند نہیں کرتے۔'' اس کا اشارہ ڈیوڈ کی طرف تھا۔

''یہ کوئی ذاتی رنجش کی بات نہیں۔ جناب! یہ ہوٹل کی پالیسی ہے، آپ چاہیں تو

اس سلسلے میں منیجر سے بات کر لیں۔''

''کل ہمارا ٹینس کا میچ ہے۔'' جیف نے وضاحت کی۔ ''ہم دونوں کھلاڑی ہیں، اب تو تم مطمئن ہو؟''

''ہوٹل کی پالیسی اس بات کی اجازت نہیں دیتی۔'' ویٹر نے بے حد غیر جذباتی انداز میں کہا۔ ہوٹل کا سیکیورٹی گارڈ بھی ان کی میز کی طرف چلا آیا تھا۔

''میں بار کیپر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔'' ولیمز نے کہا۔ ''لیکن اس سے پہلے مجھے ٹرپل اسکاچ درکار ہے۔ سنگل اسکاچ ایک گلاس میں اور ڈبل اسکاچ دوسرے گلاس میں۔''

''ابھی مل جاتی ہے۔'' ویٹر نے جواب دیا۔ وہ اب بھی ڈیوڈ کو نظر انداز کر رہا تھا۔

''لیکن اسے یہاں سے جانا ہوگا۔ یہ کوئی ذاتی بات نہیں ہے۔''

''مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم اس غیر ذاتی بات کے سلسلے میں بہت ذاتی انداز میں سوچتے ہو۔'' ڈیوڈ نے پہلی بار لب کشائی کی۔

''اچھا لیکن مجھے اس بات کا احساس نہیں ہے۔'' ویٹر کا لہجہ سرد تھا۔

سیکیورٹی گارڈ نے نرم لہجے میں ویٹر سے پوچھا۔ ''کوئی پریشانی؟''

''میں بار کیپر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔'' ولیمز نے اصرار کیا۔

سیکیورٹی گارڈ نے واکی ٹاکی کے ذریعے کسی سے بات کی۔ چند لمحوں کے بعد لاؤڈ اسپیکر پر اعلان ہوا۔ ''پی آر منیجر جوزف متوجہ ہو۔''

وہ سب خاموشی سے انتظار کرتے رہے۔ وہ بڑی نفرت انگیز خاموشی تھی پھر پبلک ریلیشنز منیجر نمودار ہوا۔ اس نے بڑی خوش دلی سے ڈیوڈ سمیت تمام لوگوں سے ہاتھ ملایا۔

''کہیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟'' اس نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔

''ہمیں اپنے مہمان کے لیے ڈرنک درکار ہے۔'' ولیمز نے کہا۔

''ضرور، ایسے موقعوں کے لیے یہاں ایک پرائیویٹ روم موجود ہے، وہاں بار بھی ہے۔ آپ اپنی مدد آپ کر سکتے ہیں۔ سب کچھ ہوٹل کی طرف سے ہوگا۔'' پی آر منیجر نے کہا۔

''لیکن ہم یہاں بیٹھنا چاہتے ہیں۔'' ولیمز بولا۔

''مجھے افسوس ہے۔''

''لیکن آپ سیاہ فاموں کو سرو نہیں کرتے۔'' ولیمز نے اس کا جملہ پورا کر دیا۔

"نہیں مسٹر ولیمز! ہم تو ہر شخص کی خدمت کے لیے حاضر ہیں لیکن یہ وفاقی قانون ہے۔"

"لعنت ہے۔" جیف نے غرا کر کہا۔ "پیورٹو ریکن لوگوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا ان کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوتا ہے؟"

"جی ہاں، عموماً انہیں بھی اسی پرائیویٹ روم میں بٹھایا جاتا ہے۔"

جیف ہسپانوی میں گالیاں بکنے لگا۔ وہ بولا۔ وہ لاپوٹا کی تاریک گلیوں میں بولی جانے والی زبان تھی۔ وہ تقریباً ایک منٹ تک گالیاں بکتا رہا پھر اس نے نرم لہجے میں منیجر سے کہا۔ "میں بنیادی طور پر پیورٹو ریکن ہوں۔"

"اور تم مسٹر گولڈ مین سے بھی واقف ہو گے؟" سینور نے کہا۔

"جی ہاں، انہیں کون نہیں جانتا۔"

"وہ جیف کے منیجر ہیں۔ میرا خیال ہے، میں انہیں فون کر لوں۔"

منیجر کچھ پریشان نظر آنے لگا۔ "نہیں اس کی ضرورت نہیں۔" اس نے کہا۔ "مسٹر گولڈ مین کی خاطر ہم آپ کو ہوٹل کے ضابطے سے مستثنیٰ کر دیتے ہیں۔" پھر ویٹر کی طرف مڑا۔ "ان حضرات کو ہر چیز بہترین فراہم کرو۔ ان کی ہر فرمائش پوری ہونا چاہیے۔ ڈنر بھی ہوٹل کی طرف سے ہو گا۔" وہ دوبارہ ان کی طرف متوجہ ہوا۔ "آپ میں سے ہر ایک کے لیے دو سو ڈالر کے چپس کیسینو میں کیشئر کے پاس موجود ہوں گے، آپ کیسینو میں بھی ہمارے گیسٹ ہوں گے۔" پھر وہ ان سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔

ڈرنکس فوراً ہی آ گئے۔ ویٹر نے فخریہ لہجے میں بتایا کہ وہ بہترین اسکاچ ہے۔ اس نے بڑے ادب سے ڈیوڈ کے سامنے جام رکھا۔ "مجھے آپ سے کوئی ذاتی رنجش نہیں ہے۔" اس نے کہا اور رخصت ہو گیا۔

ڈیوڈ نے اپنا جام اٹھایا۔ "مسٹر گولڈ مین کے نام، وہ جو کوئی بھی ہوں۔"

"گولڈ مین یہاں کے کیسینو کے لیے جانا پہچانا آدمی ہے۔ وہ یہاں بڑی بڑی رقمیں ہارتا ہے۔" سینور نے کہا۔

ڈیوڈ نے ایک طویل گھونٹ لے کر جام خالی کر دیا۔ سینور نے اپنا جام خالی کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "میں باہر جا رہا ہوں۔" اس نے کہا۔ "دو گھنٹے بعد ڈنر پر تم لوگوں سے ملاقات ہو گی۔"

"یہ تمہارا منیجر ہے؟" اس کے جانے کے بعد ڈیوڈ نے جیف سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"میں نے برسوں پہلے اسے کھیلتے دیکھا ہے، اس وقت میں بچہ تھا۔ بہت خوبصورت کھیل ہے اس کا۔"

"اس نے مجھے یہی بتایا ہے۔"

"لیکن محنت نہیں کرتا...... جان نہیں مارتا۔ اس میں حوصلے کی کمی ہے۔"

"وہ اس کا اعتراف بھی کرتا ہے۔" جیف نے کہا۔ "تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟"

"تمہاری شہرت کی وجہ سے تمہارے کھیل کو قاتل سمجھا جاتا ہے۔ تم اب تک کتنے میچ ہارے ہو؟"

"ایک بھی نہیں۔"

"مجھے معلوم ہے، میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں، ہر شخص جانتا ہے، تمہیں غیر معمولی کھلاڑی قرار دیا جاتا ہے۔"

"میں نے بڑی ریاضت کی ہے لیکن آج کل میری ٹریننگ اتنی سخت نہیں، جتنی پہلے تھی۔"

"میں تم سے کل کے میچ کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔" ڈیوڈ نے کہا اور اسکاچ کے دوسرے جام کے لیے اشارہ کیا۔ "اس میں جیتنے والے کو ہزار ڈالر اور ہارنے والے کو ساڑھے تین سو ڈالر ملیں گے، یہ اچھی رقم ہے۔ اس کے علاوہ ویگاس جوئے بازوں کا علاقہ ہے، تم یہاں اچھی خاصی رقم کما سکتے ہو۔ بس، تمہیں شرطوں کا بھاؤ سامنے رکھ کر کھیلنا ہو گا۔" اتنی دیر میں ویٹر دوسرا جام رکھ گیا تھا۔ ڈیوڈ نے ایک طویل گھونٹ لے کر سلسلہ کلام جوڑا۔ "تم مجھے جیتنے دو۔ اس سے بڑھ کر تمہارے کھیل کی تعریف نہیں کی جا سکتی کہ میں تم سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں تم سے نہیں جیت سکتا، تم کھیلتے ہی جیتنے کے لیے ہو لیکن اس بار ہارنے کے لیے کھیلو، مجھے جیتنے دو۔ بازار میں شرطوں کا بھاؤ تمہارے حق میں 1-2 چل رہا ہے۔ میں بھی خود پر شرط لگاؤں گا، تم بھی مجھ پر شرط لگاؤ۔ ہم دونوں پانچ ہزار کی شرط لگا کر دس ہزار جیت لیں گے۔ میں رقم لگانے کی ضرورت نہیں۔ بکی ہمیں جانتے ہیں، ہماری صرف زبان ہی کافی ہے۔"

جیف سوچتا رہا۔ بات صرف اتنی سی تھی کہ ڈیوڈ اس سے خوفزدہ تھا۔ وہ بغیر محنت کیے جیتنا چاہتا تھا۔ "میں نے ایسا کبھی نہیں کیا۔" بالآخر اس نے کہا۔ "میں کسی کو اپنی

شکست کا یقین نہیں دلاسکوں گا، وہ جعلی محسوس ہوگی۔''

''تو اس کی مشق کرلو، ہوٹل میں ٹینس کورٹ بھی ہے۔ تم تیار ہوکر آجاؤ۔ یہ کام مشکل نہیں ہے۔ بس تھوڑی سی اداکاری کرنا ہوگی۔''

''ٹھیک ہے۔'' جیف اٹھ کھڑا ہوا۔

پانچ منٹ بعد وہ ہوٹل کے جمنازیم میں پہنچا۔ ڈیوڈ وہاں پہلے ہی سے موجود تھا۔ وہ بھی تیار ہوآیا تھا۔ وہ کورٹ میں داخل ہوگئے۔

''بات سادہ سی ہے، یہ سب کچھ دماغ میں ہوتا ہے۔ تمہیں شکست خوردہ انداز میں سوچنا ہوگا، اس کے بعد تمہیں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔'' ڈیوڈ نے اسے سمجھایا۔

''کیسے؟''

''جب بھی کوئی اچھا شاٹ تمہاری طرف آئے، یہ سوچو کہ یہ ناقابلِ واپسی ہے۔ گیند تک پہنچنے کی کوشش اگر کرو تو نیم دلی سے کرو۔ ذہن میں اس رقم کا تصور رکھو جو تم جیتنے والے ہو۔ بس ذرا سی سستی درکار ہوگی۔''

''میں کوشش کروں گا۔'' جیف نے کہا۔ پندرہ ہزار ڈالر کے عوض ہارنا بُرا نہیں تھا لیکن وہ سوچتا رہا کہ پندرہ ہزار ڈالر بہت ہوتے ہیں۔ شکست کے عوض...... یا ایسا ہے کہ شکست کا ازالہ کوئی رقم نہیں کرسکتی۔

وہ وولی میں مصروف ہوگئے۔ صرف چالیس سیکنڈ میں جیف کو اندازہ ہوگیا کہ پہلی بار اس کا سابقہ ایک بہت اچھے کھلاڑی سے پڑا ہے۔ ڈیوڈ پھرتیلا تھا۔ اس کے شاٹس میں ایک طرح کا یقینی پن تھا۔ وہ نیٹ پر اس طرح جھپٹتا تھا جیسے دو دن کا بھوکا کھانے پر۔ نیٹ پر جھپٹنے کی وہ خواہش ہی اچھے کھلاڑیوں اور باصلاحیت امیچور کھلاڑیوں کے درمیان فرق کرتی ہے۔ جیف اسے دیکھتا اور اس کا تجزیہ کرتا رہا۔ ڈیوڈ کا وزن کم تھا لیکن وہ اپنی کلائی کی مدد سے اس فرق کو پورا کرلیتا تھا۔ اس کے فورہینڈ اور بیک ہینڈ کی رفتار کلائی کی لچک کی مرہونِ منت تھی۔ کلائی کے زور پر کھیلنے والے عموماً غلطیاں زیادہ کرتے ہیں لیکن ڈیوڈ پرفیکٹ تھا۔ وہ گیند کو جہاں چاہے، وہاں کھیل سکتا تھا۔ اس کا کھیل خوبصورت تھا۔

...ے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ کب سوچوں کا سلسلہ منقطع ہوا اور کب وہ وولیز میں منہمک ہوگیا۔ وہ پانچ منٹ تک وولیز کھیلتے رہے پھر جیف نے ڈیوڈ کے فورہینڈ کی طرف ڈیپ بیک ہینڈ ڈرائیو کیا اور نیٹ کی طرف لپکا اسے معلوم تھا کہ ڈیوڈ کی ریٹرن

نسبتاً اونچی ہوگی۔

ڈیوڈ نے گیند کو جانے دیا۔ ''اے، یہ کیا کررہے ہو؟'' وہ چیخا۔ ''یہ تم ہارنے کی ریہرسل کررہے ہو؟''

''آئی ایم سوری!'' جیف نے کہا۔ ''چلو پھر کوشش کرتے ہیں۔''

پانچ منٹ بعد جیف نے گیند کو ہاتھ میں پکڑا اور نیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ ''آئی ایم سوری'' اس نے ڈیوڈ سے کہا۔ ''یہ کام میرے بس کا نہیں ہے۔''

''کیا مطلب؟ یہ تو بہت آسان ہے۔''

''تم اچھے کھلاڑی ہو۔'' جیف نے کہا۔ ''ہمیں دیانت داری سے کھیلنا ہوگا۔''

''تم اتنی بڑی رقم گنوا دو گے۔''

''یہ تمہارا قصور ہے۔ تم اچھا کھیلتے ہو۔ میں تو یہ بھی کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ تمہیں ہرادوں گا۔''

ڈیوڈ نے سر جھٹکا اور یاس انگیز لہجے میں بولا۔ ''تم مجھے ہرا دو گے۔ میں نے اس رفتار کا کھلاڑی کبھی نہیں دیکھا۔ تم بے مثال ہو، بس تم میں ایک خرابی ہے۔ تم اپنی فتح کو بہت زیادہ آسان بنا کر پیش کرتے ہو۔ یہ بات تماشائیوں کو پسند نہیں۔ وہ جیتنے والے کے ساتھ تکلیف اٹھانا چاہتے ہیں جبکہ تم بغیر تکلیف اٹھائے جیتتے ہو۔''

جیف نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ سینور عرصے سے یہی بات کہہ رہا تھا۔ اس کے کھیل میں ڈراما نہیں، وہ بغیر کوشش کے آسانی سے جیتتا ہے۔ جیف کا جواب یہ تھا کہ وہ کچھ نہیں کرسکتا۔ اس میں دوسرے کھلاڑی کا قصور ہے جو اچھا کھلاڑی نہیں ہے، ایسے میں وہ کیا کرسکتا ہے۔ اسے مس اسٹک نے تربیت دی تھی۔ اس کا کھیل کسی خودکار طریقے سے غیرانسانی ہوکر رہ گیا تھا۔ وہ کوشش کرتا تھا کہ کھیل بہت زیادہ مشکل نظر آئے لیکن وہ غیر جذباتی انداز میں بڑی غیر جانبداری سے ٹینس کھیلتا تھا، خالص ٹینس۔ وہ کھیل کو ڈراما بنانے میں کامیاب نہیں ہوتا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ ٹاپ پروفیشنل ٹاپ ایکٹر بھی ہوتا ہے۔ وہ کھیل کا حصہ تھا لیکن کھیل کے اس حصے کو وہ نہیں سیکھ سکا تھا۔ اس کی تربیت مشین نے کی تھی۔ وہ ٹینس کو کھیل کی حیثیت سے نہیں ایک رقص کی حیثیت سے جانتا تھا۔ ڈیوڈ ٹھیک کہہ رہا تھا لیکن اس سلسلے میں وہ کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے کاندھے جھٹک دیئے۔

دونوں کھلاڑیوں نے ہاتھ ملایا۔ ''اب کہاں؟'' جیف نے پوچھا۔

ڈیوڈ مسکرا دیا۔ ’’اب میں جا کر کل کے میچ کی تیاری کروں گا۔‘‘

وہ باہر نکل آئے۔ کوریڈور میں چلتے ہوئے ڈیوڈ نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔ ’’دشواری یہ ہے کہ جیف تم اچھے آدمی ہو..... تم اچھے آدمی ہو جیف۔‘‘

جیف کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کے اچھے یا بُرے ہونے سے کھیل میں کیا فرق پڑتا ہے، یہ اسے خیال ہی نہ آیا کہ ویٹر سے بک جھک کی وجہ سے ڈیوڈ اس کا شکر گزار ہے۔ اس کے نزدیک وہ اصرار غیر اہم تھا۔ اس نے لاپوٹا میں سیاہ فاموں کے ساتھ برسوں گزارے تھے۔ اس کے نزدیک کالے گورے کی تفریق غیر فطری تھی۔ اس نے ڈیوڈ کی مہمان نوازی کے سلسلے میں جو کچھ کیا تھا، وہ لازمی تھا۔ اس میں کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔

جیف، ڈیوڈ سے رخصت ہو کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ اسے سینور کے ساتھ ڈنر کرنا تھا۔ اس نے کمرے کا دروازہ کھولا اور حیران رہ گیا۔ سارہ کرسی پر بیٹھی میگزین پڑھ رہی تھی۔ اس نے نظریں اٹھا کر جیف کو دیکھا۔ ’’ہیلو، تمہیں دیکھنے کو تو آنکھیں ترس گئیں۔‘‘ اس نے کہا۔

جیف نے دروازہ بند کیا اور اسے بغور دیکھا، وہ بہت بدل گئی تھی لیکن اسے دیکھتے ہی جیف کے ذہن میں اپنائیت کا احساس جاگ اٹھا۔ وہ اسے اپنی ملکیت محسوس ہوئی۔

’’مجھ سے پوچھو گے نہیں کہ میں یہاں کیا کر رہی ہوں؟‘‘

جیف نے ریکٹ بیڈ پر رکھا اور بولا۔ ’’ضرور پوچھوں گا۔‘‘

’’میں اٹھارہ سال کی ہو چکی ہوں۔ میں نے ڈیڈی کو بتایا کہ میں یہاں آرہی ہوں۔ وہ بہت ناخوش ہوئے لیکن اب وہ مجھے روک نہیں سکتے۔‘‘

’’مسٹر گولڈ مین کا کیا حال ہے؟‘‘

’’وہ نہ مجھ سے خوش ہیں اور نہ تم سے۔ تم اوپر ہی اوپر جا رہے ہو، میں تمہارے ساتھ چلنا چاہتی ہوں، تمہاری اجازت سے۔‘‘

’’مجھے خوشی ہو گی۔‘‘

’’میں نے تمہیں مِس کیا ہے۔‘‘ سارہ نے کہا اور دوسرے ہی لمحے وہ اس کی بانہوں میں تھی۔ ’’میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میں تمہاری ہو چکی ہوں میں اپنا وعدہ کبھی نہیں بھولتی۔‘‘

جیف کو یاد تھا۔ سارہ نے بڑی سادگی سے کہا تھا۔ اب مجھے تم سے شادی کرنا ہے

گی۔ اس کے ساتھ ہی اسے جانے کیا کچھ یاد تھا۔ اس کی سانسیں بے ربط ہونے لگیں۔

’’مجھے نہانا ہے..... لباس تبدیل کرنا ہے..... سینور کے ساتھ ڈنر کے لیے۔‘‘

’’اب تو میں بھی اس ڈنر میں شامل ہوں گی۔ بہتر ہے کہ میں خود اسے بتا دوں، وہ عجیب آدمی ہے۔‘‘

’’کون..... سینور؟‘‘

’’تم اسے سینور کیوں کہتے ہو؟‘‘

اس کی وضاحت بہت مشکل تھی۔ ’’مجھے تو یہ اظہار محبت کا لفظ لگتا ہے۔‘‘ اس نے بے بسی سے کہا۔

’’میں کہہ رہی تھی کہ وہ عجیب آدمی ہے۔ میں نیچے اس سے ملی تھی۔ لگتا ہے، آج کل وہ بلانوش ہو گیا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ میں تمہیں بتانے والی ہوں۔ اس نے منع نہیں کیا مجھے لیکن وہ خوش بھی نہیں تھا۔ شاید وہ تمہیں خود بتانا چاہتا تھا۔‘‘

’’کیا بتانا چاہتا تھا؟‘‘

’’چھوڑو اب ریسٹورنٹ میں ملاقات ہو گی۔ اب ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ مجھے ڈنر میں شامل ہونے سے روک دے۔ حالانکہ وہ اس مداخلت کو پسند نہیں کرے گا۔‘‘

’’تم اسے غلط سمجھ رہی ہو۔‘‘

’’نہیں، میں اسے بہت اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔‘‘ سارہ نے کہا۔ ’’اور میں تمہیں یاد دلا دوں کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔‘‘

☆======☆======☆

وہ ڈنر کے لیے پہنچا۔ سارہ اور سینور پہلے ہی ریسٹورنٹ میں موجود تھے۔ سینور نے معمول کے مطابق جیف کے لیے کھانے کا آرڈر دیا۔ سارہ مارٹینی کی چسکیاں لے رہی تھی۔ سینور کے سامنے اسکاچ کا بڑا جام موجود تھا۔ ’’ایک بن بلایا مہمان بھی موجود ہے جیف۔‘‘ سینور نے لاتعلقی سے کہا۔

جیف کو احساس ہو گیا کہ وہ مداخلت کا مرتکب ہوا ہے۔ سینور اور سارہ کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی جو ادھوری رہ گئی ہے۔

’’میں اسے بتا چکی ہوں کہ میں ہر جگہ تمہارے ساتھ رہوں گی۔‘‘ سارہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

’’اور میں، سام گولڈ مین کو جانتا ہوں، وہ یہ بات پسند نہیں کرے گا۔‘‘ سینور نے

بڑے ہموار لہجے میں کہا۔ جیف کو احساس تھا کہ سینور، سارہ کو ناپسند کرتا ہے لیکن وہ اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

''آہستہ آہستہ وہ اسے قبول کر لیں گے۔'' سارہ نے بے پروائی سے کہا۔ ''اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ جیف کو اس پر کوئی اعتراض ہے یا نہیں۔''

''لیکن کوئی تنازع پیدا کیا ہی کیوں جائے۔'' جیف نے کہا۔ اس کی دانست میں اس کی بات معقول تھی لیکن سارہ کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ فضا بہت کشیدہ ہو گئی لیکن پھر کشیدگی کا وہ لمحہ گزر گیا۔ جیف کو احساس ہو گیا کہ سارہ اور سینور کے درمیان کوئی راز ہے۔ ایسا راز جس کے بارے میں اسے علم نہیں۔ اس نے سوچا کہ اس سلسلے میں سارہ سے پوچھے گا لیکن اسے یہ یقین بھی تھا کہ سارہ جھوٹ نہ بولتے ہوئے بھی بات چھپا جائے گی۔ سچ نہ بولنے کے بھی بہت سے طریقے ہوتے ہیں۔ اس نے گفتگو کا رخ بدلنے کی کوشش کی۔

اگلے روز اس کا میچ تھا اور وہ دونوں اسے نروس کیے دے رہے تھے۔

''مجھے کل کا میچ ہارنے کے لیے رشوت کی پیش کش کی گئی ہے۔'' اس نے کہا۔

سینور نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''ڈیوڈ؟''

''ہاں، وہ اسی سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتا تھا۔ اس نے مجھے اس کا طریقہ بھی سمجھایا۔''

''وہ کھیلنے سے زیادہ مشکل ہے۔'' سینور نے کہا۔

''بہ ظاہر بہت آسان ہے۔ میرے خیال میں صرف رویے کا فرق ہے۔ بس، آدمی کو شکست خوردہ ذہن سے سوچنا پڑے گا۔''

''پھر کیا ہوا؟'' سارہ نے پوچھا۔

''میں نے کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ ڈیوڈ نے بھی دیکھ لیا کہ یہ ناممکن ہے، اگر میں کامیاب ہو جاتا تو مجھے دس ہزار ڈالر ملتے، شرطوں کے ذریعے۔''

''تم یہ کر ہی نہیں سکتے تھے۔'' سینور نے کہا پھر اس نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر لہرایا۔ ''یہ تمہارا شیڈول ہے۔ تمہیں ان ٹورنامنٹس میں شریک ہونا ہے۔'' اس کے بعد اس نے ان ٹورنامنٹس کی تفصیل پڑھ کر سنائی۔

''یہ پوری دنیا کی سیاحت کا پروگرام ہے۔'' سارہ نے کہا۔

''کچھ پرو ٹورنامنٹ ہیں اور کچھ اوپن۔'' سینور نے وضاحت کی۔ ''اگر تم نے تمام ٹورنامنٹ جیت لیے تو تمہارا حصہ پچاس ہزار ڈالر ہو گا۔''

جیف خاموش رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ دونوں اتنے ایکسائٹڈ کیوں ہیں وہ جانتا تھا کہ اس ساری جدوجہد کا مآل ڈالرز ہی تو ہیں پھر اتنا ہیجان کیوں۔ اسے تو صرف کل کے میچوں کی فکر تھی۔ بقول گولڈ مین! وہ تو ٹینس کھیلنے کی مشین تھا اور اسے کھیلنا تھا۔ مشین...... مشین...... فورک پر اس کی گرفت مضبوط ہو گئی۔ ہاتھ کے عضلات سخت ہو گئے۔

''خدا کے لیے جیف۔'' سارہ نے کہا۔

اس نے چونک کر اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں موجود فورک دہرا ہو گیا۔ اس نے اسے سیدھا کیا اور کھانے میں مصروف ہو گیا۔ ''گویا کل میرا آخری چھوٹا میچ ہے۔'' اچانک اس نے ہاتھ روک کر کہا۔

''ہاں، کل کے بعد تمہیں بڑی ٹینس کھیلنا ہو گی۔'' سینور نے کہا۔

''ایسے کہہ رہے ہو، جیسے اب تک میں پھولوں کی سیج پر سوتا رہا ہوں۔'' جیف کے لہجے میں تلخی تھی...... کاٹ تھی۔

''تمہیں میرے ساتھ چلنے پر کوئی اعتراض تو نہیں؟'' سارہ نے اس کا ہاتھ چھوتے ہوئے پوچھا۔

''ہرگز نہیں۔''

''لیکن تمہارے ڈیڈی اس بات کو پسند نہیں کریں گے۔'' سینور نے سارہ سے کہا۔

''تم بات مسلسل دہرانے کے عادی ہو گئے ہو۔'' سارہ کے لہجے میں برہمی تھی۔

''وہ اب کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ جلد یا بہ دیر...... میں جیف سے شادی کروں گی۔'' اس نے بے حد یقین سے کہا۔

کچھ دیر کو خاموشی چھا گئی۔ سینور کچھ کھا نہیں رہا تھا۔ وہ پیے جا رہا تھا۔ وہ پہلے ہی خاصا نشے میں تھا۔ اس کے باوجود جام پر جام لنڈھائے جا رہا تھا۔ جیف اس کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس کے نزدیک مے نوشی ضرورت سے بڑھ جائے تو اس کا ایک ہی مطلب تھا۔ پینے والا کسی تلخ حقیقت سے فرار کی کوشش کر رہا ہے لیکن مصیبت کیا ہے، جیف نے سوچا۔ میچ تو مجھے کھیلنے ہوں گے نہ کہ سینور کو۔ اسے غصہ آنے لگا۔ یہ زیادتی تھی۔ سینور کو کچھ بھی تو نہیں کرنا تھا۔ اس پر کسی قسم کا دباؤ نہیں تھا۔ اس پر اس کا یہ حال تھا۔ اس نے اپنے جسم کو دیکھا اور اسے خود پر رحم آ گیا، وہ جسم کہاں تھا، وہ تو ٹینس کھیلنے کی مشین تھی۔

کافی کے بعد سینور اٹھ کھڑا ہوا۔ ”میں سونے جا رہا ہوں بچو۔“ اس نے کہا لیکن فوراً ہی بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیے اور رونے لگا...... بے آواز۔

”آؤ ہم چلیں۔“ سارہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”اسے تنہائی کی ضرورت ہے، سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

سینور روتا رہا۔ اس کی انگلیاں آنسوؤں سے بھیگ گئی تھیں۔ سینور صحت مند نظر آ رہا تھا لیکن وہ اندر سے بیمار تھا۔ اس پر وہ بلانوشی۔ کسی بھی وقت اس پر دل کا دورہ پڑ سکتا تھا پھر جیف ان آنسوؤں سے خوفزدہ بھی تھا، نہ جانے کیوں۔ اسے احساس ہوا کہ اسے غصہ آ رہا ہے لیکن کس پر؟ یہ اسے معلوم نہیں تھا۔

”آؤ چلیں۔“ سارہ نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

شاید اس کا سبب غصہ ہی ہوگا کہ وہ خاموشی سے سارہ کے ساتھ ڈائننگ ہال سے نکل آیا جبکہ سینور بدستور دونوں ہاتھ منہ پر رکھے رو رہا تھا۔ دروازے پر سارہ نے ویٹر سے کہا۔ ”مسٹر ولیمز کا خیال رکھنا پلیز۔“

”بہت بہتر مس۔“ ویٹر نے کہا۔ سارہ نے دس ڈالر کا نوٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔

سارہ اس کا ہاتھ تھامتے بڑھتی رہی۔ اس کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ لفٹ میں بیٹھ کر اس نے دوسری منزل کا بٹن نہیں دبایا۔ ”ہم کہاں جا رہے ہیں؟“ جیف نے چونک کر پوچھا۔

”خاموش رہو۔“ سارہ نے کہا۔

وہ اسے ٹاپ فلور پر لے آئی۔ کوریڈور میں چلنے کے بعد وہ ایک بند دروازے کے سامنے رکی، اپنے پرس سے چابی نکالی اور دروازہ کھول دیا۔

”یہ سب کیا ہے؟“ جیف نے پوچھا۔

”یہ ڈیڈی کا سوئٹ ہے۔ وہ جب بھی یہاں آتے ہیں، اسی میں ٹھہرتے ہیں، اب یہ میرا ہے۔“

وہ اندر داخل ہو گئے۔ ”میں پہلے سینور کو رنگ کروں گا۔“ جیف نے کہا۔ اس کے تصور میں سینور کا آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ لہرا گیا۔

”نہیں، تم اسے فون نہیں کرو گے۔“ سارہ نے نرم لہجے میں کہا۔ ”مجھ پر بھروسا

کرو، وہ ٹھیک ہو جائے گا، اسے تنہائی کی ضرورت ہے۔“

جیف نے اسے غور سے دیکھا۔ ”تم بہت بدل گئی ہو۔“

”ہاں۔“

”کیسے اور کیوں؟“

”کیسے کا جواب یہ ہے کہ تم نے مجھے بدلا ہے، تم نے مجھے بنایا ہے۔ وہ جو میں اب ہوں۔ میں نے تمہیں خالق مان لیا کیونکہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔“ سارہ نے کہا۔ ”میں تمہاری خواہش، تمہارے خیال کا عکس ہوں اور کیوں کا جواب یہ ہے کہ میں بڑی ہو گئی ہوں۔ میں نے فیصلہ کیا اور اسی لمحے میں بڑی ہو گئی اور میں بڑی بھی تمہارے ہی لیے ہوئی ہوں، ابھی دیکھ لینا۔ تم خود کو اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھو۔ وہ تمہارے نہیں میرے ہاتھ ہیں۔ تم...... تم اپنے نہیں، صرف میرے ہو اور میں نے اپنا وجود تمہیں سونپ کر تم کو پایا ہے۔“ اس کا لہجہ جذباتی ہو گیا۔

جیف کے لیے وہ گفتگو بالکل نئی تھی۔ واقعی...... سارہ بڑی ہو گئی تھی، وہ یہ بھی بھول گیا کہ اگلے روز اس کا میچ ہے۔

☆======☆======☆

میچ دو گھنٹے میں ختم ہوا۔ جیف غائب دماغی کی سی کیفیت میں کھیلا تھا لیکن ڈیوڈ شکست خوردگی کے احساس کے ساتھ کورٹ میں اترا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ شکست اس کا مقدر ہے پھر بھی وہ بڑے وقار کے ساتھ کھیلا۔ جیف پہلا سیٹ 2-6 کے سکور پر جیتا۔ دوسرا سیٹ ڈیوڈ نے 4-6 پر جیتا۔ جیف نے تیسرا سیٹ بہ آسانی جیتا۔ سکور صفر 6 تھا تیسرا سیٹ آسانی سے جیتنا اس کی روایت بنتا جا رہا تھا۔ اس سیٹ میں ڈیوڈ کو صرف بارہ پوائنٹ مل سکے۔ اس سیٹ کے دوران جیف نے اس کے لبوں پر ایک مضمحل سی مسکراہٹ تھرکتے دیکھی۔ اس کے بعد اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ جیف کو پہلی بار احساس ہوا کہ اب وہ ناقابلِ شکست ہے۔ ڈیوڈ کوئی، بی، کلاس کھلاڑی نہیں تھا۔ وہ امریکہ کے بیس بہترین کھلاڑیوں میں شامل تھا اور جیف نے غائب دماغی کی کیفیت کے باوجود اسے بچوں کی طرح کھلایا تھا۔ ٹینس کھیلنا اس کے لیے اس حد تک خودکار ہو گیا تھا کہ اس کے لیے دماغی طور پر کھیل میں شامل ہونے کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔

اس پر اس نے تبدیلی بھی ابتدا ہی میں محسوس کر لی تھی۔ تیسرے سیٹ کے دوران ڈیوڈ نے اپنا برقت تبدیلی کی تھی اور اس کا بکھرنے کے گئی طریقے ہیں۔ مشرقی گرفت۔ کلائی

نینٹل گرفت اور مغربی گرفت۔ جیف پہلی دو گرفت سے باخبر تھا لیکن اس نے گرفت کی
تبدیلی فوراً ہی محسوس کر لی۔ اس نے اسی لحاظ سے اپنا کھیل تبدیل کر لیا اور ڈیوڈ کوئی
فائدہ حاصل نہ کر سکا۔ الٹا وہ جیف کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہو گیا۔

میچ کے بعد ڈیوڈ نے اس سے ہاتھ ملایا۔ ''میں کہہ سکتا ہوں کہ میں ہی نہیں کم از کم
آج تمہیں دنیا کا کوئی کھلاڑی شکست نہیں دے سکتا تھا۔'' اس نے سرگوشی میں کہا۔

جیف مسکرا دیا۔ ڈیوڈ نے سچ کہا تھا۔ اسے خود بھی یہی احساس ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا
کہ وہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ بلکہ بہ وقت ضرورت محنت کرنے پر اور بہتر ثابت ہو گا۔

سارہ میچ دیکھنے نہیں آئی تھی لیکن بل ولیمز آیا تھا۔ وہ بھی بجھی بجھی آنکھوں سے ناممکن کو
ممکن ہوتے دیکھتا رہا۔ ناقابل یقین ٹینس اس کورٹ میں زندہ اور متحرک ہو گئی تھی۔

شاور روم میں اس نے جیف سے کہا۔ ''اب تمہیں کوئی کچھ نہیں سکھا سکتا۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' جیف نے جواب دیا۔ ان الفاظ میں اور اس کے لہجے میں فخر کا
شائبہ بھی نہیں تھا۔ وہ تو محض سادگی سے کہی گئی ایک سچائی تھی۔

☆======☆======☆

مونا کو میں وہ ایک چھوٹے سے ہوٹل میں ٹھہرے تھے۔ اس روز جیف کو ایک اہم
میچ کھیلنا تھا۔ فرڈی ننڈ کا قد چھ فٹ چار انچ تھا اور وہ بے حد دبلا پتلا تھا۔ جیف جانتا تھا
کہ فرڈی ننڈ کے مقابلے میں اسے کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ وہ ڈیوڈ سے بہتر کھلاڑی نہیں
تھا۔ وہ اسی میچ کو پروگرام کر چکا تھا بلکہ ایک لحاظ سے میچ کھیلا جا چکا تھا۔

البتہ وہ سینور کی طرف سے فکر مند تھا۔ سینور یقیناً کسی پریشانی میں مبتلا تھا۔ ان کے
درمیان کبھی لفظی رابطہ نہیں رہا تھا۔ وہ تو ایک ایسا رابطہ تھا، جسے صرف محسوس کیا جا سکتا
ہے۔ وہ دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کو محسوس کر لیتے تھے۔ ایک دوسرے کی سوچیں ذہن
کے سیٹ پر ریسیو کرتے تھے لیکن سارہ کی مداخلت کے بعد سے وہ رابطہ منقطع ہو گیا تھا
لیکن وہ سینور کو اپنی زندگی سے تو نہیں نکال سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سینور اداس ہے...... خفا
ہے۔ اسے محسوس ہوتا تھا کہ سینور کسی سلسلے میں شرمندگی اور احساسِ جرم کا شکار ہے لیکن
وہ بات کرنے پر بھی آمادہ نہیں تھا۔ یوں ان کے درمیان خوف کی خلیج حائل ہو گئی تھی۔ وہ
اب سینور سے کترانے لگا تھا۔ دوسری طرف سینور کی صحت تیزی سے گر رہی تھی۔ اس
کے کپڑے جسم پر ڈھیلے ہونے لگے تھے۔

جیف کو احساس تھا کہ سارہ، سینور کے راز سے واقف ہے۔ صرف احساس نہیں،
اسے اس بات کا یقین تھا لیکن وہ بھی کچھ نہیں بتاتی تھی۔ اس سے جب بھی اس سلسلے میں
بات ہوتی، وہ گفتگو کو عملی محبت میں دبا دیتی۔ اسے ہر سوال کے جواب میں لمسِ محبت میسر
ہوتا۔ صورتِ حال ایسی ہو گئی تھی کہ اسے جب بھی لمس محبت درکار ہو، وہ سارہ سے سینور
کے بارے میں پوچھ لے اور وہ لمسِ محبت اسے کچھ سوچنے کے قابل ہی نہیں چھوڑتا تھا۔

ایک لمحے...... صرف ایک مختصر سے دیوانگی کے لمحے میں اس نے سوچا تھا کہ کہیں
سارہ اور سینور کے درمیان کوئی تعلق تو نہیں۔ وہ کثرت سے ساتھ دیکھے جاتے تھے لیکن

جب وہ ان کے ساتھ ہوتا تو وہ دونوں خاموش رہتے۔ ایک دوسرے سے بات ہی نہ کرتے۔ شاید اس لیے کہ وہ ہمیشہ ان کی نجی قسم کی گفتگو میں حارج ہوتا تھا۔ ان دونوں کے درمیان کبیدگی بھی تھی اور یقینی طور پر کوئی راز بھی تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ آج رات وہ اس سلسلے میں سارہ سے اصرار کرے گا۔ سارہ کو بتانا ہوگا، وہ اس سے اگلوا کر رہے گا۔

اس نے دوپہر کا کھانا اپنے کمرے میں کھایا۔ اب یہ معمول بن گیا تھا کہ میچ والے دن صبح سے میچ کے بعد تک سارہ نہ اس سے ملتی، نہ اسے فون کرتی، چنانچہ وہ تنہا تھا۔ لنچ کے بعد اس نے آرام کیا۔ ٹھیک ڈھائی بجے وہ کورٹ پر موجود تھا۔

کھیل شروع ہوا۔ پہلے دو گیمز میں جیف کو اندازہ ہو گیا کہ فرڈی نند اس کے اندازے سے دس گنا بہتر ہے۔ جیف پہلا سیٹ 6-3 سے ہارا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ متعجب تھا۔ دوسرے سیٹ میں اس نے خود کو ایڈجسٹ کیا اور وہ سیٹ 7-5 کے سکور پر جیتا۔ اسے اندازہ ہوگیا کہ فرڈی نند پہلے دو سیٹس میں اپنی تمام تر توانائی صرف کر چکا ہے، یہ اس کی فاش غلطی تھی۔

لیکن فرڈی نند نے تیسرے سیٹ میں بھی جان لڑا دی۔ اس نے ناممکن شاٹس کی ریٹرن دی۔ اس کا چہرہ سپید پڑ گیا۔ جیف حیران تھا جب کوئی کھلاڑی اس قسم کا کھیل کھیلے...... اپنے وجود تک کو داؤ پر لگا دے تو اس کا حریف وہی کچھ کر سکتا ہے جو جیف نے کیا۔ وہ بڑی خاموشی سے ریٹرن دیتا رہا۔ اسے فرڈی نند کی غلطی کا انتظار تھا۔

تیسرے سیٹ میں سکور 4-4 تھا۔ فرڈی نند سرو کر رہا تھا۔ اس کی پہلی سروس اتنی تیز تھی کہ جیف کا ریکٹ ہی نہیں، ہاتھ بھی جھنجھنا کر رہ گیا لیکن اس نے ایک ناممکن کراس شاٹ کھیلا تھا۔ فرڈی نند نے منہ بنا کر گیند کو کورٹ سے باہر جاتے دیکھا۔ وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ اس نے اپنے طور پر ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن اس کے سامنے ایک ناقابلِ شکست کھلاڑی تھا۔ اس نے ذہنی طور پر اسی وقت شکست تسلیم کر لی مگر اس کا ردعمل مثبت تھا اب وہ محفوظ کھیل کھیلنے کے بجائے خطرناک شاٹس کھیل رہا تھا۔ وہ جیف کو مسلسل بیک ہینڈ پر کھلا رہا تھا۔ جیف یوں کھیل رہا تھا، جیسے پریکٹس کر رہا ہو لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے بیک ہینڈ پر زور کیوں ہے۔ کیا اس کا بیک ہینڈ کمزور ہے۔ ویسے تو بیک ہینڈ، فور ہینڈ کے مقابلے میں ہمیشہ کمزور ہوتا ہے۔

بعد میں جب بھی جیف نے اس میچ کے بارے میں سوچا، اسے اپنے کیریئر کا اہم ترین میچ قرار دیا۔ یہ بات نہیں کہ اس میچ کی ویسے کوئی اہمیت تھی۔ وہاں دو ہزار تماشائی

تھے اور جیتنے والے کو صرف ڈھائی ہزار ڈالر ملنا تھے لیکن اس میچ میں جیف نے اپنے اندر ایک غیر معمولی پن دریافت کیا۔

فرڈی نند مسلسل بیک ہینڈ پر دباؤ ڈال رہا تھا پھر اس نے جیف کے فور ہینڈ پر ایک شاٹ کھیلا۔ جیف کی ریٹرن نسبتاً اونچی تھی۔ اس کے نتیجے میں اس کے بائیں ہاتھ کی طرف دو فاسٹ ڈرائیوز آئے۔ اس کی پہلی ریٹرن بے جان تھی۔ فرڈی نند کا دوسرا ڈرائیو بیک ہینڈ پر تھا۔ انتہائی تیز رفتار ڈرائیو جیف کے پاس اس کے ریٹرن کے لیے مہلت ہی نہیں تھی جو کچھ کیا، اس کے جسم نے از خود کیا۔ اسے ریکٹ کو پلٹا کر بیک ہینڈ سے ریٹرن کرنا تھا لیکن اس کے پاس اتنی مہلت نہیں تھی۔ اس نے معمول کے مطابق اسٹروک کھیلنے کے بجائے نہ جانے کس طرح اپنی کلائی کو اپنے جسم کی طرف موڑ لیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گیند ریکٹ کے بیک ہینڈ والے رخ کے بجائے فور ہینڈ والے رخ پر آئی۔ اس کی کلائی کی اس غیر معمولی جنبش نے وقت کے معاملے میں ایک سیکنڈ کے دسویں حصے کی بچت کر لی تھی۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ اسٹروک ویسا ہی پاور فل تھا جیسا کہ فور ہینڈ کھیلا جانے والا اسٹروک ہوتا ہے۔ گیند نیچی اور فاسٹ تھی۔ اس نے زندگی میں کبھی اتنا پاور فل بیک ہینڈ اسٹروک نہیں کھیلا تھا۔ فرڈی نند گیند کو اپنے قریب سے گزرتے دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کا تاثر تھا۔

دو گیمز کے بعد میچ ختم ہو گیا۔ دونوں کھلاڑیوں نے ہاتھ ملایا۔ ''زبردست شاٹ تھا وہ۔'' فرڈی نند نے داد دی۔

''محض اتفاق تھا۔'' جیف نے جواب دیا۔

اس دوران فوٹو گرافرز ان کی تصویریں لینے لگے۔ اب جیف میں ان کے لیے کشش بڑھ گئی تھی۔ ایک رپورٹر نے پوچھا۔ ''آپ اس عجیب و غریب بیک ہینڈ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟''

''اتفاق تھا۔'' جیف نے کہا۔ اسے مہمانوں کے ہجوم میں وحشت ہوتی تھی۔ وہ لفظوں کی دنیا کا آدمی تھا ہی نہیں۔

''اتفاق تو نہیں معلوم ہوتا۔ ایسا لگتا ہے کہ آپ اس شاٹ کی پریکٹس کرتے رہے ہوں۔'' رپورٹر نے اصرار کیا۔

''پریکٹس؟'' جیف نے خوبصورتی سے گفتگو کا رخ بدلا۔ ''پریکٹس تو ہمیشہ کرتا ہوں میں۔ پریکٹس تو میں کبھی ترک نہیں کرتا۔''

''آپ کو پتا ہے کہ اب آپ کو کیا کہا جاتا ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم، تم کن لوگوں کی بات کر رہے ہو؟ کیا کہتے ہیں وہ مجھے؟''

''شیطانی مشین۔''

جیف نے رپورٹر کو غور سے دیکھا۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ لوگ شراب کی صورت...... سگریٹ کے دھوئیں کی شکل میں اپنے وجود میں زہر اتارتے ہیں اور جب ان کے جسم متاثر ہوتے ہیں تو یہ مجھ جیسے لوگوں کی توہین کرتے ہیں...... حسد کے زیر اثر۔

''ممکن ہے، کچھ لوگوں کو ایسا لگتا ہو۔'' اس نے جواب دیا۔ ''میں پریکٹس بھی تو بہت کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ واپسی کے لیے پلٹ گیا۔

واپس جاتے ہوئے وہ سوچتا رہا کہ اسے رپورٹر کے ساتھ خوشگوار رویہ رکھنا چاہیے لیکن درحقیقت وہ ان کا عادی نہیں ہو سکا تھا اور شاید ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ گفتگو کی اہلیت نہیں رکھتا تھا۔ اسے لفظ نہیں سوجھتے تھے۔ وہ شاور روم کی طرف چل دیا۔ اس نے ایک نیا اسٹروک دریافت کیا تھا اور اسے اس کے متعلق سوچنا تھا۔ اس سلسلے میں سینور سے بات کرنا تھی۔

☆======☆======☆

اس رات اس نے اپنے کمرے میں تنہا کھانا کھایا۔ اب اسے سارہ کی تشویش میں ڈوبی ہوئی آواز کا انتظار تھا۔ یہ اس کے منصوبے کا حصہ تھا۔ سینور نے اسے فون نہیں کیا۔ جیتنا اب معمولات میں شامل ہو رہا تھا۔ اس لیے مبارک باد کی رسم اہمیت کھو بیٹھی تھی۔ اب تو یوں تھا کہ وہ اپنا فرض پورا کر رہا تھا جیت کر اور فرض پورا کرنا کوئی خاص بات نہیں ہوتی۔

سارہ رات گیارہ بجے اس کے کمرے میں آئی۔ وہ اپنے بستر پر لیٹا اندھیرے میں کسی غیر مرئی چیز کو گھور رہا تھا۔ ''کیا بات ہے ڈارلنگ؟'' سارہ نے پوچھا اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔ جیف نے کوئی جواب نہ دیا۔ سارہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے رخسار کو نرمی سے چھوا۔ ''کیا بات ہے ڈیئر؟'' اس نے پھر پوچھا۔

''تم جانتی ہو۔'' جیف نے کہا۔

''پھر وہی بات۔''

''ہاں اور آج میں پوچھ کر رہوں گا۔ آج تمہارا کوئی حربہ مجھ پر اثر انداز نہیں ہو گا۔''

''اتنے یقین سے نہ کہو۔'' سارہ کے لہجے میں شرارت تھی۔

''میں وہ سب کچھ جاننا چاہتا ہوں جو تم جانتی ہو۔''

سارہ نے آہ بھر کے کہا۔ ''کیا جانتی ہوں میں؟''

''ہمیشہ سوالوں کے جواب میں سوال۔'' جیف کا لہجہ نرم تھا۔ ''میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم اور سینور چپکے چپکے کیا باتیں کرتے ہو۔ جب تم دونوں کے ساتھ میں نہیں ہوتا۔''

''رقابت محسوس کرتے ہو...... ہیں؟'' اندھیرے میں سارہ کی آواز میں ہنسی کی بازگشت محسوس ہوئی۔

''ہاں لیکن مختلف انداز میں، میں بچہ نہیں ہوں کہ مجھ سے باتیں چھپائی جائیں میں عمر میں تم سے بڑا ہوں۔''

''میرا اپنا کوئی راز ہوتا تو میں بتا دیتی۔'' سارہ نے سنجیدگی سے کہا۔ ''اور پھر میں پورے یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ میں نے صرف محسوس ہی تو کیا ہے۔''

''یہ سب کچھ غلط ہے۔ ادھر دیکھو، تمہارے نزدیک میری کیا حیثیت ہے؟''

''تمہیں اب تک معلوم نہیں ہوا۔'' سارہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''میرے بتائے بغیر تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔ میں تمہاری خاطر بڑی ہوئی، صرف تمہارے لیے میں نے سب کچھ چھوڑ دیا اور بڑی ہو گئی۔ صرف اس لیے کہ ہم تم محبت کر سکیں، کیا یہ کافی نہیں ہے؟''

''تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔'' جیف نے بے بسی سے کہا۔ ''تم نے کیا کچھ چھوڑا ہے میرے لیے؟'' وہ دل ہی دل میں خود کو برا بھلا کہنے لگا۔ اس کا وجود سارہ کے دیئے ہوئے تحفوں سے لبالب بھرا ہوا تھا۔

''اپنی معصومیت...... اپنا لڑکپن۔ یہ سب کچھ ترک کر دیا میں نے حالانکہ مجھے بہت عزیز تھا۔''

''اور یہ دونوں چیزیں میرے پاس تھیں ہی نہیں۔'' جیف نے پوری سچائی کے ساتھ اعتراف کیا۔ اس نے ماضی میں پلٹ کر دیکھا۔ وہ تو بچپن سے بھی محروم رہا تھا۔ زندگی کے ریگزار میں اس کے لیے بچپن کا کوئی معصوم پھول نہیں کھلا تھا۔ کوئی خوشی نہیں تھی۔ بس کام ہی کام تھا۔ محبت...... صرف محبت۔ خوشی صرف اسی صورت میں خوشی ہوتی ہے، جب وہ بے بنیاد ہو۔ وہ لمحہ خوش ہوتا ہے، جب خواہ مخواہ کا احساس ہو۔ شدید محنت کے بعد اسے کامیابی ملی تھی تو یہ خوشی تو نہیں تھی۔ یہ تو اجرت تھی۔ اس نے سوچا...... یہ

اطمینان ہے...... طمانیت ہے...... اور طمانیت ایک مختلف رنگ کی خوشی ہوتی ہے۔ میں نے طمانیت کما لی لیکن میں خوشی کبھی نہیں کما سکتا۔

سارہ نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ ''دیکھو، تم آدھا راستہ طے کر چکے ہو۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

وہ جیف کے لیے ایک نیا انداز تھا۔ ان کے تعلق میں نرمی اور نزاکت کا عنصر کم ہی تھا۔ ابھی تک ان میں سے کوئی بھی محبت کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ وہ شاہراہِ محبت کے متوازی چلنے والے ذیلی راستے دریافت کر رہے تھے۔ وہ اس شاہراہ کے گرد گھوم رہے تھے لیکن ابھی تک اس پر قدم نہیں رکھ سکے تھے۔ محبت میں دکھ سکھ بانٹنے کی جو خوبی ہوتی ہے، وہ اس سے محروم تھے۔

''یہ جو کچھ بھی ہے، میرے لیے نقصان دہ ہے۔'' جیف نے کہا۔ ''میں سینور سے کام کی بات بھی نہیں کر پاتا۔ یہ سلسلہ ختم ہو جانا چاہیے۔ مجھے سینور کا پیشہ ورانہ مشورہ بھی میسر نہیں رہا ہے۔''

سارہ نے پھر آہ بھری۔ ''میں وعدہ کرتی ہوں کہ شادی کے بعد تمہیں سب کچھ بتا دوں گی۔ ویسے بھی ہمیں جلد ہی شادی کر لینا چاہیے۔''

''اس وقت کی شرط کیوں؟''

''کیونکہ۔'' سارہ نے گہری سانس لے کر سوچا اور پھر بولی۔ ''کیونکہ شادی کے بعد ہمارے درمیان کوئی راز نہیں رہے گا۔ اس وقت مجھے کسی راز کو راز رکھنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ اوکے۔''

بات معقول نہیں تھی لیکن جیف کچھ نہ کہہ سکا۔ اسے ایک بار پھر لمسِ محبت نے اسیر کر لیا تھا۔

☆======☆======☆

28 اپریل کو روم میں جیف اخباری اور ٹی وی رپورٹرز کے ہجوم میں گھرا ہوا تھا۔ سوالات کی بوچھاڑ تھی۔ وہ حسبِ معمول مختصر اور مبہم جواب دے رہا تھا۔ نہیں میں میچ کے انجام کے بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کر سکتا۔ میری کامیابی کا کوئی راز نہیں ہے۔ میں اپنا بہترین کھیل پیش کرتا ہوں اور بہتر نتائج کی دعا...... اس کے پیچھے ہی سارہ کھڑی تھی۔

''آپ جیف ولیمز کی بہن ہیں؟'' کسی نے سارہ سے پوچھا۔ آواز بہت شیریں

اور جذبات انگیز تھی۔ جیف نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کے سامنے دنیا کی حسین ترین لڑکی کھڑی تھی۔ سیاہ بال، بیضوی چہرہ اور زیتون جیسی رنگت۔ اس کے دانت بے حد چمک دار تھے۔ آنکھوں میں گہرے رنگ کے شیشوں کا چشمہ تھا۔ وہ بولتے وقت مسکرانے کی عادی معلوم ہوتی تھی۔

''نہیں۔'' سارہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

وہ توقف بھی ایک ان کہا سوال تھا۔ جیف کو وہ خاموشی اعصاب شکن محسوس ہونے لگی۔ اس نے سارہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ ''چلو، ہمیں ہوٹل چلنا ہے۔''

اس ہجوم میں سے گزرتے ہوئے جیف کا ہاتھ لڑکی کے بازو سے چھو گیا۔ ''میرا نام میا ہے۔'' لڑکی نے یوں کہا، جیسے کسی سوال کا جواب دے رہی ہو۔

ہوٹل پہنچ کر جیف نے اس لڑکی کو یاد کرنے کی کوشش کی۔ اسے صرف اس کی مخملیں آواز اور چشمہ یاد آ سکا۔ شاید وہ طویل القامت بھی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ اور سارہ بار میں آئے۔ انہوں نے بیئر طلب کی۔ جیف کو سارہ کے انداز میں کوئی خاص بات محسوس ہوئی لیکن اس نے کچھ نہ پوچھا۔

''مجھے ڈیڈی کا خط ملا ہے۔'' سارہ نے ازخود بتایا۔ ''وہ میری تمہاری قربت پر بہت برہم ہیں۔''

''میرا خیال تھا، تمہیں اس بات کی پروا نہیں ہے۔''

''بالکل نہیں ہے۔''

اس کی آواز اور لہجے میں کوئی بات تھی۔ ''پھر پریشانی کی کیا بات ہے؟'' جیف نے پوچھا۔

''جب میری عمر اکیس سال ہو جائے گی تو مجھے ٹرسٹ فنڈ ملے گا۔'' سارہ نے کہا۔ ''ڈیڈی کہتے ہیں کہ اگر میں تم سے یونہی ملتی رہی تو وہ ٹرسٹ کو توڑ دیں گے۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میری آمدنی کم تو نہیں ہے۔''

''وہ تمہیں تباہ بھی کر سکتے ہیں۔'' سارہ نے نرم لہجے میں کہا۔ ''ڈیڈی کا غصہ بہت خطرناک ہوتا ہے پھر ٹرسٹ کا فنڈ کوئی معمولی رقم نہیں ہے۔'' اس کے انداز میں بڑا پن تھا۔ وہ اٹھارہ سالہ لڑکی کی باتیں ہرگز نہیں تھیں۔ ''جب تک تم کسی پروڈکٹ سے وابستہ نہیں ہو جاتے، تم صرف ٹینس سے کما سکتے ہو اور یہ غیر یقینی ہے۔ کسی بھی وقت کوئی بہتر کھلاڑی سامنے آئے گا اور پھر سب کچھ ختم۔''

''ایسا کوئی نہیں ہے۔''

''تین سال پہلے تم بھی تو نہیں تھے۔ یاد رکھو، ہمیشہ کہیں نہ کہیں کوئی بہتر کھلاڑی موجود ہوتا ہے۔ وہ کسی بھی وقت ابھر سکتا ہے، بات صرف وقت کی ہے۔''

جیف نے اپنے جسم پر ہاتھ پھیرا۔ اسے یہ بات ناممکن لگی کہ دور کسی شہر کے مضافات میں کوئی مفلس لڑکا گیند کو دیوار پر مار کر پریکٹس کر رہا ہوگا۔ اس نے سارہ کو غور سے دیکھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے لیکن اب تک سب کچھ سارہ نے کیا تھا۔ اسی نے پیش قدمی کی تھی۔ اسی نے بات آگے بڑھائی تھی۔ وہ خود کو ایک ایسا شخص محسوس کر رہا تھا، جس نے اپنی قسمت کسی اور کو سونپ دی ہو جو گڑیوں کی کائنات میں رہ رہا ہو۔ اس کے وجود کی ڈوریاں سارہ کے ہاتھ میں تھیں۔ ''تم جو سوچو گی، بہتر ہو گا۔'' اس نے بڑی طمانیت سے کہا۔

''میں اب اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔'' سارہ نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے جیف، سینور کے کمرے کے سامنے رکا۔ اس نے دروازے پر دو بار دستک دی لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے سوچا کہ آرام کرنے کے بعد وہ روم کی سیر کے لیے نکلے گا...... تنہا۔

رات کے کھانے پر نہ ولیمز اس کے ساتھ تھا اور نہ سارہ تھی۔ اس رات سارہ اس کے کمرے میں بھی نہیں آئی۔ وہ پُرسکون نیند سویا۔

☆======☆======☆

اسے اپنے حریف کا نام یاد نہیں رہا تھا۔ مقابلہ سرخ مٹی والے کورٹ پر ہو رہا تھا ایسے کورٹ پر اس کا کھیل قدرے سُست ہو جاتا تھا لیکن اس سے فرق کچھ بھی نہیں پڑتا تھا۔ پریکٹس کے دوران اس نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ تماشائیوں کی بھاری تعداد وہ میچ دیکھنے آئی تھی۔ ٹورنامنٹ میں بارہ کھلاڑی شریک ہوئے تھے۔ تین دن بعد فائنل ہونا تھا۔ اس کا حریف ایک پستہ قامت لیکن پُرجوش اطالوی تھا۔

جیف نے خواب جیسی حالت میں وہ میچ کھیلا اسے یہ بھی پتا نہ چلا کہ وہ جیت چکا ہے۔ تالیوں کی آواز سن کر وہ چونکا۔ اس نے اپنے حریف کو مایوسی کے عالم میں کورٹ سے نکلتے دیکھا اور سوچا کہ لوگ سچ کہتے ہیں۔ اس کے سارے انداز مشین ہی کے سے تھے۔ وہ خود کار طریقے سے کھیلتا تھا۔ اس کے جسم کو ذہن کی ہدایت اور رہنمائی کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

اگلی صبح اسے کوارٹر فائنل کھیلنا تھا۔ سیمی فائنل شام کو ہونا تھا اور اگلے روز فائنل شام کو واپسی۔

اس نے بڑی تیزی سے کپڑے بدلے وہ سارہ کے پاس پہنچنے کو بے چین ہو رہا تھا۔ اچانک شاور روم کا دروازہ کھلا اور بند ہو گیا۔ ''مجھے تم سے بات کرنا ہے۔'' سینور نے کہا۔

''میں تو اس لمحے کا کئی دن سے منتظر ہوں، تمہی غائب رہتے ہو۔'' جیف نے جواب دیا۔

''ہم واپس جا رہے ہیں۔'' سینور نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں۔

''لیکن کیوں، کل میرے دو میچ ہیں۔''

سینور نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر لہرایا۔ ''ٹیلی گرام ہے گولڈ مین کا اس نے ہمیں فوری طور پر واپس بلایا ہے۔''

''لیکن میچ؟''

''میں نے تمہارا نام واپس لے لیا ہے۔''

''مجھے یہ کچھ اچھا نہیں لگا۔''

''میں تمہارا منیجر ہوں۔'' سینور نے کہا اور بینچ پر بیٹھ گیا۔ جیف نے اسے دیکھا۔ اس کا جسم پھیل گیا تھا، وزن تیزی سے بڑھا تھا وہ بیمار نظر آ رہا تھا۔ مسٹر گولڈ مین ہم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے بتایا۔

''کس سلسلے میں؟''

''ٹیلی گرام میں اس کی وضاحت تو نہیں ہے لیکن ہم اندازہ لگا سکتے ہیں۔''

''سارہ کی بات ہے نا؟'' جیف نے کہا۔ ''سارہ نے مجھے بتایا تھا۔''

''وہ بہت اپ سیٹ ہے جیف! مائی بوائے، ہمیں واپس پہنچ کر بہت کچھ سننا پڑے گا اور یہ بتانا ہوگا کہ تمہارے اور اس کی بیٹی کے درمیان احمقانہ تعلق ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا ہے۔''

''کیا یہ بات سارہ نے کہی ہے؟''

''وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی ویسے میں نے ابھی تک اسے ٹیلی گرام کے متعلق نہیں بتایا ہے۔''

''ٹھیک ہے، اس بار فیصلہ ہو ہی جائے۔'' جیف نے کہا پھر اس نے سینور کو دیکھا

اور اچانک بولا۔ ''تم شراب نوشی چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟''

وہ پہلا موقع تھا کہ اس نے بل ولیمز پر تنقید کی تھی۔ چند لمحے خاموشی رہی پھر ب
اٹھا اور شاور روم سے نکل گیا۔ جیف سوچتا رہا۔ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ اس نے سمجھ
کوشش کی۔ کیا سینور خفا ہے لیکن نہیں...... وہ خفا نہیں تھا۔ البتہ وہ اداس اور اپ سی
تھا۔ وجہ؟ اس کے بعد اس سے سوچا نہیں گیا۔ وہ ہمیشہ یہی کرتا تھا۔ ذہن پر زیادہ ز
نہیں ڈالتا تھا۔ اسے خود پر افسوس بھی ہوا اور غصہ بھی آیا۔ وہ اپنے محسن کے بارے م
سوچنا بھی نہیں چاہتا۔

وہ شاور روم سے نکل آیا۔ دائیں جانب سے وہی مخملیں آواز سنائی دی، جسے وہ کب
بھول نہیں سکتا تھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ وہی لڑکی تھی...... میا۔

''مجھے بتایا گیا تھا کہ تم یہاں رہو گے۔'' میا نے کہا۔ وہ اس وقت بھی چشمہ لگا
ہوئے تھی۔ ''مجھے انٹرویو دو گے، ایسا انٹرویو جو صرف میرے لیے ہو۔''

''میں اس سلسلے میں بیکار آدمی ہوں۔ میں اپنے متعلق بات نہیں کر سکتا۔'' جیف
نے جواب دیا۔

''یہ بات تم سے کس نے کہی؟'' میا نے کہا۔ اب وہ اس کے ساتھ ساتھ چل ر
تھی۔

''کسی نے بھی نہیں۔ دراصل میں باتیں نہیں کر پاتا کسی سے۔'' جیف نے ہونٹو
پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

''تم پیاسے معلوم ہوتے ہو، کچھ پیو گے؟''

''میچ کے بعد ہمیشہ شدید پیاس لگتی ہے۔''

''لو دیکھو۔'' لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''تم نے تو مجھے انٹرویو دینا شروع بھی
دیا۔''

''تم کہاں کی رہنے والی ہو؟''

''فلورنس کی۔''

جیف کا جی چاہا کہ لڑکی چشمہ اتار دے، وہ اس کی آنکھیں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ چش
اس کے لیے استعارہ تھا کسی خواہش کا۔ ''تم پہلی اطالوی لڑکی ہو، جس سے می
ہوں۔'' اس نے کہا۔

''وہ مجھ سے مختلف ثابت ہوں گی۔'' میا نے کہا۔ ''تم نے روم دیکھا؟ یہ ایک ع

معمولی شہر ہے۔''

جیف نے اسے اپنی گزشتہ روز کی سیر کے متعلق بتایا۔

''ہاں، یہ ایک قدیم شہر ہے۔'' میا نے کہا۔ اب وہ جیف کی رہنمائی کر رہی تھی۔ وہ
بائیں جانب مڑ گئے۔ ''یہاں کے لوگ ماضی میں گھرے ہوئے ہیں۔ کبھی کبھی مجھے ایسا
لگتا ہے کہ جسے لوگ جدید دور کہتے ہیں، وہ ایک ڈھیلے ڈھالے لباس کی طرح ہم لوگوں
پر مسلط ہے۔ روم ایک بیمار شہر ہے لیکن شاندار۔ میں تمہیں جس ریسٹورنٹ میں لے جا
رہی ہوں، وہاں سیاح نہیں جاتے۔ میں تمہیں وہاں بیئر پلاؤں گی۔''

ریسٹورنٹ پہنچ کر وہ کھڑکی کے ساتھ والی میز پر بیٹھے۔ اب ان کے درمیان انٹرویو
کا ظاہری حوالہ نہیں رہا تھا۔ وہ باتیں کرتے رہے بلکہ میا باتیں کرتی رہی۔ وہ اسے اپنے
متعلق، نئے اٹلی کے متعلق بتاتی رہی۔ وہ رپورٹر تھی...... زندگی میں بہت کچھ کرنے کی
خواہاں۔ وہ نئے اٹلی کی بیٹی تھی۔ نیا اٹلی، جہاں نئے دور کے باوجود عورتیں باتیں کرنا اور
گھر بسانا زیادہ پسند کرتی تھیں۔ جہاں اب بھی طلاق کا رواج نہیں تھا۔ شوہر اب بھی
بیویوں کی پٹائی کرتے تھے اور ملازمت پیشہ عورتوں کے کردار کو شک آمیز نظروں سے
دیکھا جاتا تھا۔

بعد میں جیف نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ اس نے اس خوبصورت لڑکی سے کیا
بات کی تھی لیکن اسے کچھ یاد نہ آیا۔ سب کچھ دھندلا گیا تھا۔ اسے صرف اپنے محسوسات
یاد تھے۔ ایک موقع پر وہ ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر بڑی
نرمی اور آہستگی سے میا کا چشمہ اتار دیا تھا۔ اس کی آنکھیں گہری شربتی تھیں۔ پلکیں اتنی
گھنی تھیں کہ مصنوعی معلوم ہوتی تھیں۔ وہ چند لمحے اسے گھورتی رہی اور پھر اچانک اس
کے رخسار تمتما اٹھے۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ چشمہ اتارنے کا یہ عمل کسی خواہش کا استعارہ ہے اور
کسی مشرقی لڑکی کی طرح شرما گئی تھی پھر اس نے اپنی انگلیاں جیف کے ہاتھ پر رکھ دیں
اور آخر تک انہیں نہیں ہٹایا۔

وہاں سے نکل کر وہ دونوں دیر تک روم کی گلیوں میں گھومتے رہے۔ وہ اسے روم
کے متعلق بتاتی رہی۔ ''تم اسے گندا شہر کہو گے۔'' ایک موقع پر اس نے کہا۔ ''لیکن یہ گندا
نہیں۔ شہر زندگی کی علامت ہیں، یہ زندگی سے لبریز ہوتے ہیں، درحقیقت زندگی گندگی
ہے۔'' وہ مسکرائی۔ ''تم یہاں سے محسوس کرتے ہو۔'' اس نے اپنی پیشانی تھپتھپائی اور
پھر پیٹ تھپتھپاتے ہوئے بولی۔ ''اور ہم یہاں سے محسوس کرتے ہیں۔ روم کو دیکھنے اور

سمجھنے کے لیے پیٹ سے محسوس کرنا ضروری ہے۔"

وہ اپنے ہوٹل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میا نے اس کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ اسے احسا
ہی نہیں تھا کہ کتنا وقت گزر چکا ہے۔ وہ خود کو ہوا کی طرح ہلکا پھلکا اور تروتازہ محسوس کر
تھا۔ اس نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا اور پورا دن چلتے ہوئے گزارا تھا۔ وہ ہوٹل کی لا
میں داخل ہوئے۔ جیف چلتے چلتے رک گیا۔ "میں نے اپنے متعلق گفتگو نہیں کی یہ
میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا۔" اس نے کہا۔

میا نے اسے دیکھا اور آنکھوں سے چشمہ ہٹا دیا۔ یہ عمل اب ان کے درمیان ا
کوڈ کی صورت طے پا چکا تھا۔ "تم نے مجھے ہر ضروری بات بتا دی ہے۔" اس نے آہ
سے کہا۔ "کسی مضمون کے لیے نہیں بلکہ اور اہم تر چیزوں کے لیے۔"

جیف خاموش کھڑا رہا۔ وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ د
تمام ہو گیا ہے اور بھوکی زندگی اس پر جھپٹ رہی ہے...... نگل جانے کے لیے۔ اس
بے حد یاس انگیز لہجے میں کہا۔ "آؤ، ایک جام میرے ساتھ پی لو۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور آہستہ سے بولی۔ "میں بھی۔"

جیف اس کا مطلب سمجھ گیا۔ وہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ یہ دن تمام ہو۔

وہ بار میں بیئر کا گلاس ہاتھ میں لیے بیٹھا تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو نہیں
تھا۔ وہ خاموشی سے بیئر کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہے تھے۔ جیف سوچ رہا
کہ یہ خاموشی کتنی بلیغ ہے۔ اس سے زیادہ مفصل گفتگو میں نے کبھی کسی سے نہیں کی ا
ابھی چند لمحوں میں سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ اسے بھوک لگ رہی تھی لیکن جدائی کی قیم
پر کھانا اسے منظور نہیں تھا۔ میا کا چشمہ ان کے درمیان رکھا تھا۔ وہ سپردگی، قربت اور تعا
کی علامت تھا پھر میا نے اسے اٹھا کر آنکھوں پر لگا لیا۔ جیف کو اندازہ ہو گیا کہ کوئی گڑ
ہے۔

پھر اس نے سارہ کی آواز سنی۔ "میں بیٹھ سکتی ہوں؟" اور وہ جواب کا انتظار
بغیر بیٹھ گئی۔ اس نے مستفسرانہ نگاہوں سے جیف کو دیکھا۔

"تمہارا دوست بہت مہربان آدمی ہے۔" میا نے کہا۔ "اس نے مجھے انٹرویو
ہے۔"

"حالانکہ اسے انٹرویو دینا پسند نہیں۔" سارہ نے کہا اور جیف کا جام اٹھا کر اس
موجود بیئر حلق میں انڈیل لی۔ وہ جیف کے لیے ایک نئی بات تھی۔

"میرا خیال ہے، آج ہم نے سارا شہر دیکھ لیا۔" جیف بولا۔ فوراً ہی اسے احساس
ہوا کہ اسے از خود کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ وہ اس سلسلے میں کسی کو کچھ نہیں بتانا چاہتا
تھا۔ اسے یقین تھا کہ یہ خوشی کسی کو شریک کرنے سے...... کسی کو بتانے سے حقیر ہو جائے
گی اور وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"مبارک ہو۔" سارہ نے میا کو خشک لہجے میں مخاطب کیا۔ "میں مہینوں سے جیف
کو انٹرویو کے لیے رضامند کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ تم پہلی رپورٹر ہو، جس سے یہ کھلا
ہے۔"

میا نے اپنا گلاس خالی کر کے میز پر رکھ دیا۔ "اب مجھے چلنا چاہیے۔" اس نے کہا۔
"مسٹر جیف پہلے ہی مجھے کافی وقت دے چکے ہیں۔" پھر اس نے جھک کر بڑے وقار
سے جیف کا ہاتھ چوما اور اٹھ گئی۔

"اوہ...... اب تم مجھے یاد آ گئیں۔" سارہ نے کہا۔ "ایئر پورٹ پر تم نے مجھ سے
پوچھا تھا کہ میں جیف کی کیا لگتی ہوں۔"

میا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں، جیف سے شادی کرنے والی ہوں، جلد ہی ہم میاں بیوی ہوں گے۔"

"خدا آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے اب میں چلتی ہوں۔"

اس کے جانے کے بعد جیف کو ایسا لگا کہ وہ اپنا سب کچھ ساتھ لے گئی ہے، ورنہ
ہر شخص جب کسی دوسرے شخص سے ملتا ہے تو کچھ نہ کچھ...... اپنے وجود کا کم از کم ایک ذرہ
اس کے پاس ضرور چھوڑ جاتا ہے لیکن وہ تو سب کچھ اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ اس نے تو
کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا۔

"مجھ سے بہت زیادہ ناراض ہو؟" کچھ دیر بعد سارہ نے پوچھا۔ انداز کسی ایسے
بچے کا سا تھا، جسے سزا کی توقع ہو۔

"معلوم نہیں، سوچنا پڑے گا۔" جیف نے جواب دیا۔

"بس منہ سے نکل گیا۔ اس نے تمہارا ہاتھ چوما تو میں برداشت نہ کر سکی۔ کیا تمہیں
اس سے محبت ہو گئی ہے؟"

"نہیں، احمقانہ باتیں مت کرو۔"

"ہاں واقعی...... احمقانہ باتیں کرنے کے بجائے ہمیں شادی کر لینا چاہیے۔" سارہ
نے کہا۔

جیف نے اسے گولڈ مین کے ٹیلی گرام کے متعلق بتایا۔ ''سینور نے مجھے بتایا ہے وہ بہت ناراض ہیں۔''

''یہ لڑکی!'' سارہ نے پُرخیال لہجے میں کہا۔ ''میں نے اس کے بارے میں کچھ محسوس کیا ہے۔''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں۔'' جیف نے آہستہ سے کہا۔ ''میں نہیں سمجھتا کہ اس کے اور میرے درمیان کچھ ہو سکتا تھا۔ بہر حال اس کی کوئی اہمیت ہے بھی نہیں۔'' لیکن لفظوں کے برعکس اس کے اندر کوئی رو رہا تھا...... چیخ رہا تھا۔ مگر وہ کیا کرتا۔ وہ اس لڑکی سے محبت کرتا تھا، جس نے بہت پہلے اپنا سب کچھ اسے سونپ دیا تھا۔ اس نے سارہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ابتدا میں وہ ہاتھ سرد تھا پھر اس میں محبت کی حدت دوڑنے لگی۔ سارہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا...... مضبوطی سے۔ جیف چند لمحے ہچکچایا پھر اپنی دنیا میں لوٹ آیا۔ اب میا محض ایک یاد تھی اور وہ بھی مٹتی ہوئی یاد۔

''تم یہاں، اس شہر میں مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہو؟'' اس نے دریافت کیا۔

''نہیں، یہ مناسب نہیں ہوگا۔ ڈیڈی کی موجودگی ضروری ہے، وہ خود مجھے وداع کریں گے۔''

''کیسی ناممکن باتیں کر رہی ہو؟''

''ہماری شادی ضرور ہوگی۔'' سارہ کے لہجے میں شدت تھی۔ ''بلکہ ہو چکی ہے لیکن ڈیڈی اسے تسلیم کرنا نہیں چاہتے۔''

''تم جانتی ہو کہ میں تباہ بھی ہو سکتا ہوں۔''

''ہاں، جانتی ہوں، لیکن میں تم سے محبت کرتی ہوں۔''

اس لمحے جیف نے خود کو دنیا کا سب سے خوش قسمت آدمی سمجھا۔

☆======☆======☆

اس نے کمرے کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا اور اب سارہ کی آمد کا منتظر تھا۔ میا اس کے تصور میں آئی بھی اور چلی بھی گئی۔ وہ آنکھیں بند کیے بستر پر لیٹا رہا۔ کبھی کبھی آنکھیں کھول کر کلاک کی طرف دیکھ لیتا، سوا بارہ بج گئے لیکن وہ نہیں آئی۔

پھر دروازے کی ناب گھومی، وہ اٹھ بیٹھا۔ آنے والا سینور تھا۔ اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ آنکھیں دھندلا رہی تھیں اور چہرہ بے رنگ تھا۔ ''کیا بات ہے، خیریت تو ہے؟'' جیف نے پوچھا۔

''تم سے کچھ ضروری گفتگو کرنا ہے۔'' سینور نے کہا۔ اس کی آواز بھی لڑکھڑا رہی تھی۔

''اس وقت؟''

''ہاں، صبح کی فلائیٹ سے ہم روانہ ہو رہے ہیں گفتگو بہت ضروری ہے۔''

''ٹھیک ہے، بیٹھ جاؤ۔'' جیف نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''نہیں، میں ٹہلنا چاہتا ہوں۔'' سینور نے کہا اور ٹہل ٹہل کر باتیں کرنے لگا۔

''سنو۔'' جیف نے مداخلت کی اسے احساس تھا کہ سینور ایک ناخوشگوار مسئلہ چھیڑنے والا ہے۔ اسے باز رکھنے کی یہی ایک صورت تھی۔ ''سنو! میں نے ایک نیا اسٹروک دریافت کیا ہے۔'' اس نے کہا اور اپنے بیک ہینڈ کے متعلق بتانے لگا۔

''تم گیند کی طرف کس طرح بڑھ سکتے ہو ایسے میں؟'' چند لمحے بعد اس نے پوچھا۔ وہ ہوش مندانہ سوال تھا...... ایک کوچ کا سوال۔

''لمبے قدم اٹھانے ہوں گے...... جھکنا ہوگا، اٹھتی ہوئی گیند پر شاٹ کھیلنا ہوگا پھر کلائی کو حرکت دینا ہوگی۔ یوں شاٹ میں اوور اسپن بھی ہوگی اور پاور بھی۔ بالکل فور ہینڈ جیسی۔''

''یہ نیا شاٹ نہیں ہے۔'' سینور نے کہا۔ ''البتہ صرف ایک شخص ہی یہ ریورس اسٹروک ڈیولپ کر سکا ہے۔''

''وہ کون تھا؟'' جیف نے پوچھا اسے افسوس ہونے لگا کہ اس کا آئیڈیا نیا ثابت نہیں ہوا۔

''مجھے ٹھیک طرح سے یاد نہیں، شاید ٹلڈن تھا۔'' سینور نے کہا اور پھر چند لمحے سوچنے کے بعد بولا۔ ''اس کے لیے غیر معمولی کنٹرول اور زبردست اعصابی لچک درکار ہے۔ وہ ٹہلتا رہا پھر رک کر بولا۔ ''لیکن میں تم سے اس سلسلے میں بات کرنے نہیں آیا ہوں۔ تمہارے کھیل میں کوئی خرابی نہیں ہے۔'' اس نے قہقہہ لگایا۔ ''ہلکے لفظوں میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ بات تمہاری محبوبہ سے متعلق ہے۔''

''سارہ؟''

''سارہ کے سوا اور ہے کون تمہاری زندگی میں۔'' سینور نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''یہ نامناسب ہے جیف، میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔''

''تم نے اس سلسلے میں سارہ سے بات کی۔''

"کوشش کی تھی لیکن وہ ہنسی میں اڑا دیتی ہے۔ لڑکیاں جب کسی پر اس طرح قابو پا لیں، جیسے اس نے تم پر پایا ہے تو وہ یہی کچھ کرتی ہیں۔ بہرحال تم ایک معاہدے کے پابند ہو، دوسری پارٹی کو تمہارا تعلق پسند نہیں۔"

"اس سے تمہارا کیا تعلق ہے؟" جیف نے کہا اور دل ہی دل میں خود کو برا بھلا کہنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ سینور کا اس بات سے تعلق ہے۔ میرے سوا اس کے پاس سے ہی کیا۔ اس نے جھولتے لرزتے شخص کو رحم سے دیکھتے ہوئے سوچا۔

"اگر یہ تعلق قائم رہا تو گولڈ مین تمہیں تباہ و برباد کر دے گا۔" سینور نے کہا۔ "تم دنیا میں کسی بھی جگہ نہیں کھیل سکو گے اور میں کچھ بھی نہیں کر سکوں گا۔ وہ تمہارے کیریئر کو ختم کر دے گا، مجھے پیشہ ورانہ طور پر قتل کر دے گا اور اپنی بیٹی کو بھی دولت سے محروم کر دے گا۔ وہ بہت طاقت ور آدمی ہے۔ اس ملک میں ٹینس کی دنیا پر اسی کی حکمرانی ہے، تم اس کی قوت کا اندازہ لگا سکتے ہو نہ اس کی دولت کا۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ وہ دنیا میں صرف ایک چیز کی پروا کرتا ہے...... سارہ گولڈ مین کی، جو اس کی بیٹی ہے۔ اس کے منصوبے کچھ اور ہیں۔"

"اسے اپنے منصوبوں کو بدلنا ہوگا۔" سارہ نے کہا۔ اس کی آمد کا کسی کو پتا ہی نہیں چلا تھا۔ جیف اس کی آواز سننے کے بعد سینور کے چہرے کا تاثر دیکھ کر دہل گیا۔ "اپنی زندگی کی میں مالک ہوں۔ ڈیڈ نہیں۔"

سینور کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کا سارا جوش و خروش رخصت ہو گیا تھا۔ "میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"درست کہہ رہے ہو تم۔" سارہ نے کہا۔ جیف نے اس سے پہلے اسے اتنے سخت لہجے میں بولتے نہیں سنا تھا۔ "اگر تم اتنی مے نوشی نہ کرتے تو آج ٹھیک ٹھاک ہوتے۔ اب تم ہو کیا، نہ تو تم کوچ ہو اور نہ ٹرینر، تم تو جیف سے دو گیم بھی نہیں کھیل سکتے۔"

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" سینور نے دہرایا۔ "اور مجھے تمہارا اندازِ تخاطب بھی پسند نہیں۔"

"میں تم سے پسند کرنے کو کہہ بھی نہیں رہی ہوں اور نہ ہی مجھے تمہاری پسند، ناپسند سے کوئی دلچسپی ہے۔ ہم اس سلسلے میں بات کر چکے ہیں تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم بھی میرے اور جیف کے درمیان نہیں آؤ گے لیکن تم نے مداخلت کی ہے یقین کرو، آخری بار کی ہے، تم آئندہ ایسا نہیں کر سکو گے۔"

جیف نے دیکھا، سینور کا چہرہ راکھ کی رنگت اختیار کر گیا تھا۔

"تمہیں معلوم ہے اس بدبخت نے کیا کیا ہے؟" سارہ، جیف سے مخاطب ہو گئی۔ آواز بلند تھی۔ "اس نے ڈیڈی کو خط لکھا اور ہمارے بارے میں سب کچھ بتایا۔ ڈیڈی نے اس کا خط مجھے بھیج دیا۔" اس نے اپنے گاؤن کی جیب سے زرد لفافہ نکال کر لہرایا۔

"مسٹر گولڈ مین کو اپنے کاروباری مفاد کا خیال رکھنا ہے۔" سینور نے کہا۔ اب وہ سوبر نظر آ رہا تھا لیکن نہ جانے کیوں، وہ سارہ سے خوفزدہ تھا۔ جیف اس خوف کا سبب سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔

"لعنت بھیجو کاروباری مفاد پر۔ اس معاملے میں کاروبار کہاں سے آ کودا۔" سارہ غرائی۔

"ٹھنڈے دل سے بات کرو۔" جیف نے مداخلت کی۔ "تم آخر اتنی برہم کیوں ہو؟"

سارہ نے کندھے جھٹک دیئے۔ "اسی سے پوچھو، اسے معلوم ہے۔" اس نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔

"میں اس سلسلے میں بات نہیں کرنا چاہتا۔" سینور نے کہا۔ "اور پہلے تم ڈھنگ کے کپڑے پہن کر آؤ۔" تخاطب سارہ سے تھا۔

سارہ بیڈ پر بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ "اسے یہاں سے نکال دو۔" اس نے جیف سے کہا۔ "اس سے کہہ دو کہ یہاں سے چلا جائے۔"

"میں جا رہا ہوں۔" سینور نے کہا اور کرسی سے اٹھ گیا۔ اس کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ دروازے پر پہنچ کر وہ پلٹا اور بولا۔ "صبح کی فلائٹ سے روانگی ہے بہتر ہو گا کہ تم اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔"

"دفع ہو جاؤ۔" سارہ نے دھاڑ کر کہا۔

"چلے جاؤ سینور!" جیف نے نرم لہجے میں کہا۔ "تم نے گولڈ مین کو خط لکھ کیوں لکھا؟"

"تمہاری خاطر" سینور نے جواب دیا۔ "تم بے حد اہم ہو، میرے لیے بھی اور گولڈ مین کے لیے بھی۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس کی بیٹی اخلاقی پستی کی آخری حد کو چھو لے۔"

"لیکن ہم شادی کر رہے ہیں۔"

''مجھے شک ہے اس پر۔'' سینور نے کہا اور باہر نکل کر بڑی آہستگی سے دروازہ بند کر دیا۔

سارہ اب رو رہی تھی۔ آنسوؤں نے اس کے رخسار بھگو دیئے تھے۔ وہ روتی رہی..... قربت، مسرت اور سپردگی کے لمحوں میں بھی اس کے آنسو بہتے رہے۔

☆======☆======☆

لاس اینجلز ایئرپورٹ پر سام گولڈ مین کی کار ان کے لیے موجود تھی۔ سارہ اور جیف لیموزین کی عقبی نشست پر بیٹھے سارہ نے جیف کا ہاتھ تھام لیا۔ سب کچھ ویسا ہی تھا۔ جیسا وہ چھوڑ کر گئے تھے۔ گیٹ پر سیکیورٹی گارڈ بھی وہی تھا۔ سارہ کو ایسا لگا جیسے وہ گھر لوٹ آئی ہو۔ بس ایک کمی تھی۔ گرمجوشی کی۔ اسے لگ رہا تھا، جیسے وہ دوبارہ پرانی جیل میں آ گیا ہو۔ وہ وہاں ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اپنے بیگ کو تھپتھپاتے ہوئے سارہ سے کہا۔ ''میں یہاں ٹھہرنا نہیں چاہتا۔ میں ہوٹل چلا جاؤں گا۔''

سارہ نے اس کا ہاتھ گرم جوشی سے دبایا لیکن منہ سے کچھ نہ کہا۔

نشست گاہ میں ان کی گولڈ مین سے ملاقات ہوئی۔ انہیں دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر استقبالیہ مسکراہٹ ابھری لیکن آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیاں لرزتی رہیں۔ ''گھر آنا مبارک ہو۔'' اس نے کہا اور سارہ کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

''آپ کیسے ہیں ڈیڈی؟'' سارہ نے پوچھا۔

''ویل۔'' اس نے سینور سے ہاتھ ملایا اور جیف کو صرف ''ہیلو جیفری'' پر ٹرخا دیا۔

''تم اپنے کمرے میں جاؤ، تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔'' اس نے سارہ سے کہا۔

''نہیں ڈیڈی۔''

''ہمیں کاروباری گفتگو کرنا ہے، تم بور ہو گی۔''

''نہیں ڈیڈی! میں بور نہیں ہوں گی۔''

''اپنے کمرے میں جاؤ۔'' گولڈ مین کا لہجہ سخت ہو گیا۔

سارہ نے جیف کا ہاتھ تھام کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ ''اس کی کوئی اہمیت نہیں۔'' جیف نے کہا۔ ''جیسا یہ کہتے ہیں ویسا ہی کرو۔''

''دو باتیں ہیں۔'' سارہ نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''پہلی یہ کہ جیف جہاں جائے گا، میں بھی وہیں جاؤں گی۔ دوسری یہ کہ ہم ایک ہی کمرے میں رہیں گے، عرصے سے رہ رہے ہیں۔''

گولڈ مین کا چہرہ تمتما اٹھا اور مٹھیاں بھینچ گئیں۔

''آپ سمجھنے کی کوشش کریں، ہماری شادی ہو چکی ہے۔'' سارہ نے مزید کہا۔

''لعنت ہو تم پر، ایسا کبھی نہیں ہو گا۔'' گولڈ مین نے بڑی متکل سے خود کو سنبھالا۔

''نہ ہو۔'' سارہ نے بے پروائی سے کہا۔ ''مجھے اس کی فکر نہیں، میں اسی حال میں خوش ہوں۔''

''تم کس قسم کی لڑکی ہو؟'' گولڈ مین نے کہا لیکن وہ جیف کو دیکھ رہا تھا۔ انداز میں سفاکی تھی۔ ''اس لفنگے نے تمہیں کس حد تک بگاڑ دیا ہے؟''

''یہ سب کچھ میں نے شروع کیا ہے اور میں ہی اسے جاری رکھے ہوئے ہوں۔ آپ ہمیں نہیں روک سکتے۔''

کچھ دیر خاموشی رہی۔ جیف اس صورتِ حال سے قطعاً لاتعلق تھا، وہ تو بس سارہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے حوصلے کو سراہ رہا تھا۔

''ٹھیک ہے۔'' بالآخر گولڈ مین نے آہ بھر کر کہا۔ ''وقتی طور پر یہی سہی ذاتی گفتگو بعد میں ہو گی۔ آؤ، اسٹڈی میں چلیں۔''

اسٹڈی میں گولڈ مین اپنی میز کے عقب میں جا بیٹھا۔ ''ابھی صورتِ حال پر نظر ثانی کا عرصہ آنے میں چار ماہ باقی ہیں۔'' اس نے سینور کو مخاطب کیا۔ ''لیکن ہمیں اب تک کی کارکردگی کا جائزہ لینا ہو گا۔''

''ٹھیک ہے، مجھے بتاؤ تمہارے ذہن میں کیا ہے؟'' سینور نے کہا۔

''آکسفورڈ سپورٹس والوں نے ہم سے رجوع کیا ہے۔'' گولڈ مین نے کہا۔ ''وہ ایک نیا ریکٹ متعارف کرا رہے ہیں، اس کی پبلسٹی کے لیے وہ جیف کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔''

''مزید تفصیل؟''

''پچاس ہزار ڈالر سالانہ اور اخراجات لیکن اس کے لیے نمائشی میچ زیادہ کھیلنے ہوں گے، سفر بھی زیادہ ہو گا۔ میں موجودہ پروگرام کو ترجیح دوں گا۔ میرے خیال میں فوریسٹ ہلز بہتر ہے۔''

''اس کے ساتھ یہ معاہدہ بھی چل سکتا ہے۔''

''نہیں وہ بات نہیں رہے گی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ابھی پوری طرح تیار نہیں ہے۔ اس کی کارکردگی اچھی ہے لیکن بہترین نہیں ہے میں اسے بہترین سے بھی بہتر دیکھنا چاہتا

ہوں۔"

"لیکن تم خود کہہ رہے ہو کہ اس کی کارکردگی اچھی ہے۔" سینور نے اعتراض کیا۔

"میں اب تک ایک میچ بھی نہیں ہارا ہوں۔" جیف نے کہا۔ "اس سے زیادہ میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"مجھے رپورٹس ملتی رہی ہیں، تم اب بھی کھیل میں ڈراما پیدا نہیں کر پاتے ہو۔ یہ سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ تم میں شومین شپ کی کمی ہے۔"

"میں جیتنے کے لیے کھیلتا ہوں۔ اس کے علاوہ کھیل میں ہے ہی کیا؟" جیف نے جواب دیا۔

"کھیل میں جیت کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے جیفری...... شومین شپ...... میں نے تمہیں بتایا تھا کہ پروفیشنل کھلاڑی کے لیے ایکٹر ہونا بھی ضروری ہے لیکن اس معاملے میں تم نااہل ثابت ہوئے ہو۔ تم میں اس کی اہلیت سرے سے ہے ہی نہیں۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ جیف ہر وہ کام کر سکتا ہے، جو وہ کرنا چاہے۔" سارہ نے کہا۔

"دیکھو لڑکی! تم یہاں زبردستی آئی ہو، تمہیں تو یہاں موجود بھی نہیں ہونا تھا۔ اب موجود ہو تو کم از کم کاروباری معاملات میں ٹانگ نہ اڑاؤ، یہ میری برداشت سے باہر ہے۔" گولڈمین کا لہجہ سخت تھا پھر اس نے سینور پر نظریں جما دیں۔ وہ جیف کو نظرانداز کر رہا تھا۔ "سوال یہ ہے کہ ہم پیش کش قبول کریں یا نہ کریں؟"

"رقم تو بہت زیادہ نہیں ہے۔" سینور نے کہا۔

"تین سال بعد پچھتر ہزار ڈالر ملنے لگیں گے۔"

سارہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "آپ لوگ یوں گفتگو کر رہے ہیں، جیسے جیف موجود نہیں ہے۔" اس نے تند لہجے میں کہا۔ "حالانکہ مرکزی کردار جیف ہے جو کچھ کرنا ہے، اسے کرنا ہے، اسے جان مارنی ہے اور آپ لوگوں کا انداز ایسا ہے جیسے جیف آدمی نہیں کوئی بے جان چیز ہو۔"

"کوئی بات نہیں میں سن رہا ہوں۔" جیف نے آہستہ سے کہا۔

"تم میری توقع سے زیادہ سمجھ دار ثابت ہو رہے ہو۔" گولڈمین نے کہا۔ "سنو اور غور سے سنو۔ میں تمہاری پبلسٹی کرتا رہا ہوں لیکن مجھے اتنی جلدی کسی پیش کش کی توقع نہیں تھی۔"

"اچھا؟" سینور کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اور سب سے زیادہ پبلسٹی خود جیف کے حریفوں نے کی ہے۔" گولڈمین نے کہا۔

"وہ اس کے متعلق باتیں کرتے بلکہ پھیلاتے رہے ہیں۔"

"کس قسم کی باتیں؟"

"یہی کہ وہ انسان نہیں مشین ہے۔"

"اور آپ کہتے ہیں کہ اس کا کھیل بہترین نہیں ہے۔" سارہ نے پھر اعتراض کیا۔

"حقیقت یہ ہے کہ جیف کا کھیل کچھ زیادہ ہی اچھا ہے۔ یہ کھیل کو آسان بنا دیتا ہے۔ کھیل میں تھرل اور ایکسائٹمنٹ نہیں رہتا۔" سینور نے وضاحت کی۔

"اور یہ کس کا کیا دھرا ہے؟" سارہ نے غصے سے کہا۔ "میں یہاں موجود تھی۔ میں دیکھتی رہی ہوں کہ جیف کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ تم لوگوں نے ٹریننگ کے نام پر اسے مشین بنا دیا۔ اب تمہیں اس کا مشینی انداز بُرا لگتا ہے حالانکہ یہ تمہاری تخلیق ہے۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی پھر گولڈمین نے کہا۔ "سوال یہ ہے کہ آکسفورڈ والوں کی آفر قبول کی جائے یا نہیں۔"

"میرے خیال میں جیف کو معاہدے کی شرائط پڑھنا ہوں گی بلکہ ڈیڈی، میں بھی وہ شرائط پڑھنا ضروری سمجھتی ہوں۔"

"اور اپنے قانونی تجربے کی بنیاد پر ان میں کچھ تبدیلیاں بھی کروں گی۔" گولڈمین نے خشک لہجے میں کہا۔

"مجھے تجربے کی ضرورت نہیں مجھے تو......" بالآخر انیس سالہ لڑکی الجھ گئی۔ اس سے جملہ پورا نہیں کیا گیا۔

"میں اس سلسلے میں سوچنا چاہتا ہوں۔" جیف نے کہا۔

"یقین کرو، آفر بہت معقول ہے۔"

"ممکن ہے ہو۔ پھر بھی مجھے سوچنا تو ہوگا۔"

"ٹھیک ہے، دو دن کے اندر مجھے بتا دینا۔" گولڈمین نے کہا۔

جیف اٹھ کھڑا ہوا۔ کانفرنس ختم ہو گئی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں یہاں قریب ہی کوئی کمرا تلاش کروں گا۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو، تم ہمیشہ کی طرح یہیں ٹھہرو گے۔" گولڈمین کے لہجے میں گرم جوشی نہیں تھی۔

وہ سب دروازے کی طرف چل دیئے۔ سارہ نے کہا۔ ”میں اپنا اور تمہارا سامان ٹھیک کرلوں گی۔“

”کوئی ضرورت نہیں، یہ کام جون کر لے گا۔ اسے تنخواہ ہی اسی بات کی ملتی ہے۔“ گولڈ مین نے کہا۔

”نہیں، اب جیف کا ہر کام میں ہی کرتی ہوں۔“ سارہ نے جواب دیا۔ جیف حیران رہ گیا کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔

گولڈ مین خاموش ہو گیا۔ جیف نے سوچا کہ پہلا راؤنڈ تو سارہ نے جیت لیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اس نے جنگ بھی جیت لی ہے پھر وہ یہ سوچ کر حیران ہوتا رہا کہ آخر اس سلسلے میں وہ اتنی لاتعلقی کا مظاہرہ کیوں کر رہا ہے۔ ”زندگی میری ہے۔“ وہ سوچ رہا تھا اور اس پر جھگڑ دوسرے رہے ہیں، فیصلے دوسرے کر رہے ہیں، لیکن وہ سارہ کی قوتِ ارادی اور حوصلے کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے اسے کوئی موقع نہیں دیا تھا اور اس کی جنگ خود لڑی تھی۔

☆======☆======☆

سارہ اور جیف کے لیے ایک بڑا کمرا مخصوص کر دیا تھا۔ سارہ نے جیف کے کپڑے نکال کر ڈراور میں رکھے اور اس کی پیشانی چوم کر رخصت ہو گئی۔ رات اس نے اپنے کمرے میں گزاری تھی۔ جیف سوچتا رہا کہ وہ کون سا کھیل، کھیل رہی ہے، شاید وہ شطرنج کھیل رہی تھی۔ اس کا باپ شاہ تھا اور وہ خود فرزیں۔ بساط کا سب سے طاقتور مہرہ۔

وہ بڑے سکون سے سویا۔ عرصے کی تھکن کے بعد فراغت کی نیند کا پہلا موقع ملا تھا۔ تھکن کے بعد نیند گہری نہیں ہوتی تھی۔ وہ اس طرح سوتا کہ ذرا سی آہٹ بھی اسے جگا دیتی۔ اس صبح وہ سو کر اٹھا تو عرصے کے بعد اسے پہلی بار احساس ہوا کہ وہ سویا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ احساس بھی ہوا کہ وہ محنت کے لیے دوبارہ تیار ہو گیا ہے۔

تیسرے دن اس نے آکسفورڈ کے معاہدے پر دستخط کر دیئے۔ جواب میں اسے ایک چیک اور تین ریکٹ ملے۔ چیک اس نے سینور کو دے دیا اور ریکٹ اپنے کمرے میں رکھ لیے۔ اب اسے اسٹیل کے فریم والے ریکٹ سے پریکٹس کرنا تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس سے اس کے کھیل اور ٹائمنگ پر اثر پڑے گا۔ وہ ریکٹ اسے پسند نہیں تھے وہ ہلکے تھے۔ اسے وہ ریکٹ ہاتھ میں لے کر احساس ہوتا تھا کہ اب وہ ریکٹ سے نہیں

کھیلے گا بلکہ ریکٹ اس سے کھیلیں گے۔

گولڈ مین اس سے گریزاں تھا۔ سارہ اس سے گریزاں تھی، سینور بھی کم ہی نظر آتا تھا۔ وہ اتنے بڑے مکان میں تنہا تھا اور کوئی مصروفیت بھی نہیں تھی۔ اس نے مطالعے کی کوشش کی لیکن اسے کتابوں سے خوف آتا تھا۔ زیادہ وقت وہ سو کر گزارتا...... یا پھر کار میں آوارہ گردی کے لیے نکل کھڑا ہوتا۔ وہ ٹینس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اپنے طور پر وہ تعطیلات گزار رہا تھا۔

یوں اسے تنہائی کی عادت ہو گئی۔ وہ مکان کے عقبی حصے میں سوئمنگ پول کے کنارے بیٹھا رہتا۔ وہاں بید کی کرسیاں تھیں جو اس کے وزن پر صدائے احتجاج بلند کرتیں۔ ایک روز اس نے کرسی کا زوردار احتجاج سنا حالانکہ وہ پہلے ہی سے بیٹھا ہوا تھا۔ اسے سر گھما کر دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ سام گولڈ مین تھا۔

”تمہیں اچھا خاصا آرام کا موقع مل گیا۔“ گولڈ مین نے کہا۔

”ہاں، میں تھک بھی بہت گیا تھا۔“

”ویسے بھی ہم سب بڑھاپے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اس سے مستثنیٰ تو تم بھی نہیں ہو۔“

”لیکن میں خود کو بڑا نہیں سمجھتا، ہوں بھی نہیں۔“ جیف نے نرم لہجے میں کہا۔

”فٹ ہو، کھیلنے کے لیے تیار ہو۔“

”بالکل۔“

”بہت خوب اور تمہارا اپنے کھیل کے معیار کے بارے میں کیا خیال ہے؟“

جیف خاموش رہا۔

”تم خود پر شرط لگا سکتے ہو، بہت بڑی شرط۔“

”میں ٹینس کے کھیل پر شرطیں نہیں لگاتا یہ بات تم بھی جانتے ہو۔“ جیف نے پہلی بار اسے برابر کے انداز سے مخاطب کیا تھا۔

”میں رقم کی شرط کی بات نہیں کر رہا ہوں۔“ گولڈ مین نے کہا۔ ”سارہ سے میری گفتگو ہوتی رہی ہے۔ میں صاف گوئی سے کام لوں گا۔ میں تم دونوں کی شادی اور قربت دونوں کے خلاف ہوں۔ دوسری طرف میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔ تمہیں میری بات پر شاید یقین نہ آئے لیکن تم وہ شخص ہو جسے میں نے زندگی میں سب سے زیادہ پسند کیا ہے۔“

"مجھے یقین ہے۔" جیف نے کہا۔ وہ اب بھی بے تعلقی کی کیفیت میں تھا۔ اسے نہ یقین سے غرض تھی نہ عدم یقین سے۔

"لیکن معاملہ میری بیٹی کا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارا اور اس کا تعلق اب ختم ہو جائے...... پوری طرح۔"

"ایک بات بتاؤ۔" جیف نے کہا۔ "تم کہتے ہو کہ تم مجھے پسند کرتے ہو۔ تمہاری بیٹی مجھ سے محبت کرتی ہے تم کہتے ہو کہ میں عنقریب ٹینس کی دنیا کا بہترین کھلاڑی ہوں گا۔ میں اس وقت بھی خوشحال ہوں۔ آخر مجھ میں کمی کیا ہے؟"

"ایسی بات نہیں، تم میں کوئی کمی نہیں لیکن میں یہودی ہوں، یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے۔ تم نہیں ہو۔ ہم عالی نسب ہیں۔ تم بے نام ونشان ہو۔ میں تمہارے متعلق تحقیق کر چکا ہوں۔ تم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ تمہارا باپ کون تھا اور اس کا نام کیا تھا۔ میں نام نسب کو اہم سمجھتا ہوں۔ میں نواسے، نواسیوں کے تصور ہی سے محبت کرتا ہوں اور میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن تم نے سارہ کو دانستہ میرے قریب کیا۔"

"ہاں، یہ درست ہے لیکن میں تمہیں بے ضرر سمجھتا تھا۔"

"اس کی کوئی وجہ؟"

"دیکھو، بُرا نہ ماننا۔ تم اچھے آدمی ہو، اچھے کھلاڑی ہو لیکن تم ذہین نہیں ہو۔ تم جو کچھ بھی کرتے ہو، جسم سے کرتے ہو۔"

"ہاں، یہ تو ٹھیک ہے۔" جیف نے کہا۔ "لاپوٹا میں ذہن کے بل پر جینے کی گنجائش ہی نہیں تھی۔"

"ہر یہودی کی آرزو ہوتی ہے کہ کوئی ربی اس کا داماد بنے اور تم ربی ہرگز نہیں ہو ربی، یہ سمجھ لو کہ ہم معلم کو...... عالم کو ربی کہتے ہیں، یہ اصطلاح بھی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" جیف نے کہا۔ "لیکن سارہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔"

"کاش...... کاش اس کی ماں زندہ ہوتی۔" گولڈمین نے سگار کا طویل کش لے کر دھواں اگلا۔ "میں نہیں سمجھتا کہ وہ تم سے محبت کرتی ہے۔ دراصل وہ تم پر حکمرانی کرنا پسند کرتی ہے۔ اسے اس کا موقع کبھی نہیں ملا تھا۔"

"میں اس پر اعتبار کرتا ہوں، بات اتنی سی ہے۔" جیف نے آہستہ سے کہا۔

"خدا کی پناہ! دیکھو، اب رہ کیا گیا ہے۔ بہت کچھ تم نے تباہ کر دیا، اب میں چا

ہوں کہ میری بیٹی مجھے واپس مل جائے۔"

"سینور نے مجھے بتایا ہے کہ تم جو کچھ چاہو، حاصل کر لیتے ہو پھر آخر تمہیں پریشانی کیا ہے؟"

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔ تم سارہ کو چھوڑنے کے لیے تیار ہو یا نہیں؟"

"اس کا انحصار سارہ پر ہے۔"

"میں سارہ سے تفصیلی گفتگو کر چکا ہوں۔" گولڈمین نے کہا۔

"اس مکان میں ہم دونوں یکجا نہیں ہوئے ہیں۔"

"اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔" گولڈمین نے بتایا۔ جیف نے سکون کا سانس لیا۔ "مجھے امید ہے، یہ بات تمہارے لیے پریشان کن نہیں رہی ہوگی۔"

"ہرگز نہیں مجھے اس کی عدم موجودگی میں بڑا سکون ملا۔" جیف نے کہا۔

سام گولڈمین نے زوردار قہقہہ لگایا۔

"اسی لیے میں کہہ رہا ہوں کہ ہمارے تعلق کا انحصار درحقیقت سارہ پر ہے۔" جیف نے کہا۔ اسے یقین تھا کہ سارہ اسے چاہتی ہے، ٹوٹ کر۔ اس نے خود اسے اپنے لیے منتخب کیا تھا۔ پیش قدمی بھی اسی نے کی تھی اور پیش قدمی کرنے والے حکمران ہوتے ہی ہیں۔ البتہ وہ خود سارہ سے محبت کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اس سلسلے میں اپنے جذبات اور احساسات کو سمجھ ہی نہیں پاتا تھا۔ اب سارہ اسے نظرانداز کر رہی تھی لیکن اسے افسوس نہیں تھا اس پر، بلکہ خوشی تھی۔ وہ اس کے بغیر نسبتاً پُرسکون اور مطمئن تھا۔ اسے پہلی بار اندازہ ہوا کہ اس کے وجود کا ایک حصہ سارہ کو ناپسند کرتا ہے۔

"تو تم سارہ کو بتا دو گے کہ تم اسے پسند نہیں کرتے؟" گولڈمین نے پوچھا۔

"نہیں۔" جیف نے جواب دیا لیکن اس کے وجود کا باغی حصہ ہاں...... ہاں پکار رہا تھا۔ البتہ گولڈمین تک اس کے اندر کی وہ صدا نہیں پہنچ سکی۔

"دیکھو، تمہارے سامنے پوری زندگی پڑی ہے، تم کوئی عام آدمی نہیں ہو۔ تمہیں مستقل طور پر حالتِ سفر میں رہنا ہے۔ تین سال تک تو تمہیں سکون و آرام کا ایک لمحہ بھی میسر نہیں آئے گا۔ سارہ کو اندازہ ہی نہیں ہے، کہ مستقبل میں کیا ہے، میرا خیال ہے، اس بات کا اندازہ تمہیں بھی نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ اتنا لاعلم بھی نہیں ہوں۔" جیف کے لہجے میں ناراضی تھی۔ "میں نے عمر بھر اسی کے لیے تو محنت کی ہے۔ تم جانتے ہو۔ جہاں تک سارہ سے فاصلوں کا

تعلق ہے تو اس کی شادی اگر کسی فوجی سے، سیاح سے یا کسی شرابی سے ہو گئی تو کیا ہو گا یہی ہو گا...... اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ زندگی میں خطرات ہر شخص کو مول لینے ہوتے ہیں۔ میں نے اسے مجبور نہیں کیا کہ وہ میرے ساتھ رہے۔ ہر فیصلہ اس کا اپنا ہے۔ میں کبھی اس کے پیچھے نہیں بھاگا۔ میں اس کے بغیر بھی جی سکتا تھا۔ اب یہ مشکل ہے، کیونکہ اس کا اور اس کی محبت کا عادی ہو چکا ہوں۔ یہ بھی اسی کا کیا دھرا ہے۔ بہرطور، اب میں اس سلسلے میں گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔"

"میں بہت کچھ کر سکتا تھا۔ میں دولت کے زور پر تمہیں خریدنے کی کوشش بھی کر سکتا تھا...... اور تمہارے کیریئر کو تباہ بھی کر سکتا تھا۔"

"لیکن میں تمہاری تخلیق ہوں۔ تم مجھے تباہ نہیں کر سکتے۔"

"بہرحال...... وجہ کچھ بھی ہو...... میں نے ایسا نہیں کیا لیکن میں قانوناً تمہارا مالک ہوں۔ تم سے یہ سب کچھ چھن جائے گا تو تمہیں لاپوٹا واپس جانا ہو گا۔"

"نہیں مسٹر گولڈ مین...... میں ٹینس کھیلتا رہوں گا...... اور انجام کچھ بھی ہو، سارہ کو تو تم کھو ہی چکے۔ تمہیں اس بات کا احساس ہے؟"

گولڈ مین چند لمحے سوچتا رہا...... بات سچ تھی۔ "اس ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ میں تمہیں ملٹن سے کھلانا چاہتا ہوں۔" چند لمحوں کے توقف کے بعد اس نے کہا۔

"راجر ملٹن؟"

"ہاں، راجر ملٹن...... دنیا کے پانچ بہترین کھلاڑیوں میں سے ایک۔"

"میں تیار ہوں۔ ویسے بھی ایک دن مجھے اس سے کھیلنا تھا۔" جیف نے بے پروائی سے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ یہ میچ آئندہ ہفتے کھیلا جائے۔"

"وہ مجھ سے ابھی کیوں کھیلنے لگا۔"

"میں اس کا بندوبست کر سکتا ہوں۔ شرط بڑی ہو تو وہ انکار نہیں کر سکتا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"آکسفورڈ والے اس میچ میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ رقم وہ فراہم کریں گے۔" گولڈ مین نے کہا۔

"میچ کہاں ہو گا؟"

"نیویارک...... فوریسٹ ہلز۔"

"اور مجھے اس میچ سے کیا حاصل ہو گا؟"

"میری جائیداد۔" گولڈ مین نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میری جائیداد اور میری بیٹی!" اس کا لہجہ سرد تھا۔

جیف پہلو بدل کر رہ گیا۔ وہ خاموشی بہت سنگین تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "میں سمجھا نہیں۔"

"اگر تم جیت گئے تو سارہ، ٹرسٹ کی رقم سمیت تمہاری ہو جائے گی۔ اگر تم ہار گئے تو تمہیں پانچ ہزار ڈالر ملیں گے اور تمہیں سارہ سے شادی کا خیال دل سے نکالنا ہو گا۔"

"سارہ کو اس کا علم ہے؟"

"ہاں...... میں اس سے بات کر چکا ہوں۔ اسے یہ آئیڈیا دلچسپ لگا ہے۔ ویسے بھی وہ تمہیں نا قابلِ شکست سمجھتی ہے۔"

"لیکن میں اس میچ کے بغیر بھی سارہ سے شادی کر سکتا ہوں۔"

"یوں کہو کہ تم اس کے ساتھ بھاگ سکتے ہو، لیکن میں جانتا ہوں، وہ اس پر رضامند نہیں ہو گی۔ اپنے مخصوص انداز میں وہ مجھ سے بھی محبت کرتی ہے۔ وہ نوجوان ہے۔ اسے جدید انداز کی اس ڈوئل نے مسحور کر لیا ہے۔ اب اگر تم پیچھے ہٹے تو ہمیشہ کے لیے اسے کھو دو گے۔ عورت روزِ ازل سے اپنی خاطر ہونے والی جنگ کو اہمیت دیتی آئی ہے...... اور دیتی رہے گی۔ اسی لیے ڈوئل کی تاریخی اہمیت مسلمہ ہے...... سمجھے؟"

"میں سارہ سے بات کروں گا۔"

"ضرور کرو۔ اس وقت وہ سامنے والے سوئمنگ پول میں ہے۔" گولڈ مین نے کہا۔ "میں تمہیں اپنی اسٹڈی میں موجود ملوں گا۔"

گولڈ مین کے جانے کے بعد جیف اٹھا اور مکان کے سامنے والے سوئمنگ پول کی طرف بڑھ گیا۔ سارہ پول میں موجود تھی۔ اسے دیکھ کر جیف کے جسم میں طلب کی ایک تند و تیز لہر اٹھی۔ وہ چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر سارہ نے بھی اسے دیکھ لیا۔ وہ پول سے نکل آئی۔ "ہیلو!"

جیف نے گولڈ مین کی تمام گفتگو دہرا دی۔ سارہ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ جیف کو اندازہ ہو گیا کہ گولڈ مین نے ٹھیک کہا تھا۔ "فرض کرو...... میں ہار گیا تو کیا ہو گا؟" جیف نے مایوسی سے کہا۔

"تم نہیں ہار سکتے، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" سارہ کے لہجے میں یقین تھا۔

""فرض کرلو، ایسا ہو گیا تو؟""

""تو ہم کوئی اور صورت نکال لیں گے۔"" سارہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

اس رات جیف نے گولڈ مین کو بتا دیا کہ وہ میچ کھیلنے کے لیے تیار ہے۔ ""لیکن شرائط کے سلسلے میں مجھے تمہاری تحریر درکار ہو گی۔""

""میں نہیں سمجھتا کہ اس کی کوئی ضرورت ہے، کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں؟"" گولڈ مین نے پوچھا۔

""پلیز...... مجھے اس سلسلے میں تحریر درکار ہے، اس کی کاپی سینور کو بھی بھیج دینا۔""

""ٹھیک ہے۔""

اب جیف کو میچ کے بارے میں سوچنا تھا۔ اسے اپنے حریف کے اسٹائل اور اس کی کمزوریوں سے آگاہی حاصل کرنا تھی۔ اس نے سوچا کہ سینور سے اس کے مقابلے کی فلمیں منگوا لے گا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ میچ کانٹے کا ہو گا لیکن وہ جیت سکتا ہے۔ یہ سب کچھ سوچتے ہوئے اسے نہ شرطوں کا خیال تھا اور نہ سارہ کا۔ وہ صرف میچ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

☆=====☆=====☆

اگلے روز سے اس نے ٹریننگ شروع کر دی...... اب وہ پھر مس اسٹک کے سامنے تھا۔ بس ایک فرق تھا، پہلے وہ لڑکا تھا اور اب آدمی تھا۔ تمام معمولات وہی تھے لیکن اس ایک فرق نے ٹریننگ کے تاثر کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا تھا۔ اب وہ جھنجھلاتا نہیں تھا۔ اب یہ اس کے لیے محض ایک کام تھا...... کام...... اور وہ ایک پروفیشنل تھا۔

وہ سینور کی طرف سے فکر مند تھا۔ سینور بدستور اسے نظر انداز کر رہا تھا۔ اسے راجر ملٹن کے کھیل کی فلمیں بھی نہیں ملی تھیں۔ سینور پریکٹس کے لیے بھی نہیں آتا تھا۔ اس نے اس کے ساتھ کھیلنے کے لیے کوئی پارٹنر بھی فراہم نہیں کیا تھا۔ جیف سوچتا اور دانت پیسنے لگتا۔ ہمیشہ ساتھ دینے والے سینور نے کس طرح منہ پھیر لیا تھا۔ سارہ بھی کھنچی کھنچی رہتی تھی۔ سالگرہ کے تحفے کی طرح، جس کی رونمائی صرف سالگرہ کے دن اچھی لگتی ہے۔ دوسری طرف اسٹیل کے فریم کا ریکٹ بھی جیف کے لیے مسئلہ بن گیا تھا لیکن آہستہ آہستہ وہ اس کا عادی ہوتا گیا پھر اسے ایسا لگنے لگا کہ اب وہ پرانے ریکٹ سے کبھی نہیں کھیل سکے گا۔ اس نے اپنے نئے بیک ہینڈ اسٹروک کو پرفیکٹ کر لیا۔ اب اسے بائیں جانب والی گیند کی کوئی فکر نہیں تھی۔ اس نے بیک ہینڈ کو فور ہینڈ بنا لیا تھا۔ اب وہ پہلے

سے زیادہ پُراعتماد تھا۔

اس کے ساتھ پریکٹس کا اعزاز حاصل کرنے کے لیے نوجوان کھلاڑی دور دور سے آتے۔ اسے ان کا کھیل سُست سُست تر محسوس ہوتا لیکن حقیقت یہ نہیں تھی کہ ان کا کھیل سُست تھا بلکہ جیف کا اپنا کھیل تیز تر ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ پریکٹس کرنے والے عام کھلاڑی نہیں تھے۔ وہ جونیئر چیمپئن شپ میں نمبر ایک دو یا تین کھلاڑی ہوتے تھے۔

اس کا کھیل کسی خوبصورت پھول کی طرح کھل رہا تھا...... کھل رہا تھا۔ ریکٹ کو حرکت میں لاتے ہوئے وہ اس شاٹ کو کھیلے جانے سے پہلے ہی دیکھ لیتا تھا۔ اس کی دولیز خوابناک ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ ذہنی طور پر کہیں اور ہونے کے باوجود پرفیکٹ ٹینس کھیل سکتا تھا۔ اس کا جسم خودکار طریقے سے کام کرتا تھا۔ اب وہ ایک مکمل کھلاڑی تھا۔

میچ سے تین دن پہلے اس نے کھیلنا چھوڑ دیا۔ آکسفورڈ والوں نے میچ کی زبردست پبلسٹی کی تھی۔ میچ کا مقام تبدیل ہو گیا تھا۔ نیو یارک کے بجائے اب مقابلہ لاس اینجلز کے کولیزر ایرینا میں ہونا تھا۔ داخلے کے ٹکٹ مہنگے نہیں تھے۔ کیونکہ آکسفورڈ والوں کو اپنے نئے ریکٹ کی پبلسٹی عزیز تھی...... تماشائیوں کی تعداد دس ہزار سے تجاوز کر گئی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اتنے بڑے ہجوم کے سامنے کھیل رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ تماشائیوں کی اتنی بڑی تعداد کا سبب راجر ملٹن ہے۔ وہ اس دور کا مقبول ترین کھلاڑی تھا، سپورٹس رپورٹرز اسے ناقابل تسخیر لکھتے تھے۔

راجر ملٹن ایک مثالی پروفیشنل تھا۔ وہ میچ سے پہلے لاکر روم میں کسی سے بات نہ کرتا۔ ٹینس اس کا پیشہ تھا اور اسے اس بات کا شدت سے احساس تھا۔ اس کے کھیل میں میکانکی تیزی تھی۔ وہ برسوں سے کھیل رہا تھا۔ کئی بار وہ گرینڈ سلام کے اعزاز سے ایک قدم دور رہ گیا تھا۔ اس کے بارے میں اس کے حریفوں کی رائے بھی یہی تھی کہ وہ ٹینس کورٹ میں کچھ بھی کر سکتا ہے۔ وہ کلائی کے زور پر کھیلتا تھا۔ جیف کی طرح اپنے معاملے میں وہ بھی کم گو تھا۔ ایک بار اس نے اپنی زندگی کے بارے میں کیے جانے والے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا۔ ""میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس ٹورنامنٹ میں مجھے سات میچ جیتنے ہیں۔"" اس ٹورنامنٹ میں سات ہی میچ تھے اور اس نے ساتوں میچ جیت لیے تھے۔

جیف راجر ملٹن سے کبھی نہیں ملا تھا۔ اس نے اسے کبھی کھیلتے نہیں دیکھا تھا بلکہ اس

کے میچ کی فلم تک نہیں دیکھی تھی۔ وہ اس کے کھیل سے مطلق بے خبر تھا۔ یہ بات اس کے لیے برہمی کا باعث تھی۔ پہلی بار اس نے نیا کوچ رکھنے کے امکان کے متعلق سوچا۔ اپنی اس سوچ پر اسے پشیمانی بھی ہوئی لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ فیصلہ اسے پہلے ہی کر لینا چاہیے تھا۔ اس نے سوچا کہ میچ کے بعد سینور سے اس سلسلے میں بات کر لے گا لیکن اس کا دل ابھی سے سینور کے لیے دکھ رہا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس نے اپنے باپ کو شوٹ کرنے کا ارادہ کرلیا ہو۔

کورٹ میں داخل ہوتے ہوئے اس نے اسٹینڈ کا جائزہ لیا۔ سارہ اور گولڈمین وہاں موجود تھے۔ سارہ کے رخسار تمتما رہے تھے اور وہ نروس لگ رہی تھی۔ گولڈمین پُرسکون تھا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی جیف نے اپنا تجزیہ کیا۔ اس کے اعصاب قدرے کشیدہ تھے لیکن اس سے قطع نظر وہ خود کو بہت اچھا...... بہت فٹ اور بہت پُراعتماد محسوس کر رہا تھا۔ اس بار وہ ایک بہت بڑے کھلاڑی سے کھیل رہا تھا۔

بال بوائے نے اس کی طرف تین گیندیں پھینکیں۔ اس نے انہیں مصنوعی گھاس پر اچھال کر دیکھا۔ باؤنس اچھا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ کھیل تیز ہوگا۔ جیف کو تیسرا سیٹ ہمیشہ بُرا لگتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ پہلے دو سیٹس کے ذریعے میچ جیتنے کی کوشش کرتا تھا۔ پانچ سیٹس کے میچ اور مصیبت تھے لیکن نمائشی میچوں کو تین سیٹس تک محدود رکھا جاتا تھا۔

وہ کورٹ میں داخل ہوا تھا تو تالیاں بجی تھیں۔ اب تالیوں کی زبردست گونج نے اسے چونکا دیا۔ وہ تو تالیوں کا طوفان تھا۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ راجر ملٹن کورٹ میں داخل ہوگیا تھا۔ تالیوں کا وہ طوفان اس کے خیر مقدم کے لیے اٹھا تھا۔ جیف نے اسے دیکھا اور اس کے شخصی حسن کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ طویل القامت اور متناسب الاعضاء تھا۔ جیف کا اندازہ تھا کہ راجر قد میں اس پر کم از کم دو انچ کی فوقیت رکھتا ہے۔ اس کی داہنی کلائی بے حد چوڑی اور ٹانگیں بے حد مضبوط تھیں۔ اس کے جسم پر کہیں فاضل گوشت موجود نہیں تھا۔ اس کا جسم گواہی دیتا تھا کہ وہ سخت ٹریننگ کا عادی ہے۔ پہلی بار جیف کا اعتماد متزلزل ہوا۔

انہیں وارم اَپ کے لیے تیس سیکنڈ کا وقفہ دیا گیا پھر پانچ منٹ پریکٹس کے لیے۔ اس عرصے میں کسی کھلاڑی کے کھیل کا پتا نہیں چلتا۔ دونوں کھلاڑی ایک دوسرے کو کھلا رہے تھے۔ ملٹن کے شاٹس سیدھے سادے تھے لیکن جیف کو ان شاٹس نے بھی ملٹن کے کھیل کے بارے میں بہت کچھ بتا دیا۔ سو فیصد قابلِ واپسی شاٹس کھیلنا ہر ایک کے بس کا

روگ نہیں ہوتا۔ اس سے کھیل پر ملٹن کی کمانڈ کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔ جیف نے دانستہ اپنے بیک ہینڈ کی طرف آنے والے شاٹس خالی جانے دیئے ممکن ہے، ملٹن نے اس کے بیک ہینڈ کے بارے میں نہ سنا ہو۔ پانچویں منٹ کے اختتام پر ملٹن نے زوردار ڈرائیو کیا۔ کورٹ میں سفید لکیر سی کھنچتی چلی گئی۔ جیف بے بسی سے گیند کو باہر جاتے دیکھتا رہا۔ اس نے گیند پر لپکنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ اس کے پیٹ میں خوف کی ایک گرہ سی پڑ گئی۔

امپائر اور لائنز مین اپنی اپنی جگہ تیار تھے۔ کورٹ کے دونوں طرف بال بوائے موجود تھے۔ اس آخری لمحے میں جیف نے گولڈمین کی طرف دیکھا۔ اسے اپنی بصارت پر یقین نہ آیا۔ گولڈمین کے برابر والی نشست اب تک خالی تھی۔ سینور نہیں آیا تھا پھر جیف نے اس کے خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اب سوائے میچ کے کسی چیز کی اہمیت نہیں تھی۔

امپائر نے سکہ اچھالا۔ راجر ملٹن نے ٹاس جیتا اور سرو کے لیے تیار ہوگیا۔ اس نے گیند کو اچھالا۔ جیف نے اس کے ریکٹ کو قوسی حرکت کرتے دیکھا۔ راجر ملٹن کے پیر ساکت تھے اور جسم بڑے باوقار انداز میں قوسی حرکت مکمل کر رہا تھا۔ اس نے گیند کو راجر کے قدموں کے بالکل پاس ریٹرن کیا۔ ریکٹ کی جھنجھناہٹ نے اسے بتا دیا کہ اس بار اس کے سامنے ایک حقیقی کھلاڑی ہے...... مکمل کھلاڑی یا تو یہ اس کے لیے نقطۂ آغاز تھا ایک شاندار کیریئر کا...... یا اختتام قبل از آغاز تھا۔ اس کا فیصلہ اس میچ کو کرنا تھا۔

☆======☆======☆

بل ولیمز، گولڈمین کے سُونے مکان میں تنہا تھا۔ اس کے سامنے اسکاچ اور سوڈا رکھا تھا۔ وہ سام کی اسٹڈی میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ وہ ٹینس کے لباس میں تھا اور ریکٹ اس کے گھٹنوں پر رکھا ہوا تھا۔ وہ بہت دیر سے مسلسل پی رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جیف، ملٹن کو نہیں ہرا سکتا۔ ابھی وہ کم عمر ہے اور ٹینس کے بچپن سے گزر رہا ہے جبکہ ملٹن کھیل کے اعتبار سے شباب پر ہے۔ تاہم وہ کھیل دیکھتا رہا۔ حالانکہ اسے جیف کی شکست کا یقین تھا۔ اس نے سیٹ کی آواز بند کر رکھی تھی۔ وہ اس کی سوچوں میں حارج ہو رہی تھی۔

وہ شام چار بجے سو کر اٹھا تھا۔ خمار کی وجہ سے اس کا بدن ٹوٹ رہا تھا۔ اس ہفتے میں پہلی بار اسے بھوک کا احساس ہوا۔ اس نے نہا دھو کر بلا ارادہ ٹینس کا لباس پہنا۔ اس

کی وجہ وہ خود سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس نے اپنا پرانا ریکٹ نکالا جسے وہ ہر تین ماہ کے بعد دوبارہ بُنتا تھا۔ ریکٹ کا فریم بوسیدہ ہو چکا تھا۔ اس ریکٹ سے اس کا تعلق کم از کم تیس برس پرانا تھا۔

بھوک کے باوجود اس کا کچھ کھانے کا موڈ نہیں تھا۔ اس نے اسکاچ کی بوتل نکالی اور ریکٹ سمیت سام گولڈمین کی اسٹڈی میں پہنچ گیا۔ اس وقت سے وہ مسلسل پی رہا تھا۔ اسے بلندی سے پھسلنے کا احساس ہو رہا تھا اور وہ نہایت خوشگوار احساس تھا۔ وہ خلا میں تیر رہا تھا اور اس کی نظریں ٹی وی اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ وقتاً فوقتاً وہ پرانی یادوں میں کھو جاتا۔ اس کا وجود شرمندگی کے بیکراں سمندر میں ڈوب ڈوب جاتا لیکن اب وہ ان یادوں سے گریزاں نہیں تھا۔ وہ ان کے بارے میں سوچنا چاہتا تھا۔ شرمندگی سے نجات کی یہی ایک صورت تھی اور وہ بہت خوش تھا۔

☆======☆======☆

''ایڈوانٹیج ٹو مسٹر ملٹن۔'' جیف نے امپائر کی آواز سنی۔ وہ سرو کے انتظار میں جھک گیا۔ چند لمحے بعد چیختی چنگھاڑتی سروس اس کی طرف آئی۔ وہ تیزی سے حرکت میں آیا۔ اس سے پہلے کہ اوور اسپن گیند کو اٹھاتی، اس نے اسے اسٹرائیک کر دیا۔ وہ انتظار کرتا رہا۔ پچھلے چار گیمز میں وہ سرتوڑ کوشش کے باوجود ملٹن کی سروس بریک نہیں کر سکا تھا۔ اس کے شاٹس اتنے تیز نہیں تھے۔ اسے نیٹ پر جھپٹنے کا موقع بھی نہیں مل رہا تھا۔ پھر اس نے ایک ناممکن زاویے سے ملٹن کو ڈراپ شاٹ کھیلتے دیکھا۔ وہ تیزی سے دوڑا اور آخری لمحے میں ریٹرن دی لیکن گیند اٹھ گئی تھی۔ ملٹن نے اسے نہایت آسانی سے کراس کورٹ کر دیا۔

''گیمز 1-4 ٹو مسٹر ملٹن۔''

وہ آواز جیف کے اندر بھی گونجی۔ میں ہار رہا ہوں۔ اس نے خود سے کہا۔ ''وہ مجھے بچوں کی طرح کھلا رہا ہے۔''

انہوں نے کورٹس تبدیل کیے۔ ملٹن کا پسینے میں تر بہ تر چہرہ بے تاثر تھا۔ اس نے پانی کی بوتل کو نظر انداز کر دیا۔ جیف نے پانی کا طویل گھونٹ لیا۔ اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ اسے احساس تھا کہ وہ میچ ہار رہا ہے۔ یہ بات نہیں کہ وہ اچھا نہیں کھیل رہا تھا، وہ بہت اچھا کھیل رہا تھا، لیکن ملٹن ناقابلِ یقین کھیل کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ جیف اس کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور تھا۔ اس ایک لمحے میں اسے ملٹن سے شدید نفرت محسوس ہوئی

پھر اس نے ہر خیال کو ذہن سے جھٹکا اور زمین پر قدم جما کر سرو کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

☆======☆======☆

بل ولیمز کو اپنا پرانا گھر بہت اچھی طرح یاد تھا۔ ان دنوں زندگی اتنی مشکل نہیں تھی...... نیو یارک میں بھی...... وہ ہر صبح لانگ آئی لینڈ جاتا اور شام کو گھر واپس آ جاتا۔ ان دنوں وہ فوریسٹ ہلز میں کھیلتا بھی تھا اور سکھاتا بھی تھا۔ مارتھا اب بھی خوبصورت تھی لیکن دن بہ دن موٹی ہوتی جا رہی تھی۔ وہ جب بھی اسے سمجھاتا تو وہ کہتی کہ جو غذا ملتی ہے، اس میں یہی کچھ ہو سکتا ہے۔ وہ خود تو ٹینس کورٹ میں محنت کر کے اپنے جسم کو سنبھال سکتا تھا لیکن مارتھا کیا کرتی۔ اس کے علاوہ بھی ایک فرق تھا۔ مارتھا کو صرف محبت کی طلب تھی...... فلسفیانہ محبت کی طلب۔ اس صورتِ حال سے بل ولیمز مایوس تھا۔

اب اس کی زندگی میں ایک ہی دلچسپی تھی۔ وہ ہر شام ایک مخصوص بار میں جاتا اور رات تک وہیں وقت گزاری کرتا۔ بار میں وہ جوان العمر لوگوں سے بات کرنے سے گریز کرتا۔ دن بھر وہ لڑکوں کے ساتھ ٹینس کورٹ پر مغز ماری جو کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ بار کی مالک میڈم اسے پہچان گئی۔ ادھر وہ بار میں داخل ہوا، ادھر وہ اس کے لیے جام تیار کر دیتی پھر وہ واقعہ ہوا جسے کسی نہ کسی طرح ہونا ہی تھا۔

وہ لڑکا سترہ سال کا رہا ہوگا۔ اس کے بال سیاہ اور آنکھیں بھوری تھیں۔ وہ بار میں بیٹھا تھا کہ لڑکا اس کی طرف چلا آیا۔ ''آپ ٹینس کوچ ہیں نا؟'' لڑکے نے پوچھا۔

''ہاں۔'' بل نے مختصراً کہا۔

لیکن لڑکا کہاں ٹلنے والا تھا۔ ''میں بھی کھیلتا ہوں۔'' اس نے بل کو بتایا۔

''اچھا۔''

''ہاں، اچھا خاصا کھیلتا ہوں لیکن مجھے زیادہ کھیلنے کا موقع نہیں ملتا۔'' لڑکے نے جواب دیا اور اس کے برابر والے اسٹول پر بیٹھ گیا۔ ''مجھے نیند بہت آتی ہے لیکن میں خود کو ایکسرسائز کے ذریعے فٹ رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

''بہت خوب۔''

''آپ یہاں ہر روز آتے ہیں۔ میری بات سنیں، مجھے آپ سے کہنا تو نہیں چاہیے۔'' لڑکے کا لہجہ التجائیہ ہو گیا۔ ''لیکن میں بہت بھوکا ہوں، آپ مجھے کھانا کھلا دیں۔ یقین کیجیے، میں آپ کے پیسے واپس کر دوں گا، میڈم سے پوچھ لیں، میں ہمیشہ

ادھار چکا دیتا ہوں۔''

بل نے لڑکے کو بہ غور دیکھا۔ اس کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے تھے اور چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ وہ یقیناً بہت بھوکا تھا۔ اچانک اسے یاد آیا کہ مارتھا آج رات گھر نہیں آئے گی۔ وہ اپنی ماں کے گھر رہے گی۔ ''ٹھیک ہے میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا۔'' بل نے کہا۔

وہ اٹھے اور بار سے نکل آئے۔ لڑکا پیچھے پیچھے تھا۔ انداز میں لاتعلقی تھی۔ انہیں دیکھ کر کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ایک ساتھ کہیں جا رہے ہیں۔

☆======☆======☆

جیف نے دوسری بار سرو کیا۔ وہ انتہائی تیز سروس تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ نیٹ کی طرف لپکا لیکن فوراً ہی ٹھٹک گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اس نے ڈبل فالٹ کیا تھا۔ سیٹ پوائنٹ پر ڈبل فالٹ! پھر اس نے وہ نفرت انگیز آواز سنی۔ ''سیٹ ٹو مسٹر ملٹن۔''

وہ سیٹ ہار گیا تھا۔ اس سیٹ میں اس نے صرف ایک گیم جیتا تھا...... صرف ایک گیم۔

دونوں کھلاڑیوں نے پانی پیا اور تولیے سے اپنے ہاتھ اور منہ پونچھے پھر جیف سروس لائن کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بے حد مایوس تھا۔ مخالف کورٹ میں راجر ملٹن سروس کرنے کے لیے تیار تھا۔

اچانک جیف کے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ اس کے سامنے راجر ملٹن نہیں تھا بلکہ اس کی جگہ مس اسٹک مشین نے لے لی تھی۔ اس کے وجود میں نفرت کا طوفان اٹھا۔ وہ مدتوں کی دبی ہوئی نفرت تھی جو پوری قوت سے ابھری تھی۔ اسے اس عفریت سے ازلی نفرت تھی، جس کا نام مس اسٹک رکھا گیا تھا پھر اس نے اس کے دہانے کو نشانہ بنایا تھا۔ اس کے پیروں میں گویا پر لگ گئے۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا حریف انسان ہے لیکن اس کے ذہن کا ایک حصہ اس حقیقت سے بے خبر تھا۔ وہ مس اسٹک سے کھیل رہا تھا، بس ایک فرق تھا۔ مس اسٹک سست رفتاری سے کھیل رہی تھی۔ وہ نسبتاً تیز کھیل رہا تھا۔ اب وہ نہ تھکا ہوا تھا اور نہ ہی مایوس۔ اب کسی چیز سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ نفرت کا عملی اظہار کر رہا تھا۔ وہ چیختی چنگھاڑتی سروسوں پر ناممکن قسم کی ریٹرن دے رہا تھا۔ وہ ایک عفریت سے کھیل رہا تھا بلکہ لڑ رہا تھا...... وہ بیس لائن پر اٹیک کر رہا تھا۔ اسے ریکٹ کی جھنجھناہٹ کا بھی احساس نہیں تھا۔ کورٹ، کراؤڈ، اناؤنسر کی آواز، امپائر کے فیصلے سب

کچھ پس منظر میں چلا گیا تھا۔ اب صرف وہ تھا اور مس اسٹک تھی۔ وہ مس اسٹک کا قیدی تھا اور اپنی آزادی کے لیے لڑ رہا تھا۔

☆======☆======☆

وہ کیفے ٹیریا میں پہنچے، جہاں لڑکے نے ڈٹ کر کھانا کھایا۔ بل ولیمز اسے دیکھتا رہا۔ لڑکے نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ وہ واقعی بھوکا تھا۔ اس نے چھ ڈالر کا بل ادا کیا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' بالآخر اس نے لڑکے سے پوچھا۔

''جونی۔'' لڑکے نے جواب دیا۔ ''میں آپ کا شکر گزار ہوں، موقع ملتے ہی پیسے واپس کر دوں گا۔''

''بھول جاؤ اسے۔'' بل ولیمز نے بزرگانہ انداز میں کہا حالانکہ اس کی عمر صرف چھبیس سال تھی لیکن حقیقتاً وہ خود کو بڈھا محسوس کرنے لگا تھا۔

''تم کیا کرتے ہو، میرا مطلب ہے، کس سکول میں پڑھتے ہو؟''

''پی ایس 147 میں۔''

''تمہیں سکول پسند ہے؟''

''نہیں، مجھے پڑھائی سے دلچسپی نہیں۔'' لڑکا رازدارانہ انداز میں مسکرا دیا۔

بل متجسس ہو گیا۔ وہ اس لڑکے کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ لڑکا اسے اچھا لگا تھا۔ وہ کیفے سے نکل آئے۔ باہر سڑک پر اندھیرا اتر آیا تھا۔ وہ چلتے رہے۔ بل کو احساس تھا کہ راہگیر انہیں عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ شاید اس لیے کہ لڑکے کی پتلون بے حد تنگ تھی۔

بل اپنے اپارٹمنٹ کے سامنے پہنچ کر رکا اور اس نے پلٹ کر لڑکے کو دیکھا۔ ''شکریہ۔'' لڑکے نے کہا پھر عجیب سے لہجے میں بولا۔ ''یہاں بہت سکون ہے۔''

''میں یہاں رہتا ہوں۔'' بل نے کہا۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا، اس پر بل کا کوئی اختیار نہ تھا۔ لڑکا وہیں سو گیا تھا۔ صبح مارتھا نے آ کر وہ رنگ دیکھا تو اپنا سامان پیک کر کے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئی۔

☆======☆======☆

جیف کو موہوم سا احساس تھا کہ وہ جیت رہا ہے۔ اس کے ریکٹ سے ناقابلِ واپسی وولیز برس رہی تھیں۔ کورٹ مختصر ہو گیا تھا...... سمٹ گیا تھا۔ اس کی تمام توانائیاں اس کے اعصاب میں سمٹ آئی تھیں۔ اس کھیل میں ذہن کا دخل بالکل نہیں تھا۔ وہ تو

ایک طرح کی جبلت تھی۔ وہ وجدانی طور پر کھیل رہا تھا۔ وہ اس وقت ایک قدرتی قوت کے روپ میں سامنے آیا تھا۔ راجر ملٹن بہت اچھا کھیل رہا تھا لیکن جیف ناقابلِ شکست بن گیا تھا۔ راجر کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنے طویل کیریئر میں پہلی بار خود کو کسی معتبر بچے کی طرح بے بس محسوس کر رہا تھا۔ اس کا حریف ٹینس کھیل نہیں رہا تھا۔ ٹینس تخلیق کر رہا تھا۔

جیف نے دوسرا سیٹ 6-1 پر جیتا لیکن اسے اس کا علم نہیں تھا۔ لائنز مین کو اسے کورٹ سے باہر لے جانا پڑا۔ وہ اس وقت تنویمی کیفیت سے دوچار تھا۔ اسے تماشائیوں کی داد اور نعروں کا بھی احساس نہیں تھا۔ وہ تو اس وقت ایک طلسم سے لڑ رہا تھا...... مسز اسٹک سے۔ وہ اپنی آزادی کے لیے کھیل رہا تھا۔

☆======☆======☆

بل ولیمز ٹی وی کے سامنے سے اٹھ گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ نیند میں چل رہا ہو۔ اس نے گولڈ مین کے لیکو۔ کیبنٹ سے اسکاچ کی بوتل نکالی اور اپنا ریکٹ لے کر وہاں سے نکل آیا۔ اس نے مرکزی دروازہ کھلا چھوڑ دیا اور جیف کی سرخ فورڈ میں آ بیٹھا۔ اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور اسے باہر نکال لایا۔ وہ پچپن میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پہاڑی سڑک پر بڑھ رہا تھا۔ اس وقت ساڑھے آٹھ بجے تھے۔ یادوں نے اسے اپنے طلسم میں جکڑ لیا تھا۔ اس ۔کے باوجود اس نے ریڈیو آن کر دیا۔ میچ بھی جاری تھا یادوں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ مستقبل ایک بے معنی لفظ تھا۔ وہ ملعون تھا۔ اس کا وجود ایک داغ کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ اب دربدری تھی اور وہ تھا۔ وہ منہ چھپائے پھر رہا تھا۔ وہ اپنے ماضی کو بھی یاد نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے نتیجے میں اس کا وجود ایک مستقل شرمندگی میں لپٹ کر رہ گیا تھا۔ اچانک اناؤنسر کی آواز نے اس کے خیالات کا سلسلہ درہم برہم کر دیا۔ لڑکا فائنل سیٹ میں صفر 4 سے جیت رہا تھا۔ بل ولیمز کو اپنے کاندھوں پر ان گیمز کا بوجھ محسوس ہونے لگا جو ابھی کھیلے جانے تھے۔

☆======☆======☆

جیف نے سروکیا۔ اس بار ملٹن کی ریٹرن پچھلی ریٹرن سے مختلف تھی۔ جیف سمجھ گیا، راجر ملٹن کے کھیل میں کوئی کمی واقع ہوئی تھی۔ وہ لڑکھڑا رہا تھا۔ جیف کے حملوں میں تیزی آ گئی ۔ اب اس کا کھیل ناقابلِ شکست نہیں تھا...... لیکن پھر بھی وہ اچھا کھیل

رہا تھا۔ اس نے راجر کو ہلا کر رکھ دیا تھا اسے سنبھلنے میں وقت لگتا۔ اب راجر دفاعی کھیل کھیل رہا تھا۔ وہ کھیل شکست خوردگی کا آئینہ دار تھا۔ اس کا بس چلتا تو اب وہ کھیلے بغیر شکست تسلیم کر لیتا لیکن کھیل میں ہارنے کے بھی آداب ہوتے ہیں۔ اسے انہیں ملحوظ رکھنا تھا۔ آخری چند گیمز نے اس سے جیتنے کی باطنی خواہش چھین لی تھی جو بے حد اہم ہوتی ہے۔

سکور اب جیف کے حق میں صفر 5 تھا۔ جیف نے فیصلہ کیا کہ راجر ملٹن کو ایک گیم جیتنے کا موقع دینے میں کوئی حرج نہیں۔ زندگی میں پہلی بار وہ تھکن محسوس کر رہا تھا اسے آرام کی ضرورت تھی تاکہ وہ اپنی قوتیں اور توانائیاں مجتمع کر کے آخری وار کر سکے۔

☆======☆======☆

کار اسے اوپر ہی اوپر لے جا رہی تھی اور وہ کہیں جا بھی نہیں سکتا تھا۔ پیچھے شراب کے جام تھے، دکھ اور پچھتاوے تھے اور بے مصرف زندگی تھی۔ پیچھے پلٹ کر دیکھنے کو کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ اوپر کہیں تاریکیوں میں اس کے لیے سکون تھا...... آزادی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ کار چلاتا اور ریڈیو سنتا رہا لیکن اس کا ذہن بھٹک رہا تھا۔ پہلی بار وہ آزادی کے احساس سے سرشار تھا۔ اب وہ پُرسکون ہو کر جیف کے بارے میں سوچ سکتا تھا۔ احساسِ گناہ کا دائمی بوجھ نہ جانے کیسے اتر گیا تھا۔ اب اسے ایک بوجھ اور اتارنا تھا۔ وہ شروع ہی سے جیف کی محبت میں گرفتار تھا اور اس کے ماضی کے پیشِ نظر یہ بہت بڑا جرم تھا۔ وہ...... تو اس کے اپنے بچے کی طرح...... اولاد کی طرح...... لیکن اسے اولاد ملی ہی کب تھی۔ خواب اس کے لیے عذاب بن گئے تھے۔ خواب میں وہ جیف کو دیکھتا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے جیف کے چہرے کی جگہ جونی کا چہرہ ابھر آتا پھر اسے مارتھا نظر آتی۔ مارتھا کی نظروں میں ملامت ہوتی۔

اس نے سارہ کو یہ سب کچھ بتا دیا تھا بلکہ سارہ نے خود ہی محسوس کر لیا تھا۔ عورتوں کی وجدانی صلاحیت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سارہ اس سے نفرت کرنے لگی۔ وہ اس نفرت کا مستحق بھی تھا۔ وہ اپنے وجود میں چھپی شیطنت سے لڑ رہا تھا لیکن خواہشوں پر آدمی کا بس کہاں چلتا ہے اور خواہشیں آدمی کو شرمندگی میں تشہیر بھی دیتی ہیں۔

اس عذاب سے تنگ آ کر اس نے اسکاچ میں پناہ تلاش کی تھی۔ وہ جیف سے دور رہنے لگا تھا لیکن اس کے وجود میں دہشت پل رہی تھی۔ اسکاچ اس کی خواہش کو نہیں مٹا

سکی۔ ڈبو بھی نہیں سکی۔ وہ کچھ بھی تو نہیں بھولا لیکن اب وہ اس طلسم سے نکل آیا تھا۔ اب
وہ آزاد تھا اور اس آزادی کی قیمت کیا تھی...... صرف ایک کار اور ایک فیصلہ! وہ فیصلے کے
متعلق سوچتا رہا۔ اس کے ذہن میں صرف یہ لفظ تھا...... فیصلہ...... لیکن فیصلہ کیا ہوگا،
اسے سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ پھر اس نے سوچا، وقت آنے پر فیصلہ خود بخود ہو جائے گا
سب کچھ ٹینس کے اس میچ کے فیصلے پر منحصر تھا جس کی کمنٹری وہ سن رہا تھا۔

وہ ڈرائیو کرتے ہوئے سوچتا رہا۔ جیف کو سارہ سے شادی نہیں کرنا چاہیے۔ ان
دونوں کی قربت کا تصور ہمہ وقت اسے ڈستا رہتا تھا۔ وہ بے دھیانی سے کمنٹری بھی سنتا
رہا۔ اب اسے یقین تھا کہ جیف جیت جائے گا۔ جیف کی فتح اس کی شکست تھی۔ جیف
سارہ کا ہو جائے گا۔ کار بل کھاتی سڑک پر بلندی کا سفر کرتی رہی۔ لاس اینجلز کی
روشنیاں بہت دور، بہت نیچے رہ گئی تھیں۔ اسے گولڈ مین کا خیال آیا۔ اس وقت گولڈ مین
اپنی چربی کی تہوں میں سمٹا ناقابل یقین اور ناقابل فراموش ٹینس دیکھ رہا ہوگا۔ وہ بھی
شکست خوردہ ہوگا۔ انہوں نے خود ہی تو ٹینس کی ناقابلِ شکست مشین تخلیق کی تھی اور
اب وہ دونوں ہی اسے شکست کھاتے دیکھنا چاہتے تھے لیکن مشین پر اب ان کا کوئی
اختیار نہیں تھا۔

اب وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ چکا تھا۔ ایک جانب کم از کم آٹھ سو فٹ گہری کھائی
تھی۔ اس نے ریلنگ کے سامنے کار روک دی، انجن بند کر کے اس نے سگریٹ سلگایا اور
اسکاچ کی بوتل سے ایک طویل گھونٹ لیا۔ اب تو اسکاچ بھی پانی کی طرح بے ضرر محسوس
ہو رہی تھی۔ وہ میچ کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس نے اپنا سب کچھ...... بارہ ہزار ڈالر کی
رقم جیف کے حق میں داؤ پر لگا دی تھی اور اس کی شکست کی دعا کرتا رہا تھا۔ شاید
شیطان کے لیے بھینٹ تھی۔ اب وہ شرط جیت جائے گا اور سب کچھ ہار جائے گا۔ اس
نے ریڈیو کی آواز بڑھا دی پھر اس نے آنکھیں موند لیں اور تصور میں وہ میچ دیکھنے لگا۔

راجر فائٹ کر رہا تھا، اس لیے نہیں کہ جیتنے کا امکان تھا، اس لیے کہ یہ چیز اس کی
فطرت میں شامل تھی۔ فائنل سیٹ میں سکور جیف کے حق میں۔ 1-5 تھا۔ راجر سرو کر رہا
تھا۔

☆======☆======☆

جیف نے فیصلہ کیا کہ اس گیم میں اپنی پوری قوت کا مظاہرہ کرنا ہے۔ اس نے پہلی
سروس کو چوپ کیا پھر راجر ملٹن کے انتہائی بائیں جانب اچھی ریٹرن دی۔ راجر گیند تک

پہنچ گیا لیکن ریٹرن اٹھ گئی۔ جیف نے پوری قوت سے اسے بیس لائن کی طرف کھیل
دیا۔ سکور 0-15۔

راجر کی دوسری سرو فالٹ تھی۔ اس کے بعد والی سروس سوفٹ تھی۔ جیف نے پھر
اس کے بیک ہینڈ کی طرف بیس لائن کو اٹیک کیا اور نیٹ کی طرف لپکا۔ اچانک اسے
اپنے پہلو میں درد کا احساس ہوا۔ اسی وقت گیند آئی۔ اس نے پوری قوت سے کھیلا۔
تالیوں کی گونج...... سکور 0-30۔

راجر نے تیسری سروس کی۔ اس تک پہنچنا جیف کے لیے ناممکن تھا۔ سکور 15-30
اگلی سروس کی اس نے ناقابل واپسی ریٹرن دی۔ سکور 15-40 اس سے اگلی سروس کو اس
نے بے جان انداز میں ریٹرن کیا۔ اس کی توانائی اس کا ساتھ چھوڑ رہی تھی۔ وہ نیٹ کی
طرف لپکا۔ اسے معلوم تھا کہ راجر لاب کرے گا اور ہوا بھی یہی۔ وہ اوور اسپن لاب
تھا۔ جیف کو احساس ہو گیا کہ اس تک دوڑ کر پہنچنا ناممکن ہے۔ وہ پوری قوت سے فضا
میں اچھلا اسے معلوم تھا کہ وہ اس کی آخری چھلانگ ہے، اس کے بعد وہ ختم تھا۔ اس نے
پوری قوت سے ریکٹ گھمایا۔ ریکٹ پر گیند لگنے کا احساس...... اور پھر وہ زمین پر گر گیا۔
اس کا سر گھوم رہا تھا۔ دوسری طرف تماشائیوں کے نعروں نے ایرینا کو ہلا کر رکھ دیا۔ وہ
میچ جیت گیا تھا۔

اس نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا
سر گھٹنوں پر رکھ لیا اور چکروں کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ پھر اسے اپنے قریب کسی
کی موجودگی کا احساس ہوا۔ ”تم ٹھیک تو ہو؟“ راجر ملٹن اس سے پوچھ رہا تھا۔ اس کے
لہجے میں تشویش تھی، سچی پریشانی۔ جیف جواب نہ دے سکا۔ اس کی سانسیں اس کے قابو
میں نہیں تھیں۔

☆======☆======☆

بل ولیمز نے ریڈیو آف کر دیا۔ اس نے بوتل سے ایک اور طویل گھونٹ لیا اور
چاندنی میں بوتل کو بلند کر کے اس کا جائزہ لیا۔ ابھی تھوڑی سی اسکاچ باقی تھی...... اس کی
زندگی جتنی۔ اس نے جیف کو یاد کیا اور اگلے گھونٹ میں بوتل خالی کر دی پھر ایک ہاتھ
میں بوتل اور دوسرے میں ریکٹ تھامے وہ کار سے نکلا اور ریلنگ کی طرف بڑھ گیا۔ اس
نے جنگلے سے نیچے دیکھا، اسے چکر آ گئے۔ وہ کار کی طرف پلٹا اور اس نے کار کی چابی
دائیں جانب میٹ کے نیچے رکھ دی پھر اس نے دروازے مقفل کر دیئے۔ اب واپسی کا

کوئی راستہ نہیں تھا۔

واپس آ کر اس نے جنگلے کو دیکھا اور سوچ میں پڑ گیا۔ ''کیا میں کامیاب ہو سکتا ہوں۔'' اس نے اپنے پیٹ کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ چند سیکنڈ تک وہ اپنے پیروں پر اچھلتا رہا پھر وہ تیزی سے بھاگا۔ جنگلے کے پاس پہنچ کر وہ پوری قوت سے اچھلا اور جنگلے کے اوپری حصے کو ایک لمحے کے لیے چھو کر دوسری طرف اتر گیا۔ میں اب بھی چھلانگ لگا سکتا ہوں۔ اس نے فاتحانہ انداز میں سوچا۔ وہ اس کی آخری سوچ تھی۔ رات کی گہرائی اسے نگلنے کے لیے تیزی سے اس کی طرف لپکی تھی۔

☆======☆======☆

وہ لاکر روم میں بیٹھا تھا۔ سارہ اور گولڈمین اس کے پاس کھڑے تھے۔ ملٹن بھی موجود تھا۔ ''کیا حال ہے؟'' سارہ نے محبت سے پوچھا۔ ''تم نے تو کمال کر دیا۔''

گولڈمین نے بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔ ''گریٹ ٹینس...... گریٹ میچ۔'' اس کے لہجے میں شکست خوردگی تھی اور چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا۔

''مبارک ہو۔'' راجر نے کہا۔ ''میں نے آج تک تم جیسا کوئی کھلاڑی نہیں دیکھا۔ تم عظیم کھلاڑی ہو۔'' اس کے لہجے میں سچائی کی شدت تھی۔

جیف اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے سارہ سے کہا۔ ''تم فکر نہ کرو میں ٹھیک ہوں، سینور کہاں ہیں؟''

''اس نے کہا تھا کہ وہ ٹی وی پر میچ دیکھنا چاہتا ہے۔'' سارہ نے بتایا۔

''مجھے اس سے بات کرنا ہے۔''

''چلو پہلے کچھ پی لیں آؤ۔'' سارہ نے کہا۔

گولڈمین خاموشی سے پلٹا اور لاکر روم سے نکل گیا۔ جیف نے سارہ کو دیکھا۔ ''اس وقت میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ پلیز! تم یہاں سے چلی جاؤ۔'' اس کے لہجے میں التجا تھی۔

''مذاق کر رہے ہو۔'' سارہ نے منہ بنا کر کہا۔

''ہاں فی الوقت مجھے تنہا چھوڑ دو۔'' جیف نے کہا۔ وضاحت اس کے لیے بہت مشکل تھی۔

وہ بڑی بے یقینی سے زخمی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی پھر خاموشی سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد لاکر روم میں خاموشی رہی۔ راجر ملٹن لباس تبدیل کر رہا تھا۔

''سنو۔'' جیف نے شرمیلے لہجے میں اسے پکارا۔ ''میرے ساتھ چلو، کچھ پئیں گے۔''

راجر، ملٹن ٹائی کی ناٹ لگا رہا تھا۔ وہ مسکرا دیا۔ ''ضرور، مجھے خوشی ہوگی۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''میں کپڑے بدل لوں۔'' جیف نے کہا۔

راجر انتظار کرتا رہا۔ جیف کے تیار ہونے کے بعد اس نے کہا۔ ''باہر کم از کم سو پریس رپورٹرز موجود ہیں ہم کیسے باہر نکلیں گے۔''

''یہ تو ناممکن ہے، ان سے نہیں بچا جا سکتا۔''

وہ کندھے سے کندھا ملائے باہر نکلے۔ جیف کو احساس تھا کہ راجر کی بہ نسبت یہ مرحلہ اس کے لیے زیادہ مشکل ہے حالانکہ وہ فاتح ہے۔ رپورٹرز کے سوالوں کے جواب میں راجر نے اسے دل کھول کر سراہا۔ جیف کی کوشش تھی کہ وہ کم سے کم بولے۔ اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ جو کچھ اسے کہنا تھا، وہ پہلے ہی کورٹ پر کہہ چکا تھا...... اپنے کھیل کے ذریعے۔

بالآخر وہ ایک نیم تاریک بار میں داخل ہو گئے۔ انہیں کارنر کی میز دی گئی۔ جیف نے مشروبات کا آرڈر دیا۔

''میں نے زندگی میں آج جیسی محنت کبھی نہیں کی۔'' راجر نے کہا۔ ''تم حیرت انگیز ہو، ناقابلِ یقین لیکن تم اس طرح اپنے آپ کو ختم کر لو گے۔''

جیف مسکرایا۔ اس کی دانست میں راجر کسرِ نفسی سے کام لے رہا تھا۔ ''چھوڑو، اب میچ ختم ہو چکا، کچھ اور باتیں کرو۔'' اس نے کہا۔

''میں تمہیں ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔'' راجر نے کہا۔ ''گولڈمین نے کہا تھا کہ میں تمہیں ہرا دوں تو وہ ذاتی طور پر مجھے دس ہزار ڈالر الگ سے دے گا۔ میں اس لیے بتا رہا ہوں کہ میں سچ مچ کبھی اس سے بہتر نہیں کھیلا۔''

☆======☆======☆

جیف رات دو بجے گولڈمین کے مکان میں داخل ہوا۔ اس نے سینور کو تلاش کیا لیکن وہ موجود نہیں تھا پھر سارہ باہر آئی اور اسے کمرے میں لے گئی۔ جیف کو نشے میں دیکھ کر اسے حیرت ہوئی تھی۔

''میچ کے بعد وہ کار لے کر کہیں نکل گیا ہے۔'' سارہ نے اسے سینور کے بارے

میں بتایا۔

''بکواس۔''

''یہ سچ ہے، وہ تمہاری کار میں گیا ہے۔''

''مجھے اس کو ایک اہم بات بتانا تھی...... بہت زیادہ اہم بات۔'' جیف نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا۔

''کل بتا دینا۔'' سارہ نے اسے بستر پر لٹاتے ہوئے کہا۔

لیٹتے ہی جیف کا سر گھومنے لگا۔ کچھ دیر بعد اسے نیند آ گئی۔ سارہ رات بھر اس کا سر گود میں رکھے بیٹھی رہی۔

☆======☆======☆

ان کی شادی کی تقریب بے حد سادہ تھی ماحول پر سوگواری طاری تھی۔ سینور کی تدفین کو دس دن گزر چکے تھے۔ جیف کو وہ خبر سارہ نے سنائی تھی۔ پولیس کو سب سے پہلے کار نظر آئی تھی اور پھر کھائی میں سینور کا ٹوٹا پھوٹا جسم۔ جیف اس وقت کافی پی رہا تھا۔ وہ خبر سنتے ہی اسے پھندا لگ گیا۔ اس نے کافی کی پیالی میز پر رکھی اور آہستہ سے بولا۔''مجھے تمہاری بات پر یقین نہیں ہے۔''

''میں اتنا سنگین جھوٹ کیوں بولوں گی۔''

''لیکن وہ خودکشی نہیں کر سکتا تھا۔''

''ایسی بات نہیں میرے خیال میں وہ بہت دنوں سے اس سلسلے میں سوچ رہا تھا۔''

''وہ اگر اتنا ناخوش تھا تو وہ مجھے تو بتاتا۔ اس نے مجھے کچھ بھی تو نہیں بتایا۔''

''تم سے تو وہ بات کر ہی نہیں سکتا تھا۔'' سارہ نے نرم لہجے میں کہا پھر اس نے پوری سفاکی کے ساتھ اسے بل ولیمز کے بارے میں بتا دیا۔ وہ بہت مشکل کام تھا اور اس کے لیے ایک کڑا امتحان تھا۔ اتنی سنگین حقیقت کو خوبصورت لفظوں میں تو بیان کیا ہی نہیں جا سکتا۔

''یہ تو محض تمہارا اندازہ ہے...... غلیظ اندازہ۔'' جیف نے کہا۔ وہ خوفزدہ بھی تھا اور برہم بھی۔ اس خبر نے اسے اپنے وجود کی گہرائی میں بُری طرح دہلا دیا تھا۔

''اندازہ نہیں، میں نے اس سے بات کی تھی لیکن کنایتاً...... اشاروں میں۔''

''اوہ! تو وہ خفیہ گفتگو اس سلسلے میں ہوتی تھی؟''

''ہاں، میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ میں اس سلسلے میں کسی کو بھی نہیں بتاؤں

گی۔''

''لیکن...... لیکن اس نے خاص طور پر تمہیں کیوں بتائی یہ بات؟''

سارہ نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔''شاید اس لیے کہ میں پہلے ہی اسے ناپسند کرتی تھی۔ وہ کسی ایسے شخص کو یہ بات کیسے بتاتا جو اس سے محبت کرتا، اسے پسند کرتا تھا۔ مجھے بتانے میں اسے میری نظروں سے گرنے کا خطرہ نہیں تھا اور پھر وہ ہمارے تعلق کے بارے میں بھی جانتا تھا۔ شاید یہ تمہارے سامنے بالواسطہ اعترافِ جرم کا جذبہ بھی تھا۔''

''کاش...... کاش تم نے مجھے یہ سب کچھ نہ بتایا ہوتا۔''

''ہاں لیکن یہ اس کی خواہش بھی تو تھی اور ہاں جیف، اب تمہارے منیجر کے فرائض میں انجام دوں گی۔''

جیف نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ کاش سارہ بھی اس کے لیے وہی کچھ کر سکے، جو سینور نے کیا تھا اگر ایسا ہوا تو وہ خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین آدمی سمجھے گا۔ وہ سوچتا رہا۔ اسے سینور کی موت کے صدمے نے یہ تک سوچنے نہ دیا کہ وہ تو پہلے ہی سینور کو علیحدہ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

ایک ہفتے بعد ان کی شادی ہو گئی۔ جسٹس آف پیس نے شادی کرائی۔ اس تقریب میں دلہا، دلہن اور گولڈ مین کے سوا کوئی موجود نہیں تھا لیکن اگلے روز اخبارات نے اس شادی کی خبر شائع کی۔ آئندہ ایک سال کے دوران جیف ٹینس کا سپر سٹار بن گیا۔

شادی کے دوسرے دن وہ اس بنگلے میں منتقل ہو گئے جو گولڈ مین نے سارہ کو تحفے میں دیا تھا۔ جیف تیزی سے مقبول ہو رہا تھا۔ کوئی ہفتہ ایسا نہیں گزرتا تھا۔ جب اس کا انٹرویو کسی اخبار میں شائع نہ ہوتا ہو۔ اخباری نمائندے اب اس کا تعاقب کرتے تھے۔ اسے رپورٹرز کے سوالوں کے جواب دینا بھی آ گیا تھا۔ تاہم کبھی کبھی وہ بے ڈھب جواب بھی دے دیتا تھا۔ مثلاً ایک بار ایک رپورٹر نے اس سے پوچھا۔''مسٹر ولیمز! آپ کا ٹرافی روم کیسا ہے؟''

''میرے گھر میں کوئی ٹرافی روم نہیں ہے۔'' اس نے جواب دیا تھا۔

''تو پھر آپ ٹرافیاں کہاں رکھتے ہیں؟'' رپورٹر نے چند لمحوں کی الجھن آمیز خاموشی کے بعد پوچھا۔

''رکھنے کا کیا سوال ہے، میں انہیں پھینک دیتا ہوں۔'' اس نے بلا ارادہ جواب دیا

اور یہ سچ تھا۔ وہ صرف دولت کے لیے کھیلتا تھا۔ اسے فتح سے کوئی غرض تھی اور نہ چمچماتی ٹرافیوں سے کوئی دلچسپی۔ تاہم اس جواب کے نتیجے میں سام گولڈمین اور اس کے پبلشر اشاف کو بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ گولڈمین تو غصے سے پھنک کر رہ گیا تھا۔

جیف کے نزدیک تعیش کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ تعیشات کا عادی نہیں تھا لہٰذا یہ اس کے لیے بے معنی تھا کہ وہ ہزار ڈالر والے سوئٹ میں سوئے یا دس ڈالر والے کمرے میں اسے تو ہر صبح اٹھ کر ٹریننگ کرنا ہوتی تھی۔ کھانے کی بھی اہمیت نہیں تھی، اس سے زیادہ نہیں کھایا جاتا تھا۔ البتہ سارہ بہت خوش تھی۔ وہ زندگی اور آسائشات سے خوب لطف اندوز ہوتی تھی۔ جیف اس چیز سے بھی گھبرایا تھا کہ وہ جہاں بھی جائے، اسے بے شمار لوگوں سے ملنا پڑتا ہے، ان سے باتیں کرنا، یہ اب بھی اس کے لیے بہت مشکل تھا۔ وہ اب بھی پہلے کی طرح تنہائی پسند تھا لیکن اب تنہائی عنقا ہوگئی تھی۔

چھ ماہ بعد وہ اور سارہ نیو یارک گئے۔ وہ آکسفورڈ سپورٹس کے دفتر بھی گئے۔ آکسفورڈ والوں نے جیف کو وائس پریذیڈنٹ، پبلک ریلیشنز کا عہدہ پیش کیا۔ اس کی تنخواہ ایک ہزار ڈالر فی ہفتہ مقرر ہوئی۔ اب وہ امیر آدمی تھا۔ اسے اس بات کی فکر نہیں تھی کہ اسے آکسفورڈ والوں کے لیے کیا کرنا ہے۔ اس بات کی پروا آکسفورڈ والوں کو بھی نہیں تھی۔ ان کے لیے یہی بہت کافی تھا کہ جیف ان سے وابستہ ہے۔

ایک سال بعد اس نے فوریسٹ ہلز میں سنگلز چیمپیئن شپ جیت لی۔ اگلے سال اس نے ومبلڈن بھی جیت لیا۔

اب اس کی عمر 26 سال تھی، وہ غیر متنازعہ طور پر ٹینس کا بہترین کھلاڑی تھا۔ امریکہ میں بڑی محبت سے اسے ٹینس مشین کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ جیف پبلسٹی سے چڑتا تھا لیکن اس سے بچ نہیں سکتا تھا۔

پھر انہوں نے بیل ایئر میں ایک بہت بڑا بنگلا خریدا۔ اس میں دو ٹینس کورٹ، ایک سوئمنگ پول اور ایک پروجیکشن روم بھی تھا۔ پورے بنگلے میں دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ اس کا وسیع عریض لان بے حد خوبصورت تھا۔ سام گولڈمین کا مکان وہاں سے صرف تین منٹ کے فاصلے پر تھا۔ جیف کو کسی چیز پر اعتراض نہیں تھا۔ وہ اور سارہ زیادہ تر دورے پر رہتے تھے۔ ان کی سیکرٹری مس بیلا بھی ہمیشہ ان کے ساتھ ہوتی تھی۔ مس بیلا کی سی مستعدی جیف نے کسی میں نہیں دیکھی تھی۔

مس بیلا کو سارہ نے رکھا تھا۔ سارہ ہی ہر چیز کا خیال رکھتی تھی۔ پچیس سال کی عمر

میں اس کا کاروباری شعور بے حد پختہ ہو چکا تھا۔ اب وہ اور بیلا مل کر ہر پروگرام ترتیب دیتی تھیں۔ جیف کی زندگی کے بارے میں مکمل منصوبہ بندی انہی کی ہوتی تھی۔ جیف ان کی ہدایت پر عمل کرتا تھا۔ وہ دنیا کا سب سے کم گو سپر اسٹار تھا۔ ٹی وی شوز کے دوران وہ خاموشی سے مسکراتا رہتا اور کبھی بولتا تو ایک ہی جملے سے پورے پروگرام کی فضا تباہ کر دیتا۔ تنگ آ کر سارہ نے اسے بولنے کے تربیتی کورس میں داخلہ دلایا پھر وہ اس کے لیے تقریریں لکھنے لگی۔ وہ مشینی انداز میں ان تقریروں کو کہیں بھی دہرا دیتا۔ درحقیقت وہ صرف ایک موقع پر زندہ ہوتا تھا...... کورٹ میں، ٹینس کھیلتے وقت لیکچرز کا تربیتی کورس بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔

کھیل کے دوران وہ کھلاڑی سے زیادہ ٹیچر معلوم ہوتا۔ ایسا لگتا کہ وہ اپنے حریف کو کھیلنا سکھا رہا ہے۔ اس میں اپنے حریف کی کمزوریوں کو بھانپ لینے کی قدرتی صلاحیت تھی۔ ٹینس کا کھیل ساری دنیا کے لیے اس کے نجی راز کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ وہ خود بہت اچھی ٹینس کھیلتا تھا لیکن اس میں سکھانے کی اہلیت بالکل نہیں تھی۔

دولت اس پر برس رہی تھی۔ سارہ خود کچھ کم دولت مند نہیں تھی۔ جیف نے ایک چھوٹا طیارہ خرید لیا تھا اور اس کے لیے ایک پائلٹ بھی رکھ لیا تھا۔ وہ پہلا موقع تھا کہ اس نے اپنے لیے کوئی آسائش خریدی تھی۔ بہت کم ٹورنامنٹ ایسے ہوتے تھے، جن میں وہ شریک نہ ہو۔ ٹینس کی دنیا میں یہ یقین عام تھا کہ ٹینس مشین، کہیں بھی، کسی بھی وقت ٹینس کھیلنے کے لیے تیار رہتی ہے، بشرطیکہ مالی شرائط اس کی بیوی کے لیے قابلِ قبول ہوں۔ عموماً اسے ناپسند کیا جاتا تھا لیکن اسے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ البتہ ایک بات تھی اگر وہ دوست نہیں بنا پاتا تھا تو اس کا کوئی دشمن بھی نہیں تھا۔

جیف کی ستائیسویں سالگرہ کے موقع پر سارہ نے بہت بڑی پارٹی دی جیف اسے محدود پیمانے پر منانا چاہتا تھا۔ وہ اسی شام ایک ٹورنامنٹ جیت کر واپس آیا تھا اور سارہ کی قربت کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ مصروفیات کا یہ حال تھا کہ اس نے گزشتہ سال میں صرف پندرہ دن کا عرصہ گھر میں گزارا تھا اور وہ بھی وقفے وقفے سے۔

وہ بہت تھکا ہوا تھا اور بھوکا بھی تھا، وہ پھر کھانا کھانا بھول گیا تھا۔ گزشتہ رات کے کھانے کے بعد اب تک اس نے صرف ایک گلاس دودھ پیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ نروس بھی تھا۔ اسے پُرہجوم پارٹیوں سے خوف آتا تھا۔ وہ ڈرتا تھا کہ لوگ اس پر ہنسیں گے۔ اس نے عقبی صحن کی طرف کھلنے والی کھڑکی کھولی اور باہر جھانکتا رہا۔

مہمانوں کو آٹھ بجے کا وقت دیا گیا تھا لیکن کیٹرنگ سٹاف اب بھی مصروف تھا۔ گھر میں چہل پہل تھی لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ وہ حیرت سے سوچتا رہا۔ یہ پارٹی اس کی تو نہیں ہو سکتی۔ اس چہل پہل کا سبب وہ نہیں ہے۔ پھر وہ اس چہل پہل کا سبب جاننے کی کوشش کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے ذہن سے یہ سب کچھ جھٹک دیا۔ وہ یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ وہ تو آج صرف اور صرف سارہ کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا تھا...... اس ریسٹورنٹ میں، جہاں وہ پہلی بار ایک ساتھ گئے تھے اور اس نے ویٹر کو سو ڈالر ٹپ دی تھی۔ یہ سوچتے ہوئے اسے یہ خیال بھی نہ آیا کہ وہ اپنی بیوی کو اپنی دنیا میں واپس لانے کی خواہش کر رہا ہے۔ وہ جیتی جاگتی بھرپور لڑکی تو کئی برس پہلے ایک مستعد روبوٹ بن گئی تھی۔ البتہ اسے یہ احساس تھا کہ ان کی مصروفیات نے انہیں دور کر دیا ہے۔ محبت کی بات کیے برسوں بیت گئے ہیں۔

اس نے سوچا کہ وہ سارہ سے اصرار بھی کر سکتا ہے کہ یہ دن وہ ذاتی طور پر منائیں لیکن مسئلہ یہی تھا کہ وہ اصرار کبھی نہیں کرتا تھا۔ زندگی نے اسے صرف لڑنا سکھایا تھا، وہ لڑ سکتا تھا اور ٹینس کورٹ میں لڑتا تھا۔ اب آدمی اپنوں سے تو نہیں لڑ سکتا۔ اس نے سوچا کہ جب وہ لڑنے سے فارغ ہوتا ہے تو وہ کسی کے قابل بھی نہیں رہتا۔ سب کچھ تو لڑنے میں ختم ہو جاتا ہے، کسی کے لیے کچھ بچتا ہی نہیں۔

ساڑھے سات بجے وہ تیار ہو کر اپنے کمرے سے نکل آیا۔ اسے سارہ کو ڈھونڈنے میں دس منٹ لگے۔ وہ کچن میں تھی۔ جیف کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف بڑھی۔ اس نے جیف کا ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا۔ ''کب آئے تم؟ مجھے تو پتا ہی نہیں چلا۔''

''حالانکہ میری آمد و رفت کا شیڈول تم ہی بناتی ہو۔''

''بس، مصروفیت میں احساس ہی نہیں ہوا، کہو کیا رہا؟''

''سب ٹھیک ٹھاک ہے۔''

سارہ کو پتا چل گیا کہ وہ جیت گیا ہے۔ جیت اس طرح معمولات میں شامل ہو گئی تھی کہ اب وہ اس کے بارے میں رسماً ہی پوچھتی تھی۔ ''بہت اچھے لگ رہے ہو۔'' اس نے سرگوشی کی۔

''میں چاہتا ہوں کہ ہم رات جلدی فارغ ہو جائیں۔ تم سے ملے مدت ہو گئی ہے۔'' جیف نے کہا۔

''لیکن جیف! ہم میزبان ہیں۔ یہ ہماری پارٹی ہے۔''

''ہماری نہیں، یہ میری پارٹی ہے، میری سالگرہ ہے اور یہ میری خواہش ہے۔''

''ٹھیک ہے جیف!'' سارہ نے نرم لہجے میں کہا۔ ''جو تمہاری مرضی۔'' اس کے رخسار تمتمانے لگے۔

جیف باہر چلا آیا۔ مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

☆======☆======☆

تقریب شروع ہو چکی تھی۔ اس وقت ساڑھے دس بجے تھے۔ وہ بے شمار لوگوں سے ملا تھا۔ ان سے مسکرا کر مبارک باد وصول کی تھی۔ آکسفورڈ والوں نے اسے تحفے میں طلائی ریکٹ دیا تھا پھر اچانک لوگوں نے اس سے تقریر کا مطالبہ کر دیا۔ وہ بُری طرح گھبرا گیا لیکن اسے اندازہ تھا کہ اس بار وہ نہیں بچ سکے گا۔ آرکسٹرا والوں نے مائیکروفون اس کے سامنے رکھ دیا۔

''ارر......'' جیف نے کھنکار کر گلا صاف کیا۔ ''سب سے پہلے تو میں آپ سب کا شکریہ ادا کروں۔'' اس نے کہا۔ ''اور درحقیقت میرے پاس اس کے سوا کہنے کے لیے کچھ ہے ہی نہیں۔ یہاں یہ وضاحت کر دوں کہ میں ٹینس کی دنیا کا شکرگزار ہوں۔ ٹینس ہی نے مجھے سب کچھ دیا، اگر ٹینس نہ ہوتی تو میں بھی اس وقت یہاں نہ ہوتا اور آپ سب ٹینس ہیں کیونکہ ٹینس آپ ہی کی وجہ سے زندہ ہے۔

لوگ اکثر مجھ سے پوچھتے ہیں کہ بہترین ہونا کیسا لگتا ہے۔ سب سے پہلے یہ بتا دوں کہ لوگ مجھے ٹینس کا بہترین کھلاڑی سمجھتے ہیں لیکن میں ایسا نہیں سمجھتا۔ ٹینس کے بہترین کھلاڑی کا کہیں وجود نہیں ہے۔ ہاں، دنیا میں ٹینس کے پندرہ بیس اچھے کھلاڑی موجود ہیں، ان میں مَیں بھی شامل ہوں۔ مجھ میں اور ان میں ذرا سا فرق ہے۔ اتنا معمولی سا فرق کہ اس پر بات کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔ میں اور میرے حریف پروفیشنل ہیں۔ دولت کے لیے کھیلتے ہیں۔ خوشی کے لیے نہیں، اگر میں کہوں کہ میں لطف حاصل کرنے کے لیے کھیلتا ہوں تو یہ جھوٹ ہو گا۔ سچ یہ ہے، مجھے نہیں معلوم کہ میں کیوں کھیلتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ دولت غیر اہم ہے اور اس کی مجھے کمی نہیں، میں ٹینس کو پسند نہیں کرتا لیکن میں ٹینس سے محبت کرتا ہوں، کبھی کبھی نفرت بھی۔ میرا کام یہی ہے کہ بہتر سے بہتر ٹینس کھیلوں۔ کبھی کبھی کسی میچ کے درمیان میں بور ہو جاتا ہوں تھک جاتا ہوں، خود سے باتیں کرنے لگتا ہوں، ٹینس کی وجہ سے میں جو کرنا چاہتا ہوں، نہیں کر پاتا۔ میں شراب

نہیں پیتا، سگریٹ نہیں پیتا...... ایسے، جیسے میں آدمی نہیں ہوں۔ البتہ اپنی سالگرہ جیسے موقعوں پر، جو کبھی کبھار آتے ہیں، میں چند لمحوں کے لیے عام آدمی بن جاتا ہوں۔“

تمام مہمان خاموش ہو گئے تھے۔ وہ جیف کو ایک کم گو آدمی کی حیثیت سے جانتے تھے لیکن آج وہ بول رہا تھا، دل میں اتر رہا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ خود کلامی میں مصروف ہو۔

”مجھے ٹینس مشین کہا جاتا ہے۔“ جیف نے سلسلۂ کلام جوڑا۔ ”بدقسمتی سے یہ بڑی حد تک درست ہے۔ میں بتاؤں، آدمی جذبات اور محسوسات سے عبارت ہے۔ اس کے لیے خود کو مشین میں ڈھالنا بے حد ناخوشگوار کام ہے۔ میں ایسا کرتا ہوں کیونکہ مجھے یہی کرنا ہے۔ اکثر میں خود سے پوچھتا ہوں کہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتا لیکن نہیں، یہ میرا کام ہے پھر ٹینس چھوڑنے کا مطلب میرے لیے سرنگوں ہو جانا ہے۔ ٹینس کا پیچھا نہ چھوڑنے کی ایک وجہ خوف بھی ہے۔ ٹینس چھوڑ کر میں کیا کروں گا۔ مجھے اس کے علاوہ کچھ نہیں آتا۔ میں ناکام انسان کی حیثیت سے نہیں جینا چاہتا۔ چنانچہ ٹینس مجھے پسند بھی ہے اور ناپسند بھی۔ مجھے اس سے محبت بھی ہے اور نفرت بھی لیکن میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ شاید میں اس وقت تک کھیلتا رہوں گا، جب تک کوئی مجھ سے بہتر کھلاڑی آ کر مجھے کورٹ سے نہیں نکالے گا۔ تب شاید میں رک جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر میں ناقابلِ شکست نہیں رہا تو کچھ بھی نہیں رہوں گا۔

پلیز، کوئی صاحب میری طرف ایک جام بڑھائیں۔ میں تین ٹوسٹ تجویز کروں گا۔“ جیف نے کہا۔ کسی نے اسے شمپیئن کا جام تھما دیا۔ ”پہلا جام ٹینس کے نام کہ یہ ایک اچھا کھیل ہے۔ میں نے زندگی میں اس سے زیادہ خوشگوار کھیل کوئی اور نہیں دیکھا۔ میں اپنی زندگی کا شمار برسوں سے نہیں، جیتے ہوئے میچوں سے کرتا ہوں۔ دوسرا جام اس لڑکے کے نام، جو نہ جانے کہاں ہے، جو تربیت حاصل کر رہا ہے، جو ایک دن کورٹ میں میرے مقابل آئے گا اور مجھے 6-0، 6-0، 6-0 سے شکست دے گا۔ یہ جام اس لڑکے کے نام ہے...... اگرچہ میں اسے پسند نہیں کرتا...... میں اس سے خوفزدہ ہوں...... لیکن اسے حقیقت کی طرح تسلیم کرتا ہوں۔ تیسرا جام ذاتی ہے۔ یہ اس شخص کے نام ہے جس نے مجھے سہارا دیا ہے، مجھے بنایا میرے خوف، اس تقریر اور اس مقام کو ممکن بنایا۔ یہ جام سینئور کے نام ہے میں نہیں جانتا، وہ اس وقت کہاں ہوگا بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت شاید وہ اوپر کسی اچھے کھلاڑی سے دلچسپ میچ کھیل رہا ہوگا۔ ہاں، یہ آخری جام

میرے محسن اور مربی سینئور بل ولیز کے نام ہے۔“ اس نے جام رکھ دیا اور گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ ”کچھ لوگ نوٹس لے رہے ہیں۔ میں انہیں نہیں روک سکتا لیکن دوستو، یہ کوئی تقریر نہیں تھی۔ یہ تو میرے دل کی آواز تھی۔ میں نے پوری سچائی سے اسے لفظوں میں ڈھال دیا۔ میں نے کوئی چیز سنسر نہیں کی لیکن دل کی بات دل تک ہی جانی چاہیے۔ حدیثِ دل اخباروں میں چھپے تو باعثِ رسوائی ہے۔ البتہ شاعری کی بات اور ہے، اب میں آپ لوگوں کے درمیان آ رہا ہوں، میں بہت تنہا ہوں لیکن اگر میرا یہ ہذیان عام ہو گیا تو اور زیادہ تنہا ہو جاؤں گا۔ تاہم فیصلہ آپ ہی کے ہاتھ میں ہے، میں اصرار نہیں کر سکتا۔“

ایک خاتون رپورٹر نے اپنا پیڈ فضا میں بلند کیا اور اسے پھاڑ ڈالا۔ اس نے نوٹ پیڈ کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیئے۔ ایک منٹ بعد وہاں موجود ہر رپورٹر نے اس کی تقلید کی۔ اب کاغذوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے فضا میں اُڑ رہے تھے...... گھاس پر تھرک رہے تھے۔

جیف اپنی میز پر واپس آ گیا۔ تالیاں نہیں بجیں، صرف کاغذوں کے ٹکڑے ہوا کے دوش پر رقص کرتے رہے۔ چند لمحے خاموشی رہی پھر لوگوں نے یوں گفتگو شروع کر دی، جیسے درمیان میں کوئی وقفہ نہیں ہوا تھا۔ آرکسٹرا والوں نے کوئی دلکش دھن چھیڑ دی۔ اب کوئی جیف ولیز کی طرف متوجہ نہیں تھا جو اپنی بیوی اور سسر کے ساتھ بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔

سارہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس نے جھک کر جیف سے سرگوشی میں پوچھا۔ ”اوپر کب چلو گے؟“

”کھانا کھانے کے بعد۔“ جیف نے مسکراتے ہوئے اپنی پلیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

کھانے کے بعد رقص ہونے لگا۔ جیف کو بھی متعدد خواتین کے ساتھ رقص کرنا پڑا لیکن اندر ہی اندر وہ سارہ سے ملنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔ وہ ڈانس فلور سے کھسک ہی رہا تھا کہ سنہرے والوں والی ایک عورت نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ ایک خوبصورت عورت تھی۔ ”میں شروع ہی سے آپ کو کھیلتے دیکھتی رہی ہوں۔“ اس نے کہا۔ ”میرا ایک بیٹا ہے مائیکل اسے ٹینس کھیلنے کا شوق ہے۔“

”کیا عمر ہے اس کی؟“ جیف نے پوچھا۔

''بارہ سال۔''

''کھیلنے کے لیے مناسب عمر ہے۔''

''میرا نام مائرا کنگ ہے۔ میں کنیکٹی کٹ میں رہتی ہوں، اگر کبھی آپ کا وہاں آنا ہو تو...... پلیز...... میرے لڑکے کے ساتھ کھیلئے گا۔''

''میں کوچ تو نہیں ہوں، البتہ کبھی موقع ملا تو اس کے ساتھ ریلی ضرور کروں گا۔'' جیف نے جواب دیا۔

''شکریہ۔''

جیف اس عورت کی نظروں کا مفہوم سمجھ رہا تھا۔ وہ معذرت کر کے وہاں سے نکل آیا۔ کچھ دیر بعد وہ سارہ کو تلاش کرتا رہا لیکن سارہ کہیں نظر نہ آئی۔ وہ سوچتا، کڑھتا اور جھنجھلاتا رہا۔ کئی بار اس نے بدگمانی کی لیکن خود ہی شرمندہ ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ سارہ بے وفا نہیں ہے لیکن پھر یہ وعدہ خلافی کیسی؟

تنگ آ کر اس نے فیصلہ کیا کہ اپنے کمرے میں جا کر سو جائے گا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا اور حیران رہ گیا۔ سارہ اس کے بیڈ روم میں موجود تھی۔ ''تم کہاں ہو ڈارلنگ؟'' اس نے کہا۔ ''میں دو گھنٹے سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ تم نے تو کہا تھا کہ کھانا کھاتے ہی آ جاؤ گے۔''

☆======☆======☆

تین ہفتے بعد سارہ نے اعلان کیا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ وہ نروس تھی۔ اس کے رخسار تمتما رہے تھے۔ اس وقت وہ ناشتہ کر رہے تھے۔

''واہ! کیا خوش خبری سنائی ہے۔'' جیف نے چہک کر کہا لیکن اندر سے وہ سن ہو کر رہ گیا تھا۔ اسے یہ ناممکن لگتا تھا۔ اس کا بچہ جو اس پر، اس کی محبتوں پر، کوششوں پر، ذہانت اور حساسیت پر انحصار کرے گا۔ اس نے اس گھر میں، زندگی میں جو اپنے تمام معمولات سمیت جاری تھی، ایک بچے کا تصور کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی کوئی گنجائش محسوس نہیں ہوئی۔

شروع میں تو کچھ بھی نہیں بدلا لیکن جیسے جیسے سارہ کی جسمانی تبدیلیاں نمایاں ہوتی گئیں، روز مرہ زندگی متاثر ہونے لگی، سب سے بڑی تبدیلی سام گولڈ مین میں آئی۔ ناقابلِ یقین تبدیلی۔ اب وہ دن میں کئی کئی بار ان کے گھر آتا تھا، وہ بہت خوش تھا۔ اس کا انداز بالکل بدل گیا۔ جیف کے ساتھ اس کا رویہ پدرانہ ہو گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ خدا نے

دراصل اسے نانا کا رول ادا کرنے کے لیے تخلیق کیا تھا۔

پھر سارہ میں تبدیلیاں آئیں۔ وہ خاموش طبع ہو گئی۔ اس نے تمباکو نوشی ترک کر دی۔

بنگلے میں جیسے کوئی برقی تبدیلی آئی تھی۔ ملازمین بھی اس تبدیلی سے مستثنیٰ نہیں تھے۔ سارہ کی خدمت کرتے ہوئے ان کے انداز میں محبت ہوتی۔ گھر کی فضا میں محبت آمیز کھنچاؤ تھا۔ جیف بھی اس رو میں بہنے سے نہ بچ سکا۔ اس نے اپنے کئی میچ کینسل کر دیئے۔ کوئی اور وقت ہوتا تو سام گولڈ مین اسے معاہدے کی شقیں پڑھ کر سنا دیتا لیکن اب تو فضا ہی اور تھی۔ اس نے جیف کے کندھے پر بڑے پیار سے ہاتھ رکھا اور اس سے لپٹتے ہوئے بولا۔ ''تم نے ٹھیک کیا بیٹے! ان دنوں تمہیں سارہ کے قریب ہی رہنا چاہیے۔''

بچے کی ولادت کے دن جیف مسلسل نو گھنٹے تک بے چینی سے ٹہلتا رہا۔ بالآخر اسے سارہ کے کمرے میں جانے کی اجازت مل گئی۔ وہ سارہ کو دیکھ کر حیران ہوا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے چہرے سے خون نچڑ چکا ہو گا۔ اس کے برعکس سارہ کے چہرے پر رونق تھی انداز اس جنرل کا سا تھا، جس نے بہت مشکل جنگ جیتی ہو۔ وہ مسکرائی۔ جیف نے کمرے کا جائزہ لیا۔ وہ پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔ بیٹھنے کی گنجائش بھی مشکل ہی سے نکلتی۔

''بتاؤ تمہیں کیا چاہیے تھا، بیٹا یا بیٹی؟'' سارہ نے پوچھا۔

سارہ کی درخواست پر جیف کو اس سلسلے میں اب تک بے خبر رکھا گیا تھا۔ ''کچھ بھی ہو۔ میں ہر حال میں خوش ہوں۔'' جیف نے فرض شناسی کا مظاہرہ کیا۔

''لڑکا ہے۔'' سارہ نے آہستہ سے کہا۔ ''لیکن عجیب سا ہے، اس دنیا کی چیز ہی نہیں لگتا۔''

اس نے نرس سے بچہ منگوا کر جیف کو دکھایا۔ جیف حیرت سے اسے دیکھتا رہا۔

''اس کا نام بھی رکھنا ہے۔'' سارہ نے اسے یاد دلایا۔

''یہ کوئی مسئلہ نہیں، اس کا نام سام ولیم ولیمز ہے۔'' جیف کو بے ساختہ سینور یاد آ گیا۔

''اتنا خوفناک؟''

''ہاں لیکن اب یہی اس کا نام ہے۔'' جیف کے لہجے میں سختی تھی۔

سارہ نے پہلے کبھی اسے اس انداز میں بولتے نہیں سنا تھا۔ جیف تو ہر چیز کا فیصلہ

اس پر چھوڑ دیتا تھا۔ وہ معاملے کی نزاکت کو بھانپ گئی۔ ’’ٹھیک ہے جیف۔‘‘ اس نے نرم لہجے میں کہا۔

نرس ابھی تک بچے کو لیے کھڑی تھی۔ وہ منتظر تھی کہ ماں باپ میں سے کوئی بچے کو گود میں لے گا لیکن وہ دونوں ہی اس سے گریزاں تھے بالآخر سارہ نے نرس سے کہا۔

’’اب اسے لے جاؤ۔‘‘ نرس کے چہرے سے صاف پتا چل رہا تھا کہ ان عجیب وغریب ماں باپ کے بارے میں اس کا تاثر اچھا نہیں۔

’’یہ بات نہیں کہ مجھے اس سے محبت نہیں ہے۔‘‘ چند لمحے بعد سارہ نے کہا۔

جیف نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ ’’میں جانتا ہوں۔‘‘ اس نے کہا۔ درحقیقت وہ دونوں ہی شرمیلے ثابت ہوئے تھے۔ زندگی کا یہ روپ ان کے لیے نیا تھا۔

زندگی کا وہ روپ سام گولڈمین کے لیے بھی نیا تھا بچے کی وجہ سے جیف اور سارہ سے اس کی جنگ کا اختتام ہو گیا۔ وہ بچے کو جھلاتا، اس کے کپڑے بدلواتا اور جب کرنے کو کچھ نہ ہوتا تو اسے بغور دیکھتا رہتا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی نسوانیت ہوتی۔ اس کی آنکھوں میں مامتا کا جذبہ چمکتا۔

بچے کے لیے ایک کمرا آراستہ کر دیا گیا۔ ایک آیا رکھی گئی جس کا نام مِس فلپ تھا۔ مِس فلپ کے جسم میں انیسویں صدی کی برطانوی آیاؤں کی روح تھی۔ وہ بچے سے بے پناہ محبت کرتی۔ اسے اپنا بچہ سمجھتی۔ سارہ جب بھی بچے کو گود میں لیتی یا اس کے پنگوڑے کو ہلکورے دیتی، مِس فلپ اسے ایسے دیکھتی جیسے اس نے سارہ کو اپنا بچہ عاریتاً دیا ہو۔

سام گولڈمین نے بچے کی خوشی میں بہت بڑی پارٹی دی۔ جیف اسے دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا تھا لیکن بچے نے تو خود اسے بھی جیت لیا تھا۔ ایک دن اس نے سارہ سے شرمیلے لہجے میں کہا۔ ’’میں بھی بچے کے لیے ایک تحفہ لایا ہوں۔‘‘ پھر اس نے ایک ننھا منا ٹینس ریکٹ بچے کے پہلو میں رکھ دیا۔

’’بہت خوبصورت ہے۔‘‘ سارہ نے کہا۔ ’’پانچ چھ سال بعد یہ اسے استعمال کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ جو تحفے ملے ہیں، ان میں سے کسی کے بارے میں یہ بات نہیں کہی جا سکتی۔‘‘

جیف کو اس کے شیڈول نے دوبارہ گھیر لیا تھا۔ اب وہ نمبر ایک کھلاڑی تھا۔ پھر اسے چلنج کے ایڈ۔ پروفیشنل کو ہرانے میں ڈھائی گھنٹے لگے۔ آٹھ ماہ پہلے وہ اسے صفر کے

اسٹریٹ سیٹس میں ہرا سکتا تھا۔ وہ اچھا میچ نہیں تھا۔ بہرحال وہ فائنل میں پہنچ گیا تھا۔ فائنل اگلے روز تھا اور جیتنے والے کو پندرہ ہزار ڈالر ملنے تھے۔

سارہ اب بچے میں کھو گئی تھی۔ اب وہ جیف کا ساتھ کم ہی دیتی تھی۔ تاہم اس نے مینجری دوبارہ سنبھال لی تھی۔ اس معاملے میں اس کی مستعدی میں اب بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

جیف کو احساس تھا کہ اس کا کھیل متاثر ہوا ہے۔ اس کا وزن چار پونڈ بڑھ گیا تھا۔ نیند بہت زیادہ آنے لگی تھی۔ جس مقام تک پہنچنے کے لیے اس نے بے شمار قربانیاں دی تھیں، وہ اب غیر اہم لگنے لگا تھا۔ ٹینس اب دیوتاؤں کا رقص نہیں رہا تھا۔ وہ کھیل کھیل کر بور ہو گیا تھا۔ اب اس کا جسم کھیلتا تھا جب کہ ذہن کچھ اور سوچتا تھا۔ وہ سام اور سارہ کے لیے فکرمند رہتا تھا۔ اسے اپنے اثاثوں کے تحفظ کی فکر تھی۔ وہ ان تمام فکروں میں گم ٹینس کھیلتا رہا۔ اکثر اسے ہوش آتا تو پتا چلتا کہ وہ پہلے دو سیٹ ہار چکا ہے اور اب اسے یقینی شکست کے جبڑے سے ایک ناممکن فتح کو کھینچ کر لانا ہے۔

اب اسے ٹاپ کے کھلاڑیوں کی جستجو نہیں تھی۔ وہ انہیں کئی بار ہرا چکا تھا۔ وہ اسے بہترین تسلیم کرتے تھے اور وہ بہترین تھا۔ اب ثابت کرنے کو کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ اسے اپنے مقام پر جمے رہنا تھا پھر اس نے شرطیں لگانا شروع کر دیں۔ یوں اسے اپنے ذہن کو مرتکز کرنے میں مدد ملی۔ مالی منفعت اس کے علاوہ تھی۔ اب وہ کمزور کھلاڑیوں کی تلاش میں رہتا تھا۔ وہ خوفزدہ تھا۔ اس نے یہ نکتہ پا لیا تھا کہ بلندی پر پہنچنے سے بلندی پر قائم رہنا کہیں زیادہ مشکل ہے۔ اس کے علاوہ وہ سوچتا کہ اب کسی اور چیز کی اہمیت ہی نہیں ہے۔ وہ پروفیشنلز کا پروفیشنل تھا۔ وہ دولت کے لیے کھیلتا تھا اور اب اسے مزید دولت کی ضرورت نہیں تھی۔ اب وہ ریٹائر ہو جائے، تب بھی اس کی سالانہ آمدنی لاکھوں میں رہے گی۔ ریٹائر ہونے کی صورت میں طیارہ رکھنے کی ضرورت بھی نہیں رہے گی۔ اتنا بڑا بنگلا اور اتنے سارے ملازمین، یہ سب بھی غیر ضروری تھا۔ کبھی کبھی رات کو اسے سر درد کی وجہ سے بیدار ہونا پڑتا۔ ڈاکٹر کے مشورے پر وہ ویلیم کھانے لگا تھا اور اس کا عادی ہو گیا تھا۔ جب وہ سر درد کی وجہ سے جاگتا، ریٹائرمنٹ کے بارے میں سوچتا رہتا۔

اس کی عمر تیس سال بھی نہیں تھی۔ اس عمر میں اور کیریئر کی اتنی بلندی پر کون ریٹائر ہوتا ہے۔ اس کے ریکٹ سے کم از کم بیس افراد کی روزی وابستہ تھی اور پھر ٹینس مشین رکھنے کے لیے تو نہیں بنائی گئی تھی۔ یہ سوچ سوچ کر اسے اور غصہ آتا۔ اس کے علاوہ

اخباری نمائندوں کا گھیراؤ اسے اور برہم کر دیتا۔ وہ انہیں بے وقوف نہیں بنا سکتا تھا۔ وہ لوگ سب کچھ جانتے تھے، سمجھتے تھے۔ اس کی اصل آزمائش کورٹ میں ہوتی تھی جہاں ہر بار اسے ثابت کرنا ہوتا تھا کہ وہ بہترین کھلاڑی ہے، نمبر ایک...... لیکن وہ جانتا تھا کہ ایک روز یہ طلسم ٹوٹ جائے گا۔ آل ٹائم گریٹ کہلانا جتنا اچھا لگتا ہے، اس سے محروم ہونا اتنا ہی ناقابلِ قبول ہوتا ہے، وہ ابھر کر اوپر آنے والے لڑکوں کے ریکارڈ چیک کرتا رہتا۔ وہ سب اس کی طرف لپک رہے تھے۔ ان سب کا ہدف وہی تھا۔ ایک دن ان لڑکوں میں سے کسی ایک نے اسے شکست دینا تھی۔ کبھی کبھی وہ رات کو بستر پر لیٹ کر بھولی بسری دعائیں دہراتا، خدا سے مدد طلب کرتا۔ اسے خود پر ترس آنے لگتا۔ مسیح تو ایک ہی بار مصلوب ہوئے تھے۔ وہ ہر اس موقع پر مصلوب ہوتا تھا، جب اسے کھیلنے کے لیے کورٹ میں اترنا ہوتا۔ ہر بار جیتنے کے بعد وہ دوبارہ زندہ ہوتا لیکن دوبارہ مصلوب ہونے کے لیے۔

بدترین راتیں وہ ہوتیں جب وہ نیند کی گولی لینے کے باوجود جاگتا رہتا۔ وہ اپنا جیتا ہوا میچ یاد کرنے کی کوشش کرتا لیکن اسے کچھ بھی یاد نہ آتا۔ تمام میچ تقریباً ایک جیسے ہی ہوتے تھے۔ مِس اسٹک نے اسے ٹینس کی مشین بنا دیا تھا۔ ہر بار کورٹ میں اترتے وقت اسے اس مشین پر انحصار کرنا پڑتا تھا اور وہ جانتا تھا کہ اسے علم نہیں ہے، مشین کب خراب ہو جائے گی۔ ہر بار وہ سرو کے لیے گیند اچھالتے ہوئے ڈرتا، دلرزتا، کیا پتا مشین کا کوئی پرزہ خراب ہو گیا ہو، مشین ناکارہ ہو گئی ہو۔ اس اعتبار سے وہ کھلاڑی نہیں، ایک ایسا جواری تھا، جسے جتوانے والے جادو کے بول مل گئے ہوں لیکن اسے یہی دھڑکا لگا رہتا کہ وہ بول بھول جائے گا۔ اس سلسلے میں وہ کچھ بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔

وہ میچ کھیلتا، جیتتا اور اگلے روز اس کی خبر پڑھتا، اسے غصہ آتا۔ وہ جانتے تھے۔ انہیں علم تھا کہ وہ محفوظ کھیل کھیل رہا ہے۔ ان کے نزدیک یہ اس کے شایانِ شان نہیں تھا۔ گویا صلیب صرف میچ کی ہی نہیں تھی...... لوگوں کی...... رپورٹرز کی توقعات بھی صلیبیں تھیں۔ وہ اسے آرام کرتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

ان دنوں اخبارات میں ایک میکسیکن کھلاڑی کا بڑا چرچا تھا۔ وہ اس سے متعلق تمام تراشے ایک لفافے میں جمع کرتا رہا۔ لڑکے کی عمر 22 سال تھی۔ کالم نویسوں کا کہنا تھا کہ وہ جیف ولیمز کا جانشین ہے۔ دوسری طرف آسٹریلیا سے ہونہار کھلاڑیوں کی ایک پوری کھیپ ابھر رہی تھی، وہ سب اس کے دشمن تھے۔

وہ منتظر تھا۔ ایک دن اسے ایک اہم میچ کھیلنا ہوگا۔ اسے کبھی یہ خیال نہ آیا کہ وہ بوڑھوں کے سے انداز میں سوچ رہا ہے۔ درحقیقت وہ خود کو بوڑھا محسوس کرتا تھا۔ اس کی دانست میں اس کے سامنے ایک مہیب ڈھلان تھی اور وہ پلٹ نہیں سکتا تھا۔ قدم روک نہیں سکتا تھا۔ اسے آگے بڑھنا تھا، وہ آگے بڑھنے پر مجبور تھا۔

وہ سب کچھ بے حد ذاتی تھا۔ وہ اس موضوع پر کسی سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کوئی عام آدمی نہیں تھا جو اپنے سینے کا بوجھ کسی کے بھی سامنے ہلکا کر سکتا ہے۔ دشمن اسے نرغے میں لے رہے تھے...... پیش قدمی کر رہے تھے۔ اسے اپنی جنگ خود لڑنا تھی اور دشمنوں سے کسی کو موقع نہیں دینا تھا۔

وہ یاد کرتا۔ اب دنیا کتنی پھیل گئی تھی۔ پہلے دنیا صرف ایک ریکٹ، گیند کورٹ اور ایک سینور تھی۔ لاپوٹا میں غربت تھی لیکن آزادی بھی تھی۔

وہ گھر پہنچتے ہی ننھے سام کے کمرے میں گیا۔ مس فلپ اس کے کپڑے بدل رہی تھی۔ سام اپنے پنگوڑے میں لاتیں چلا رہا...... قلقاریاں مار رہا تھا۔ وہ اب خاصا بڑا ہو گیا تھا۔ جیف کا اندازہ تھا کہ وہ اس سے لمبا نکلے گا۔ اس کی رنگت گلابی تھی اور جسم عام بچوں کی طرح پھولا ہوا نہیں تھا۔ اس کی ٹانگیں لمبی تھیں اور وہ ہنس مکھ تھا۔ وہ روتا بہت کم تھا۔ جیف کچھ دیر بچے سے کھیلتا رہا پھر باہر نکل آیا۔

☆======☆======☆

اس رات سارہ مُصر تھی کہ جیف اسے باہر لے کر جائے۔ وہ خود کو شراب میں ڈبو لینا چاہتی تھی۔ جیف جانتا تھا کہ اس پر کبھی کبھی ایسے دورے پڑتے ہیں ایسے میں وہ کسی ایک بار میں نہیں پڑتے تھے۔ ہر بار سے سارہ وہ ایک جام پیتی اور پھر وہ وہاں سے نکل کر کسی اور بار کا رخ کرتے۔ اس روز بھی یہی کچھ ہوا۔

جیف تھک گیا تھا اور گھر واپس جانا چاہتا تھا لیکن سارہ بس ایک جام اور کے زور پر اسے نچائے جا رہی تھی پھر ایک بار میں وہ سارہ کو باہر چھوڑ کر کھلی ہوا میں نکل آیا۔ اس کی آنکھیں جل رہی تھیں اور تھکا ہوا جسم بستر کو پکار رہا تھا۔ جانے کتنی دیر وہ وہاں کھڑا رہا پھر وہ فیصلہ کر کے بار میں گیا۔ اب کچھ بھی ہو، وہ سارہ کو گھر لے جائے گا۔

وہ ٹھٹک گیا۔ سارہ کے ساتھ ایک جوڑا بیٹھا تھا۔ وہ تینوں دھت تھے اور خدا جانے کہاں کی ہانک رہے تھے۔ جیف طوعاً و کرہاً وہاں جا بیٹھا۔ تعارف ہوا لیکن جیف کو کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کچھ دیر کے بعد ان میاں بیوی نے ایسی واہیات تجویز پیش کی کہ جیف کو

غصہ آ گیا لیکن وہ ضبط کر گیا۔ غصہ یوں اور زیادہ آیا تھا کہ سارہ۔ نے زبان سے نہ سہی، انداز سے ان کی تجویز کی تائید کی تھی۔ جیف نے سختی سے انکار کر دیا۔ وہ دونوں مایوس نظر آنے لگے۔

''چلو، گھر چلیں۔'' جیف نے سارہ سے کہا۔

سارہ نے اسے نظر انداز کر دیا۔ ''اگر میں تنہا تمہارے ساتھ چلوں تو؟'' اس نے مرد سے پوچھا۔

مرد نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا اور اس کی نظروں سے شہ پا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''تم گھر جاؤ۔'' سارہ نے جیف سے کہا۔ ''میں بعد میں آ جاؤں گی۔''

''تم میری بیوی ہو، ہم ساتھ ہی گھر جائیں گے اور ابھی جائیں گے۔''

''نہیں تم گھر جاؤ۔'' سارہ نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا۔

''تم ہوش میں نہیں ہو۔'' جیف نے کہا۔ ''ویسے تم خود مختار ہو، جانا چاہو تو چلی جاؤ لیکن پھر میرے گھر واپس آنے کی زحمت نہ کرنا......'' یہ کہہ کر وہ بار سے نکل گیا۔ اس کا خون کھول رہا تھا۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور اسٹیئرنگ کے پیچھے جا بیٹھا۔ اس نے کار اسٹارٹ کی اور بڑھانے ہی والا تھا کہ سارہ بار سے تنہا نکلتی دکھائی دی۔ اس نے دروازہ کھولا اور وہ کار میں آ بیٹھی۔ جیف نے کار آگے بڑھا دی۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر سارہ نے کہا۔ ''تم جل گئے؟''

''شٹ اپ تم ہوش میں نہیں ہو۔''

''تمہارا کیا خیال تھا، میں اس کے ساتھ چلی جاتی۔''

''مجھے اس کی پروا بھی نہیں تھی، بس تم خاموش رہو۔''

''تم غصے میں ہو، خفا ہو مجھ سے؟''

''میں کچھ سننا نہیں چاہتا، بس تم خاموش رہو۔''

''تم نے اسے مارا کیوں نہیں؟'' اس کا انداز بچکانہ تھا، اس بچے کا سا جو کسی دل پسند تفریح سے محروم ہو گیا ہو۔

''سنو سارہ! بہت ہو چکی اب یہ گاڑی نہیں چلے گی۔'' جیف کے لہجے میں قطعیت تھی۔

دیر تک خاموشی رہی پھر سارہ نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ ''اور سام کا کیا ہو

گا؟''

''اسے بھی جہنم میں جھونکو اور تم بھی جہنم میں جاؤ۔''

سارہ رونے لگی لیکن وہ اب بھی نشے میں تھی۔ وہ بڑی دل گرفتگی کے عالم میں رو رہی تھی۔

''اگر تم خاموش نہ ہوئیں تو خدا کی قسم، میں گاڑی روک کر تمہیں اتنا ماروں گا کہ تمہارا نشہ ہرن ہو جائے گا۔'' جیف نے کہا۔ وہ خوفزدہ تھا۔ کیونکہ اس نے سچ کہا تھا۔ اس وقت وہ سارہ کو مار بھی سکتا تھا۔

سارہ نے سر جھکا لیا۔ اس کے نشے میں ڈوبے ہوئے ذہن کو احساس ہو گیا کہ بے کیف ازدواجی زندگی میں رنگ بھرنے کی کوشش میں وہ حد سے گزر گئی تھی۔ وہ سہم کر خاموش ہو گئی۔

''پلیز...... مجھے معاف کر دو۔'' اس نے جیف کا ہاتھ چھو کر کہا۔ جیف خاموش رہا۔ سارہ سوچتی رہی۔ اب اسے اس حماقت کی تلافی کرنا تھی۔

کچھ دیر بعد وہ گھر پہنچ گئے۔ جیف نے کار روک دی اور سارہ کو جھنجھوڑ ڈالا۔

''سارہ...... اٹھو، کچھ ہو گیا ہے۔'' اس نے ہذیانی لہجے میں کہا۔

سارہ نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ آدھی رات کے بعد کا وقت تھا اور ان کے گھر کی ہر کھڑکی روشن تھی۔ ''اوہ...... ڈیڈی...... شاید ڈیڈی۔'' اس نے جملہ پورا نہ کیا۔

وہ لپک کر اندر آئے۔ نشست گاہ میں سام گولڈ مین موجود تھا۔ اس کا وجود سکڑا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ چہرہ سپید پڑا ہوا تھا۔ ''یہ گھر آنے کا وقت ہے؟'' اس کے لہجے میں خفیف سی برہمی تھی۔ ''یہ اچھا وقت ہے گھر آنے کا۔'' اس نے کہا اور رونے لگا۔

سام کے برابر بیٹھا ہوا نوجوان اٹھا۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن سارہ نے اسے روک دیا۔ وہ اور جیف اندر کی طرف لپکے۔ ''سام...... میرا سام۔'' سارہ تقریباً رو دی۔

جیف ٹھٹک کر رک گیا۔ وہ نوجوان ڈاکٹر تھا۔ ''کیا ہوا؟'' اس نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

ڈاکٹر کی آواز لرز رہی تھی۔ ''بچہ...... آپ کا بچہ مر چکا ہے۔''

اتنی دیر میں سارہ واپس آ گئی تھی۔ ''میرا بچہ...... مس فلپ مجھے اس کے کمرے کی چابی نہیں دے رہی ہے۔'' اس نے کہا اور رونے لگی۔

''اندر کچھ بھی نہیں ہے۔'' ڈاکٹر نے آہستہ سے کہا۔

''کیسے نہیں ہے، اندر میرا بچہ ہے۔''

''بچہ مر چکا ہے۔'' ڈاکٹر نے کہا۔

''کیسی باتیں کر رہے ہو، ہم اسے ٹھیک ٹھاک چھوڑ کر گئے تھے۔''

''تم لوگ عیش کرتے پھر رہے تھے اور وہ مر رہا تھا۔'' سام گولڈ مین نے کہا۔ ''اگر تم گھر پر موجود ہوتے تو یہ نہ ہوتا۔'' اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

''وہ کیسے مر سکتا ہے، وہ تو ٹھیک ٹھاک تھا۔ کیا میں فلپ......''

''اس میں کسی کا قصور نہیں ہے۔'' ڈاکٹر نے کہا۔ ''موت بالکل اچانک واقع ہوئی۔ کوئی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔''

''میرا بچہ ہے کہاں؟'' سارہ نے ہذیانی لہجے میں کہا۔ ''مجھے میرا بچہ لا دو۔''

''اس کی سانسوں میں اچانک رکاوٹ ہوئی اور وہ دم گھٹنے سے مر گیا۔'' ڈاکٹر نے کہا پھر وہ جیف کو الگ لے گیا۔ ''آپ کی بیوی کی حالت اچھی نہیں ہے۔ یہ مسکن گولیاں انہیں ضرور دے دیجیے گا۔'' اس نے جیف کو گولیاں دے دیں۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد وہ فرش پر نظریں جمائے خاموش بیٹھے رہے۔ ابھی تو وہ ٹھیک طرح سے اپنے دکھ کا اندازہ بھی نہیں لگا سکے تھے۔ کچھ دیر بعد سارہ نے کہا۔ ''میں اس کے کمرے میں جانا چاہتی ہوں۔'' جیف اسے اوپر لے گیا۔ انہوں نے کمرے کا مقفل دروازہ کھولا۔ کمرے میں خاموشی تھی۔ بچے کے کھلونے اور پنگوڑا، سب کچھ ویسے کا ویسا تھا۔

''سام کہاں ہے؟'' سارہ نے بے ساختہ پوچھا پھر اسے سب کچھ یاد آ گیا۔ ''میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''اب دیکھنے کو کیا رہ گیا ہے۔'' جیف نے یاس انگیز لہجے میں کہا۔

''لیکن انہیں اسے لے جانے کا حق نہیں تھا۔''

''ڈاکٹر کے خیال میں یہی مناسب تھا۔''

سارہ نے اسٹیل کا جھنجھنا اٹھایا اور دیوانہ وار اسے اپنے سر پر مارنے لگی۔ جیف نے بڑی مشکل سے اسے سنبھالا۔ وہ اسے نیچے لایا اور اس کے لیے جام بنایا۔ اس نے اس میں مسکن دوا کی گولیاں بھی ڈال دی تھیں۔

☆======☆======☆

تدفین کی تقریب میں سام گولڈ مین موجود نہیں تھا۔ اس نے انہیں فون بھی نہیں کیا تھا۔ تدفین کے بعد سارہ نے کہا۔ ''ڈیڈی کو فون کرنا چاہیے۔''

''ضرور کرو۔'' جیف نے کہا۔ ''میں نیا منیجر رکھ رہا ہوں۔''

''کیوں؟''

''یہی بہتر ہے۔''

''ٹھیک ہے، جو جی چاہے کرو۔ فی الوقت مجھے اس کی پروا نہیں۔ بعد کی بعد میں دیکھیں گے۔''

سارہ نے گولڈ مین کو فون کیا لیکن گولڈ مین نے بات کرنے سے انکار کر دیا۔ اگلے روز جیف کو گولڈ مین کی طرف سے لفافہ موصول ہوا۔ اس میں گولڈ مین سے اس کا معاہدہ پرزوں کی صورت میں موجود تھا۔ ساتھ ہی ایک کاغذ پر لرزیدہ تحریر میں لکھا تھا۔ ''میں غیر ذمے دار لوگوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتا۔'' نیچے سام گولڈ مین کے دستخط تھے۔

جیف کو احساس ہوا کہ گولڈ مین پاگل پن کی سرحد میں داخل ہو چکا ہے۔ اس نے نہ کوئی جواب دیا اور نہ ہی اس سلسلے میں سارہ کو کچھ بتایا۔ اس کے خیال میں جو کچھ ہوا بہتر ہی ہوا تھا۔ اس نے گولڈ مین کو کبھی پسند نہیں کیا تھا اور اب وہ اس کے تسلط سے آزاد ہو چکا تھا۔

سارہ اور جیف کے درمیان اب گفتگو کم ہی ہوتی تھی۔ جیف جانتا تھا کہ اب ان کے باہمی تعلقات کی بحالی میں وقت لگے گا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اب تعلقات میں وہ گرم جوشی کبھی نہ آئے۔ ننھے سام کی موت کے ساتھ بہت سی چیزیں ختم ہو گئی تھیں۔ اس کے اور سارہ کے درمیان طلاق نہیں ہوئی تھی لیکن وہ طلاق سے بدتر کیفیت سے دوچار تھے۔ جیف نے اپنے منیجر کو بتایا کہ فی الوقت وہ ٹینس کھیلنے کے موڈ میں بالکل نہیں ہے۔

☆======☆======☆

زندگی میں پہلی بار جیف مصروف نہیں تھا۔ تمام فون کالز آفس ڈائریکٹ کر دی جاتی تھیں، جہاں منیجر ریسیو کرتا تھا۔ وہ لوگوں کو سمجھاتا کہ ایک المیے کی وجہ سے مسٹر جیف ولیمز وقتی طور پر ٹینس سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ اخبارات کا رویہ بے حد اچھا تھا لیکن یہ تاثر عام ہوتا جا رہا تھا کہ وہ ریٹائر ہو گیا ہے۔ اس کا منیجر وقتاً فوقتاً ایسے تراشے بھیجتا رہتا تھا۔ جیف زیادہ وقت گیم روم میں گزارتا۔ کبھی کبھی سارہ بھی اس کے ساتھ ہوتی۔ تاہم ان کے درمیان گفتگو کم ہی ہوتی۔ شاید ان کے تعلق کا زخم ابھی تک نہیں بھر سکا تھا۔

اس عرصۂ تعطل میں بھی جیف نے اپنے جسم اور فٹنس کا خیال رکھا تھا۔ وہ ایکسرسائز ہی کرتا تھا۔ بس اس نے ریکٹ کو ہاتھ نہیں لگایا تھا پھر وہ باہر نکلنے لگا۔ کبھی کبھی وہ آفس میں چلا جاتا۔ منیجر کا کہنا تھا کہ اب اسے کام شروع کر دینا چاہیے۔ وہ سنتا، اتفاق کرتا لیکن عملاً کچھ نہ کرتا۔

وہ حال میں جی رہا تھا لیکن ماضی اسے کاٹے ڈال رہا تھا۔ رات کو تمام پرانی اذیتوں سے عالم خواب میں گزرنا معمول بن گیا تھا۔ وہ جاگتا تو اس کا چہرہ آنسوؤں میں تر ہوتا۔ اسے خواب یاد نہ ہوتا، البتہ ایک گہری اداسی کا احساس اس کے ذہن پر مسلط ہوتا۔

پھر ایک دن سارہ نے بھی یہی کہا کہ اب اسے دوبارہ ٹینس شروع کر دینی چاہیے۔

''ابھی نہیں۔'' جیف نے آہستہ سے کہا۔ اس کے بعد سارہ نے ایک ماہ تک اس موضوع پر بات نہیں کی۔

جمعے کی ایک شام وہ ٹہلنے کی غرض سے نکلا۔ بیورلے ہلز ٹینس کلب کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے گیند کے ریکٹ سے ٹکرانے کی آوازیں سنیں۔ وہ کورٹ کی طرف چلا گیا۔ سیاہ فام ڈیوڈ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ پریکٹس کر رہا تھا۔ وہ خاموشی سے کھیل دیکھتا رہا پھر ڈیوڈ کی نظر اس پر پڑ گئی۔ وہ کھیل روک کر اس کی طرف چلا آیا۔

''کیسے ہو دوست!'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے بچے کی موت پر دلی افسوس ہوا کھیلو گے؟''

''نہیں۔'' جیف نے جواب دیا۔

''کھیل لو کچھ دیر، جی بہل جائے گا۔''

جیف انکار کرنا چاہتا تھا۔ وہ آؤٹ آف پریکٹس تھا لیکن اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ لاکر روم میں گیا۔ کسی نے اسے ایک ریکٹ تھما دیا۔ چند لمحے بعد وہ کورٹ میں اتر آیا۔ اس نے ڈیوڈ کے ساتھ پریکٹس شروع کر دی۔ کورٹ کے گرد دو سو کے قریب تماشائی اکٹھا ہو گئے تھے۔ بیس منٹ بعد اسے بھولا ہوا کھیل یاد آنے لگا۔ اسے تھکن ہونے لگی لیکن کئی ماہ بعد وہ خود کو تروتازہ محسوس کر رہا تھا۔

''میچ کھیلو گے؟'' ڈیوڈ نے پوچھا۔

اسے یہ سنتے ہی کورٹ سے نکل جانا چاہیے تھا لیکن اس نے اثبات میں سر ہلا دیا، حالانکہ وہ تیار نہیں تھا اور سامنے ڈیوڈ جیسا کھلاڑی موجود تھا۔

گیلری بھر گئی تھی۔ کاریں آئے چلی جا رہی تھیں۔ ان میں رپورٹر بھی موجود تھے۔ نہ جانے کیسے یہ خبر پھیل گئی تھی کہ ٹینس مشین کھیل رہی ہے۔

ڈیوڈ نے پہلا سیٹ 6-2 پر جیتا۔ دوسرے سیٹ میں سروس کرتے ہوئے جیف کو اپنے وجود میں جانا پہچانا سا کھنچاؤ محسوس ہوا۔ اسے احساس ہو گیا کہ اب وہ سنجیدگی سے کھیلنے والا ہے حالانکہ اسے سرے سے کھیلنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ ڈیوڈ نے صورتِ حال بھانپ لی۔ ''ہو جائے ڈنر کی شرط۔'' اس نے چیخ کر کہا۔ جیف نے اثبات میں سر ہلایا۔

اب پریکٹس کی کمی کا فرق سامنے آیا۔ وہ بہت اچھا کھیل رہا تھا لیکن وہ قاتل کھیل نہیں تھا۔ شاید دوبارہ ٹینس مشین بننا اتنا آسان نہیں تھا۔ اس کا جسم پسینہ اگل رہا تھا اور وہ کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ تاہم اس نے وہ سیٹ 6-4 پر جیت لیا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو حیرت سے دیکھا جو لرز رہے تھے۔ اس نے پانی پیا اور پورے تین منٹ آرام کیا۔

اب وہ تیسرے سیٹ میں ڈیوڈ کی سروس کا منتظر تھا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ جان مارنے کی کیا ضرورت ہے، یہ میچ تو نہیں، محض مذاق ہے۔ اس نے اس سیٹ میں بالکل محنت نہیں کی بلکہ ڈیوڈ کو جیتنے کا موقع دیا۔ ڈیوڈ نے وہ سیٹ 6-3 پر جیتا پھر وہ خوشی سے اچھلا اور اس نے جیف سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ ''چلو، اب ڈنر کراؤ مجھے۔''

انہوں نے کھانا کلب ہی میں کھایا۔ ڈیوڈ مسلسل مسکرا رہا تھا۔ ''اگر کوئی لطیفہ یاد آ رہا ہو تو مجھے بھی سناؤ۔'' جیف نے کہا۔ وہ حیرت انگیز طور پر خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ کمزوری کا لمحہ گزر چکا تھا اور اب وہ میچ کھیل کر پچھتا رہا تھا۔ وہ اس کی حماقت تھی۔ وہ اتنا آزاد کب تھا۔ اسے تو جب بھی کھیلنی تھی، بہترین ٹینس کھیلنی تھی۔ اب یہ خبر اگلے روز اخباروں میں چھپے گی۔ لاکھ کہتے رہو، وہ مذاق تھا، کون مانے گا؟ ٹینس مشین کو مذاق کرنے کا...... محظوظ ہونے کے لیے کھیلنے کا حق حاصل ہی نہیں تھا۔ بہترین کھلاڑی صرف بہترین ٹینس کھیل سکتا تھا، یہ بہترین کھلاڑی بننے کی قیمت تھی جو اسے ادا کرنا تھی۔ بہرحال اب تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ ''کیوں مسکرا رہے ہو؟'' اس نے ڈیوڈ سے پوچھا۔

''تمہیں ویگاس یاد ہے؟''

''ہاں۔''

''ہاں تم دس ہزار ڈالر کے عوض بھی ہارنے کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے۔'' ڈیوڈ

نے کہا۔ ''یہاں تم ہنسی خوشی ڈنر ہار گئے۔''

جیف نے کچھ نہیں کہا۔ زندگی میں پہلی بار ٹینس اسے غیر اہم معلوم ہوئی تھی۔

اس نے گھر واپس آ کر سارہ کو سب کچھ بتایا۔ وہ دلچسپی سے سنتی رہی پھر جیف اپنے کمرے میں چلا گیا۔ دس بجے وہ سو گیا لیکن ایک بجے کے قریب دروازے کی چرچراہٹ سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ سارہ اس کے کمرے میں چلی آئی تھی۔ جیف نے ایک طرف سرک کر اس کے لیے جگہ بنا دی۔ ان دونوں نے اپنے درمیان حائل دیوار گرا دی۔ پرانی قربتیں لوٹ آئیں۔

صبح ناشتے کے دوران سارہ نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ''اب کام شروع کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ میں خوش ہوں کہ ہم اس ابتلا سے گزر گئے جیف! مجھے تم سے محبت ہے، میں پھر سے جینا چاہتی ہوں۔''

''ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔''

''میرا خیال ہے، تمہیں آفس جا کر کوئی پروگرام بنانا چاہیے۔ کھانا گھر پر ہی کھانا۔ میں بہت خوش ہوں جیف! اس رات میرا رویہ نامناسب تھا لیکن اس کا سبب محرومی تھا، میں تمہیں دوبارہ جیتنا چاہتی تھی۔''

''کوئی بات نہیں، اب آئندہ اس کا تذکرہ بھی نہیں ہوگا۔''

☆======☆======☆

اس روز وہ اپنے آفس گیا۔ اس کا منیجر جیمز پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ ''آپ مجھے پندرہ ہزار ڈالر سالانہ دے رہے ہیں اور میں کچھ بھی نہیں کر رہا ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''میرے پاس سوائے آپ کے بلوں کی ادائیگی کے کوئی کام نہیں ہے اور ہاں، آپ نے ڈیوڈ سے میچ کھیل کے غیر ضروری خطرہ مول لیا تھا۔ افواہوں کے کالم اس میچ کی تفصیل سے بھرے پڑے ہیں۔'' اس نے میز پر رکھے ہوئے اخباروں کی طرف اشارہ کیا۔

''مجھے معلوم ہے۔'' جیف نے کہا۔

''آپ نے مجھے فون کیوں نہیں کر دیا۔ آپ جیسے کھلاڑی کے لیے ہارنا نامناسب ہے۔'' جیمز نے مزید کہا۔

''ہاں، ٹینس مشین جو ٹھہرا۔''

''یہ آپ کا پیشہ بھی ہے۔''

''مجھے دولت کی ضرورت نہیں ہے۔''

''تو میری کیا ضرورت ہے، مجھے بھی نکال دیں، میں بیکاری سے عاجز آ گیا ہوں۔''

''او کے، ٹھیک ہے۔ اب میں آ گیا ہوں۔'' جیف نے کہا۔ ''اب بتاؤ، کام کیا ہے؟''

''میکسیکو میں مینوئل سے میچ ہو سکتا ہے، اگلے مہینے۔'' جیمز نے کہا۔ ''جیتنے والے کو پچاس ہزار ڈالر ملیں گے۔ مینوئل اچھا کھلاڑی ہے۔ کچھ لوگ اسے آپ سے بہتر قرار دیتے ہیں۔ تاہم وہ کم عمر ہے۔ اس کی عمر 23 سال ہے۔''

''ہاں، اس کے مقابلے میں مَیں بوڑھا ہو چکا ہوں۔'' جیف کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

''ایسی بات بھی نہیں، ابھی آپ مزید پانچ چھ سال کھیل سکتے ہیں اور ہاں، آکسفورڈ سپورٹس والے پریشان ہیں۔''

''ان کی پریشانی دور کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے، مجھے میچ کھیلنے ہوں گے۔''

اسے جیتنا تھا...... مسلسل جیتنا تھا۔ اس کا وجود اذیتوں سے بھر گیا، وہ جیتتے جیتتے تھک گیا تھا۔ یہ بوجھ ناقابلِ برداشت ہوتا جا رہا تھا لیکن اس مرض کا کوئی علاج نہیں تھا۔

''آپ کو مِس اسٹک کی ضرورت ہوگی؟'' جیمز نے پوچھا۔

''نہیں، ٹونی کو طلب کر لو، اس سے کہو کہ کل پہنچ جائے، اسے تین ہفتے ٹھہرنا ہوگا، معاوضہ ایک ہزار ڈالر۔'' جیف نے کہا۔ ٹونی کی عمر پچپن سال تھی لیکن اہلیت اور اسٹیمنا کے اعتبار سے وہ ایک آئیڈیل اسپیرنگ پارٹنر تھا۔ جیف جانتا تھا کہ اس کے ساتھ تین ہفتے تک روزانہ تین گھنٹے کی پریکٹس کے بعد ٹینس مشین پہلے کی طرح کام کرنے کے قابل ہو جائے گی۔

''میں اسے بلا لوں گا۔'' جیمز نے کہا۔ ''ایک بات اور آپ کسی مسز کنگ سے واقف ہیں؟''

''جی نہیں...... ایک منٹ۔ نام جانا پہچانا لگتا ہے۔ کیوں کیا بات ہے؟''

''آپ اس سے دو تین سال پہلے اپنی پارٹی میں ملے تھے۔''

جیف کو یاد آ گیا۔ وہ حسین عورت جس نے اس سے اپنے شوقین بچے کے متعلق

بات کی تھی۔" "ہاں، یاد آ گیا۔" اس نے کہا۔ "اس کے بیٹے کو ٹینس کھیلنے کا شوق ہے وہی نا؟"

"جی ہاں، اس نے فون کیا تھا۔ وہ چاہتی ہیں کہ آپ اس کے بیٹے کے ساتھ چند گیم کھیلیں۔ لڑکے کی عمر سولہ سال ہے...... اور مسز کنگ کہہ رہی تھی کہ وہ بہت اچھا کھیلتا ہے۔"

"ٹھیک ہے، وہ میرے گھر آ جائے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"اس کی خواہش ہے کہ آپ کنکٹی کٹ میں اس کے گھر مہمان ہوں۔" جیمز نے کہا۔ "وہ دولت مند بیوہ ہے۔ شوہر کا انتقال پچھلے سال ہوا ہے۔ وہ آپ کو چند گھنٹوں کے عوض پانچ ہزار ڈالر دے گی، آپ کو ایک رات ٹھہرنا ہوگا۔"

"تو پھر؟"

"دیکھیں، اس سے ہمیں اچھی پبلسٹی ملے گی، اس سے پہلے ٹینس کے ایک سبق کے پانچ ہزار ڈالر کسی کو نہیں ملے ہیں۔"

"لیکن میرے پاس وقت نہیں ہے۔ اگلے ماہ مجھے مینوئل سے کھیلنا ہے۔"

"ہمیں پبلسٹی کی ضرورت ہے، یہ سوچ کر میں نے پیش کش قبول کر لی تھی، اس سے ہمیں فائدہ پہنچے گا، ملک بھر کے لڑکے آپ کے اس عمل سے متاثر ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے، تمہاری خاطر یہ بھی سہی۔" جیف نے کہا۔

"بس تو آپ میچ سے تین دن پہلے کنکٹی کٹ کے لیے روانہ ہوں گے، وہاں سے میکسیکو پہنچ جائیے گا۔"

"ٹھیک ہے، میری سیٹ ریزرو کرا دینا، میں اپنے طیارے میں نہیں جانا چاہتا۔"

"اوکے باس، تھینک یو۔"

☆======☆======☆

اس رات سارہ نے نیا زرد لباس پہنا تھا۔ جیف کو اس لباس میں وہ اور خوبصورت لگی۔ صبح پروگرام کے مطابق ٹونی آ گیا۔ وہ بھی بہت کم گو آدمی تھا، اپنے کام سے کام رکھنے والا۔ پروفیشنلز کے ساتھ اسپیرنگ پارٹنر کی حیثیت سے کھیلنا اس کا پیشہ تھا۔ اس پیشے میں اس کی کامیابی کا راز یہ تھا کہ وہ افواہ ساز نہیں تھا اور اپنا منہ بند رکھنا جانتا تھا۔

"اوہ، پوری طرح فٹ نہیں ہو۔" اس نے جیف کو دیکھتے ہی کہا۔ "کوئی بات نہیں، پہلے ہفتے ہلکی پریکٹس ہوگی۔"

یوں ٹینس مشین ٹیوننگ کے مرحلے میں داخل ہو گئی۔ وہ دونوں دن میں تین گھنٹے ٹینس کھیلتے۔ جیف کے لیے تربیت کوئی نئی چیز نہیں تھی لیکن اب عمر اس پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ تاہم جیسے جیسے دن گزرتے گئے۔ اس کا کھیل واپس آتا گیا۔ ٹونی بے حد تجربے کا پارٹنر تھا۔

کھیل واپس آ رہا تھا لیکن جیف کے سر میں درد رہنے لگا تھا، وہ درد دورے کی شکل میں وقتاً فوقتاً اٹھتا اور اس کے بعد جیف بہت زیادہ تھکن محسوس کرنے لگتا۔ ٹریننگ ختم ہونے میں ایک ہفتہ رہ گیا تو جیف نے ٹونی سے سیٹ کھیلنے کی فرمائش کی بے مقصد کھیل کھیلتے کھیلتے وہ بور ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" ٹونی نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ "لیکن بھاگو گے تو میں کھیل ختم کر دوں گا، بھاگنا میرے بس کا نہیں ہے۔"

جیف نے سرو کرتے ہوئے سوچا کہ یہ بھی ایک چیلنج ہے۔ اسے ہر گیند ٹونی کے ریکٹ سے دو فٹ اِدھر یا اُدھر کھیلنی تھی۔ اس پلیسنگ میں اس کے جسم کی ہڈیاں تک بول گئیں۔ ہر ریلی تین چار منٹ تک چلتی نیٹ پلے کا سوال ہی نہیں تھا۔ دوسرے سیٹ میں یہ حال ہوا کہ جیف کا جسم پسینے میں شرابور ہو گیا۔ اپنے مخصوص انداز میں ٹونی بھی مشین تھا۔ گیند اس کے نزدیک گرنے کی صورت میں کوئی شاٹ اس کے لیے ناقابلِ واپسی نہیں تھا۔ اس سے ایک پوائنٹ لینا بھی محال ہو رہا تھا۔

جو کچھ ہوا اور جس طرح ہوا، وہ بے مقصد اور احمقانہ اتفاق تھا۔ بعد میں ٹونی خود کو موردِ الزام ٹھہراتا رہا حالانکہ اس کی کوئی غلطی نہیں تھی۔ جیف نے ٹونی کے بیک ہینڈ کی طرف تیز ڈرائیو کیا۔ ٹونی گیند کو صحیح طور پر ریکٹ پر نہ لے سکا۔ گیند اس کے ریکٹ سے لگ کر بے تکے انداز میں اچھلی اور بیس لائن کی طرف گئی۔ جیف گیند پر جھپٹا لیکن گیند کو ٹونی کی پہنچ میں رکھنے کے لیے اسے ایک تقریباً ناممکن زاویے سے ڈرائیو کرنا تھا۔ اس نے ڈرائیو تو کر دیا لیکن اگلے ہی لمحے وہ بیٹھتا چلا گیا سینے میں جیسے کوئی دھماکا ہوا تھا پھر درد کی شدید لہر اٹھی اور اسے چکر سا آ گیا۔ چند لمحے بعد درد کسی طوفان کی طرح گزر گیا اور اسے قے ہو گئی۔ ٹونی نے سہارا دے کر اسے کھڑا کیا جیف نے کچھ نہ کہا، بس خاموشی سے اس کا سہارا لے کر باہر کی طرف چلتا رہا۔ اسے سانس لینا بھی دوبھر ہو رہا تھا۔ وہ ایک گھنٹے تک ٹریننگ کورٹ پر بکھرا رہا۔ ٹونی نے ڈاکٹر کو فون کر دیا۔ ڈاکٹر نے اس سے چند سوالات کیے تھے پھر اس نے پوچھا تھا۔ "وہ لیٹا ہوا ہے نا؟"

''ہاں۔''

''اسے ملنے بھی نہ دینا، خواہ کچھ بھی ہو جائے، نہ اسے کچھ کھانے پینے دینا، میں آ رہا ہوں۔''

جیف تکیے پر سر رکھے لیٹا رہا۔ اب اسے تھکن کے سوا کسی چیز کا احساس نہیں تھا۔ تھکن اتنی تھی کہ اس کے لیے خوفزدہ ہونا بھی ممکن نہیں تھا۔ بیس منٹ بعد وہ سو گیا۔ ٹونی اس کے سرہانے بیٹھا ڈاکٹر کا انتظار کرتا رہا۔ ڈاکٹر نے آتے ہی ٹونی کا تفصیلی انٹرویو کیا پھر جیف کو ڈاکٹر کی گاڑی میں ڈال کر ہسپتال لے جایا گیا۔ اس کا طبی معائنہ ہوا۔ اس کے بعد وہ ڈاکٹر آرتھر کے کمرے میں آ بیٹھا۔

''مسٹر ولیمز، ہمارے پاس آپ کی مکمل ہسٹری نہیں ہے۔'' ڈاکٹر آرتھر نے کہا۔ ''میرے پاس جو فائل ہے، اس میں آپ کی زندگی کے پچھلے چار برس کی تفصیل موجود ہے، اس میں بھی کچھ زیادہ نہیں ہے۔ کیونکہ گزشتہ تین سال کے دوران آپ کو علاج کی ضرورت ہی نہیں پڑی ہے۔''

''میں اپنا بہت خیال رکھتا ہوں ڈاکٹر۔'' جیف نے آہستہ سے کہا۔

''جی ہاں، اس کی گواہی تو آپ کا جسم بھی دیتا ہے۔'' ڈاکٹر نے پائپ سلگایا۔ ''آپ مجھے بچپن کے متعلق بتائیں۔''

''ہوا کیا تھا؟ آخر گڑبڑ کیا ہے؟''

''ترتیب سے چلیے، میں آپ کے بچپن کے متعلق جاننا چاہتا ہوں۔'' ڈاکٹر نے بے حد تحمل سے کہا۔

جیف نے اسے لاپوٹا کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ وہ سب کچھ اس کے لیے بے حد تکلیف دہ تھا۔ اس کی ہتھیلیاں پسینے میں تر ہو گئیں۔ اس سے پہلے اسے شعوری طور پر احساس ہی نہیں تھا کہ وہ سب کچھ اس قدر بھیانک ہے۔ وہ یادیں تھیں...... تیز دھار چاقو کی طرح وجود کو کاٹ دینے والی یادیں۔

''بس، یہی ہے سب آپ کی نشو و نما کا عمل تیز تھا اور آپ کو مناسب غذا نہیں ملتی تھی۔''

''ہوا کیا تھا مجھے؟'' جیف نے جھنجھلا کر کہا۔

''سیدھی سی بات ہے مسٹر ولیمز۔ آپ کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔''

''اس صورت میں تو مجھے مر جانا چاہیے تھا۔''

''اٹیک زیادہ سیریس نہیں تھا۔ میرا خیال ہے، کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچا ہے لیکن ممکن ہے، پہنچا ہو۔ ہم آپریشن کیے بغیر کوئی حتمی بات نہیں کر سکتے۔ اس کے باوجود ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔ سب کچھ آپ پر منحصر ہے۔ آپ دس بیس بلکہ تیس سال مزید جی سکتے ہیں۔ آپ مکمل طور پر فٹ ہیں، سوائے اس گڑبڑ کے۔ اب آپ ٹینس نہیں کھیل سکتے۔'' ڈاکٹر نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

''یہ کیسے ممکن ہے؟''

''آپ ریٹائر ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔''

جیف ہنسنے لگا...... دیوانوں کی طرح۔ اتنا ہنسا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ''پتا ہے تمہیں، میں نے زندگی میں کبھی نہ تمباکو نوشی کی نہ مے نوشی، میں نے دنیا کی نعمتیں ٹھکرا دیں۔ جو میرا جی چاہا، وہ میں نے کبھی نہیں کھایا...... صرف اس جسم...... اس وجود کی خاطر اور اب تم مجھے بتا رہے ہو کہ میرا دل ٹھیک نہیں ہے کیا مذاق ہے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ میں وہ سب کچھ کرتا جو ہر عام آدمی کرتا ہے۔''

''اگر ایسا ہوتا تو اس وقت آپ زندہ نہ ہوتے۔'' ڈاکٹر نے سنجیدگی سے کہا۔ ''آپ کی فٹنس ہی نے آپ کے دل کو، آپ کی زندگی کو بچا لیا ہے۔ دیکھیے، آپ نے زندگی میں اپنے حصے کی کامرانیاں حاصل کر لیں۔ اب دیگر نوجوانوں کو موقع دیجیے۔ آپ کوچنگ کر سکتے ہیں لیکن اب ٹینس میچ کھیلنا آپ کے لیے خودکشی کے مترادف ہوگا۔''

''لیکن ایک آدھ بار میں بچ بھی سکتا ہوں۔''

''ممکن ہے، ایک یا دو بار بچ نکلیں لیکن اگلا دورہ شدید ہوگا، عموماً تیسرا دورہ مہلک ثابت ہوتا ہے۔''

جیف سوچتا رہا۔ ریٹائر ہونے میں حرج ہی کیا ہے۔ ننھے سام کی موت کے بعد وہ یوں بھی ریٹائر ہونے کے موڈ میں تھا۔ دولت کی بھی کوئی اہمیت نہیں تھی لیکن پھر بھی کوئی چیز اسے مزاحمت پر مجبور کر رہی تھی۔ ''میں ایک میچ اور کھیلوں گا۔'' اس نے بہ آواز بلند کہا۔ وہ مینوئل کو شکست دینا چاہتا تھا۔

''کس سے؟'' ڈاکٹر نے پوچھا۔ وہ خود بھی ٹینس میں بہت زیادہ دلچسپی لیتا تھا۔

''مینوئل راڈرک سے، میکسیکو سٹی میں۔''

''یہ تو ناممکن ہے۔ میکسیکو میں تو قطعاً ممکن نہیں۔ وہاں گرمی بھی زیادہ ہوتی ہے اور کراؤڈ پریشر بھی۔''

""یہ بتاؤ کہ اس میچ کے ختم ہونے تک تو میں زندہ رہ سکوں گا۔""

""مجھے شک ہے کہ یہ بھی ممکن نہیں۔"" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ ""مسٹر ولیمز! کم از کم دو ہفتے تک تو آپ انہیں بھی نہیں۔ مجھے افسوس ہے، کیونکہ میں پہلے ہی میچ سے آپ کے پرستاروں میں شامل ہو گیا تھا۔""

""افسوس تو مجھے بھی ہے۔"" جیف نے خشک لہجے میں کہا۔ ""ایک بات سنو ڈاکٹر! میں چاہتا ہوں کہ اس بات کا علم میرے اور تمہارے سوا کسی کو بھی نہ ہو۔""

""ٹھیک ہے مسٹر ولیمز۔""

☆======☆======☆

جیف نے ٹونی کو اس سلسلے میں رازداری کی ہدایت کے ساتھ رخصت کر دیا۔ ٹونی ویسے بھی کسی کے سامنے زبان کھولنے والا نہیں تھا۔ اس کے بعد جیف چھ روز کے لیے نیویارک چلا گیا۔ وہ کوچنگ کے امکانات پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہتا تھا۔ دو دن بعد اسے خیال آیا کہ اس نے جیمز کو میچ کینسل کرنے کی ہدایت نہیں دی تھی۔ اس نے جیمز کو فون کرنے کا قصد کیا اور پھر اسے فون کرنا بھی بھول گیا۔ سارہ کو کسی گڑبڑ کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ پوچھتی لیکن جیف کچھ نہیں، کہہ کر ٹال جاتا۔

پھر اس نے تمباکو نوشی شروع کر دی۔ اب اسے لاپوٹا بہت یاد آتا۔ وہ گھنٹوں ماضی کے بارے میں سوچتا رہتا۔ پہلے ہفتے اس نے یادوں میں گم رہنے کے سوا کچھ نہیں کیا۔ اس نے ہر شخص کو یہی جواب دیا کہ وہ آرام کر رہا ہے۔ کیونکہ اس نے ضرورت سے زیادہ تربیت کر ڈالی تھی۔ وہ لاپوٹا کے بارے میں سوچتا۔ وہاں سے اسے وراثت میں ایک ہی چیز ملی تھی۔ آنے والی کل سے بے نیاز ہو کر آج میں زندہ رہنے کی صلاحیت، لاپوٹا کا طرز زندگی یہی تھا پہلے وہ اس سے چڑتا تھا۔ اب وہ اس بات کی اہمیت تسلیم کر رہا تھا۔ اسے پتا چل گیا تھا کہ غربت کے دیئے ہوئے تحفوں میں سب سے قیمتی تحفہ یہی صلاحیت ہے۔ اب وہی تحفہ اسے آخری بار قوت اور توانائی فراہم کر رہا تھا۔

☆======☆======☆

مائرا کنگ نے دروازہ خود ہی کھولا تھا۔ وہ ٹینس کے لباس میں تھی۔ جیف نے خود کو اس کی طرف کھنچتا محسوس کیا۔ ""خوش آمدید۔"" مائرہ نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا۔ ""آپ کی آمد کا شکریہ۔""

جیف نے مکان کا جائزہ لیا۔ وہ محل کا محل تھا۔ قدیم طرز کے بیش قیمت فرنیچر سے

اسے آراستہ کیا گیا تھا۔ وہاں کی ہر چیز امارت کی مظہر تھی۔

""مائیکل آپ سے ملنے کے لیے مرا جا رہا ہے۔"" مائرہ نے کہا۔ ""اپنے باپ کی موت کے بعد وہ تنہا رہ گیا ہے، شاید اسی لیے اس نے ٹینس میں پناہ تلاش کی ہے۔""

""اوہ، تو دونوں میں بہت زیادہ قربت رہی ہو گی۔""

""نہیں، وہ بہت کم ملتے تھے۔"" مائرا نے جھنجھلا کر کہا۔ ""میرے شوہر کو اپنے کاروبار سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ مائیکل عجیب لڑکا ہے، ٹینس سے اس کی محبت جنون کی حدوں میں داخل ہو گئی ہے۔ یہاں کلب کے ہر کھلاڑی کو وہ شکست دے چکا ہے، اسی لیے میں سمجھتی ہوں کہ شاید وہ بہت اچھا کھیلتا ہے اور اگر یہ سچ ہے تو اسے چانس ملنا چاہیے۔""

""جی ہاں۔"" جیف نے جواب دیا۔ وہ اس عورت کے لیے پسندیدگی محسوس کر رہا تھا۔

""اور یہ بھی بتا دوں کہ آپ اس کے ہیرو ہیں۔"" مائرا نے کہا۔ اس نے دانستہ جیف کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ مس کر دیا۔ وہ لمس بہت مختصر تھا۔ جیف اس ٹیلی گرام کے بارے سوچ رہا تھا جو اس نے کنکٹی کٹ روانگی سے پہلے اپنے منیجر کو کیا تھا۔ اس نے مینوئل والا میچ کینسل کرنے کی ہدایت کی تھی۔

""میں لباس تبدیل کروں گا۔"" اس نے کہا۔

""آیئے، میں آپ کو آپ کا کمرا دکھا دوں۔"" وہ اسے اوپر لے گئی۔ وہ ڈبل بیڈ والا کمرا تھا۔ ایک طرف دیوار پر قد آدم آئینہ لگا ہوا تھا۔ ""اب آپ سے نیچے ملاقات ہو گی، آپ کپڑے بدلیں۔ مائیکل نیچے پریکٹس کر رہا ہے۔"" مائرا نے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔

جیف نے لباس تبدیل کرنے کے بعد آئینے میں دیکھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ آئینہ ہمیشہ سچ بولتا ہے لیکن وہ کم از کم اس سے جھوٹ ہی بولتا تھا۔ اس وقت بھی وہ اسے ایک صحت مند آدمی کا متناسب اور خوبصورت جسم دکھا رہا تھا لیکن وہ جسم ٹینس کھیلنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس سے بڑا جھوٹ اور کیا ہو گا، وہ اداس ہو گیا۔

اچانک اس نے گیند کے ٹپا کھانے کی آواز سنی۔ وہ جانی پہچانی آواز تھی۔ گیند کے کسی بورڈ نما چیز سے ٹکرانے کی آواز۔ وہ اس کے ردھم کے ٹوٹنے کا انتظار کرتا رہا۔ پانچ منٹ ہو گئے۔ ردھم بتا رہا تھا کہ لڑکا تیز رفتار ہے۔ پندرہ سال کی عمر میں آدمی پھرتیلا ہوتا ہی ہے، وہ کسی شاٹ کی آواز سننے کا منتظر تھا۔ تنگ آ کر اس نے کھڑکی کھولی اور باہر

جھانکا۔ ہرے بھرے لان کے اطراف میں بلند و بالا درخت تھے۔ ٹینس کورٹ اور پریکٹس بورڈ ان کی اوٹ میں تھا اور اس دکھائی نہیں دے رہا تھا پھر گیند کی آواز رک گئی۔ شاید لڑکا آرام کر رہا تھا۔

جیف نے ٹینس کا لباس پہن لیا۔ اس کی جیب میں میکسیکو کا ٹکٹ اب بھی موجود تھا۔ وہ فیصلہ کر ہی نہیں پا رہا تھا لیکن آج کا دن اس اعتبار سے اچھا تھا کہ اس نے بالآخر جیمز کو ٹیلی گرام کر دیا تھا، اس وقت وہ ٹیلی گرام جیمز کے ہاتھوں میں ہوگا۔

اس نے اپنے تینوں ریکٹ نکالے اور تیار ہو کر کمرے سے نکل آیا۔ اس کے ذہن میں ایک ہی خیال ہوگا۔ شاید اس وقت تک کسی سینور کو کوئی پیڈرو مل گیا ہوگا۔ وہ اسے تربیت دے رہا ہوگا۔ شاید نیا پیڈرو بھی دبلا پتلا طویل القامت اور ٹینس کھیلنے کا خواہشمند ہوگا۔ وہ ٹھٹک گیا۔ وہ چند لمحے خوفزدگی کے نام تھے اور اس خوف کا کوئی نام نہیں تھا پھر اس نے خوف کو ذہن سے جھٹکا اور آگے بڑھ گیا۔ اسے یہ محسوس کر کے حیرت ہوئی کہ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا ہے۔

نشست گاہ میں مائرا اس کی منتظر تھی۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر کورٹ کی طرف چلنے لگی۔ جیف نے محسوس کیا کہ وہ غیر ضروری طور پر اس کے قریب رہنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جیف کو چنگ کے بارے میں سوچنے لگا۔ آدمی اچھی ہوگی لیکن کو چنگ کی صورت میں اسے امپچر ز سے کھیلنا ہوگا۔ لبوں پر جھوٹی مسکراہٹ سجائے مہمان خصوصی کی حیثیت سے انعامات تقسیم کرنے ہوں گے۔ اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ مائرا کی کراہ سن کر اسے احساس ہوا کہ اس کے ہاتھ میں مائرا کا ہاتھ ہے، اس نے معذرت کی لیکن مائرا نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش نہیں کی۔

پیڑوں کی حد بندی عبور کرتے ہی وہ ٹھٹک گیا۔ ''اوہ! گراس کورٹ ہے۔'' اس نے کہا۔ مائرا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

لڑکا کورٹ میں اس کا منتظر تھا۔ وہ بینچ پر بیٹھا تھا۔ اس کا ریکٹ اس کی گود میں دھرا تھا۔ ''مائیکل عجیب لڑکا ہے۔'' مائرا نے سرگوشی میں کہا۔ ''وہ آپ کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔''

جیف نے مائیکل کنگ سے ہاتھ ملایا۔ وہ قد میں تقریباً اس کے برابر ہی تھا۔ اس کی ٹانگیں لمبی، ہاتھ بڑے اور مضبوط، آنکھیں نیلی اور بال سرخ تھے۔ مائرا نے ان دونوں کا تعارف کرایا۔

''ماں نے پوچھا تھا کہ میں سالگرہ پر کیا تحفہ لینا پسند کروں گا۔'' مائیکل نے کہا۔ ''میں آپ کے سوا اور کیا مانگتا، یہ میرے لیے اعزاز ہے، زندگی کا سب سے خوبصورت برتھ ڈے گفٹ۔''

''ہیپی برتھ ڈے۔'' جیف نے ریکٹ تولتے ہوئے کہا۔ ''بیک بورڈ پر تم کھیل رہے تھے؟''

''جی ہاں۔''

''اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم اچھے کھلاڑی ہو۔'' جیف نے کہا۔ ''کب سے کھیل رہے ہو؟''

''سات سال کی عمر سے۔''

''اپنا ریکٹ دکھاؤ۔'' جیف نے لڑکے سے ریکٹ لے کر اس کا معائنہ کیا۔ ریکٹ بھاری تھا۔ گرپ چھوٹی تھی، شاید ساڑھے چار انچ کی۔ اس نے ریکٹ واپس دیتے ہوئے کہا۔ ''چلو، کھیل کر دکھاؤ۔''

لڑکا نیٹ کو پھلانگ کر دوسری طرف چلا گیا۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ اس کی خوشی کی سچائی نے جیف کے دل کو چھو لیا۔ اب وہ گیند ریسیو کرنے کے لیے جھکا ہوا تھا اور بالکل بدل گیا تھا۔ اب اس کے انداز میں جارحیت تھی۔

جیف نے گیند بائیں ہاتھ میں پکڑی۔ اسے اپنے اندر ایک جانے پہچانے کھنچاؤ کا احساس ہونے لگا۔ اس نے دانستہ اس کھنچاؤ کو دور کیا۔ اب وہ ایک عام آدمی تھا۔

مائرا بھی ایک ریکٹ لے کر اپنے بیٹے کے پاس آ گئی۔ ''آپ ہم دونوں سے کھیلیں گے۔'' اس نے کہا۔ لڑکا خاموش رہا۔ وہ بدستور جھکا ہوا تھا۔

جیف نے اخلاقاً گیند مائرا کی طرف کھیلی۔ مائرا نے فور ہینڈ ڈرائیو کیا۔ جیف کو ہلنے کی ضرورت بھی نہیں پڑی۔ گیند خود اس کے پاس آ گئی۔ اس بار اس نے لڑکے کی طرف شاٹ کھیلا لیکن وہ حیران رہ گیا۔ اس نے سیدھا سادا شاٹ کھیلا تھا تاکہ پریکٹس ریلی کی جا سکے لیکن لڑکے نے گیند کو پوری قوت سے چوپ کیا تھا۔ وہ تیز شاٹ تھا اور بیس لائن سے محض ایک انچ اندر گرا تھا۔

''گڈ شاٹ!'' جیف نے کہا پھر اس نے دوسری گیند مائرا کی طرف کھیلی۔ مائرا کی ریٹرن کو اس نے مائیکل کی طرف ڈرائیو کیا۔ اس بار اس کا ڈرائیو نسبتاً تیز تھا پھر اس نے ایکشن کے دوران ہی مائیکل کے اسٹروک کو بھانپ لیا۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ گیند کس

جگہ گرے گی۔ وہ وہاں پہنچ سکتا تھا۔ مائرا کی طرف ریٹرن دے سکتا تھا لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔

وہ تیسری گیند کھیلنے ہی والا تھا کہ اس نے مائیکل کی آواز سنی۔ ''آپ باہر چلی جائیں۔'' وہ نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ''مسٹر ولیمز یہاں میرے لیے آئے ہیں۔''

''بس پانچ منٹ اور۔''

''نہیں آپ چلی جائیں۔''

''بداخلاقی کا مظاہرہ مت کرو۔''

جیف نے گیند کھیلی۔ مائیکل کی ریٹرن اس کے بیک ہینڈ آئی۔ اس نے مائرا کے فور ہینڈ کی طرف اسٹروک کھیلا لیکن مائیکل تیزی سے گیند پر جھپٹا اور اس نے پوری قوت سے چوپ کر دیا۔ مائرا دیکھتی رہ گئی۔ جیف نے اس بار بھی گیند تک پہنچنے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے بیس لائن کے باہر سے گیند اٹھائی اور پھر کھیل شروع کر دیا۔ اس بار بھی وہی کچھ ہوا۔ اگلے تین چار منٹ کی ریلی میں مائرا ایک بار بھی گیند ریکٹ پر نہ لے سکی۔ مائیکل اس کے پاس آنے والی ہر گیند جھپٹ لیتا تھا۔ بالآخر جیف نے جان بوجھ کر گیند نیٹ میں پھینک دی۔ ''یہ ٹینس نہیں ہے بیٹے اگر ڈبلز کھیلنا ہے تو اسے ڈبلز کی طرح کھیلو۔''

''آپ باہر چلی جائیں۔'' مائیکل نے اپنی ماں سے کہا۔ ''آپ ہمیشہ کی طرح سب کچھ برباد کر رہی ہیں۔''

مائرا خاموشی سے اپنے بیٹے کو دیکھتی رہی۔ اس کے لبوں پر ہلکا سا تبسم تھا۔

''آپ ہمیشہ یہی کرتی ہیں، مجھ سے ہر چیز چھین لیتی ہیں۔'' مائیکل روہانسا ہو گیا پھر اچانک اس کا لہجہ بدل گیا۔ ''دفع ہو جائیں آپ...... آپ نکل جائیں میری زندگی سے۔''

مائرا کا ہاتھ بہت تیزی سے گھوما۔ چٹاخ کی آواز سنائی دی اور مائیکل کے رخسار پر اس کی انگلیوں کے نشانات ثبت ہو گئے۔ وہ چند لمحے کھڑا سر جھٹکتا رہا۔ مائرا کورٹ سے نکلی اور گھر کی طرف چلی گئی۔ مائیکل چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر اس نے جیف کی طرف پلٹ کر ریکٹ لہرایا۔ ''آیئے، کھیلیں۔''

جیف انکار کرنا چاہتا تھا۔ اسے کھیلنے کے لیے نہیں مسکرانے کے لیے پانچ ہزار ڈالر دیئے گئے تھے۔ یوں بھی اب وہ کبھی نہیں کھیل سکتا تھا لیکن اس کے لب ہلے تو اسے پتا چلا کہ اس نے رضامندی ظاہر کی ہے۔ وہ اپنے اس بچپنے پر کڑھ کر رہ گیا۔ موت ویسے

ہی عجیب چیز ہوتی ہے لیکن پندرہ سالہ لڑکے سے کھیلنے کے دوران آئے تو عجیب تر کہلاتی ہے۔

پھر یہ سب کچھ ذہن سے جھٹک کر اس نے اپنے ریکٹ کو دیکھا اور بولا ''مرو تم کرو گے۔'' دل ہی دل میں اس نے فیصلہ کیا کہ وہ بھاگے گا بالکل نہیں۔ پہلے ہی سیٹ میں اسے اندازہ ہو گیا کہ لڑکا بہت پھرتیلا اور تیز ہے۔ خودبخود اس کی توجہ کھیل پر مرتکز ہو گئی۔ وہ ہر خوف اور ہر ارادے سے بے نیاز ہو گیا۔ اس نے پہلا سیٹ 0-6 پر جیت لیا۔ مائیکل پسینے میں تر بہ تر ہو رہا تھا۔ اس عرصے میں جیف کو پتا چل گیا تھا کہ مائیکل کے کھیل میں کیا خامی ہے۔ ''تم چانس بہت زیادہ لیتے ہو۔'' اس نے مائیکل سے کہا۔ ''پہلے محفوظ شاٹ پر دھیان دو۔ ابھی تم رسکی شاٹس کے لیے تیار نہیں ہو۔'' مائیکل بڑی توجہ سے سن رہا تھا۔ ''تم نیٹ پر لپکتے ہو جب کہ تمہارا نیٹ گیم فی الوقت اچھا نہیں ہے۔'' اس نے مزید کہا۔ ''تمہیں اس پر محنت کرنا ہو گی۔''

''ٹھیک ہے جناب!''

''اور چوپ بھی زیادہ نہ کیا کرو۔''

''کیوں جناب؟''

''کیونکہ اس کی ریٹرن آسان ہوتی ہے۔'' اس نے کہا اور سوچ میں پڑ گیا۔ یہ میں کیا بتا رہا ہوں اسے۔ اپنی موت کا سامان کر رہا ہوں۔ ''اگر تمہارے حریف کو تمہاری اسپن کا اندازہ ہو گیا تو یہ اس کے لیے آسان ترین ریٹرن ہو گی۔'' اس نے مزید کہا اسے یاد تھا۔ سینور نے اسے انہی الفاظ میں سمجھایا تھا...... بالکل انہی الفاظ میں۔ ''اور اپنے غصے کو قابو میں......''

''وہ ہمیشہ یہی کچھ کرتی ہیں۔'' مائیکل نے کہا۔

جیف نے بڑی بے تکلفی سے سنا۔ یہ ان کا آپس کا معاملہ تھا۔ یہ اس کا دردسر نہیں تھا۔ ''چلو ایک سیٹ اور کھیلا جا سکتا ہے۔'' اس نے کہا اور سوچنے لگا کہ اسے موت کا خوف ہی نہیں ہے۔ کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

اس بار اس نے لڑکے کو 4-4 کے سکور تک کھلایا۔ لڑکے کا کھیل کچھ بہتر ہو گیا تھا۔ وہ جیتنے کا مستحق تھا۔ جیف نے پہلی بار محسوس کیا کہ لڑکا کھلاڑی بن سکتا ہے...... صرف کھلاڑی نہیں، عظیم کھلاڑی۔ اس نے سرو کرتے ہوئے ایک لمحے کے لیے رک کر سوچا۔ وہ بیک وقت دو حریفوں سے لڑ رہا تھا۔ مائیکل کنگ نامی اس لڑکے سے اور اپنے خوف

سے۔

لیکن اچانک اس نے فیصلہ بدل دیا۔ وہ لڑکے کو اپنا اصل کھیل دکھانا چاہتا تھا۔ اس نے سرو اور پھر بے مثال نیٹ گیم کا مظاہرہ کیا اور 4-6 پر وہ سیٹ جیت لیا۔ لڑکا تھک کر نڈھال ہو چکا تھا، جیف خود بھی پسینے میں نہایا ہوا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا، جیسے اس کا جسم چپکے چپکے رو رہا ہو۔ اسے خود پر شرم بھی آ رہی تھی۔

"شکریہ بیٹے!" جیف نے کہا۔

مائیکل نیٹ کے آئرن پوسٹ کی طرف بڑھا۔ اس نے پوری قوت سے ریکٹ آئرن پوسٹ پر مارا۔ ریکٹ کے چیتھڑے اڑ گئے۔ مائیکل نے بدمزگی سے اسے دیکھا اور ہاتھ میں موجود ہینڈل کو بے پروائی سے ایک طرف پھینک دیا پھر وہ شاورز کی طرف چل دیا۔ جیف اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا پھر وہ مکان کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اپنے کمرے میں ہی نہائے گا۔ مکان کی طرف بڑھتے ہوئے وہ سوچتا رہا۔ وہ کوچنگ نہیں کر سکتا۔ اس میں اس کی صلاحیت ہی نہیں۔ مس اسٹک نے اسے اس قابل چھوڑا ہی نہیں تھا۔ اس نے پندرہ سالہ لڑکے کے سامنے بھی اپنے بہترین کھیل کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ کھیل کی کسی اور قسم سے واقف ہی نہیں تھا۔ کچھ بھی ہو، وہ صرف جیتنے کے لیے کھیل سکتا تھا، حریف خواہ کوئی بھی ہو۔ اس نے سوچا کہ اسے لڑکے سے معذرت کرنی ہو گی۔ اس نے اگلی فلائٹ سے گھر واپس جانے کا فیصلہ بھی کر لیا لیکن نہیں، پروگرام کے مطابق اسے رات وہیں ٹھہرنا تھا۔ خیر، واپسی اگلے روز سہی گھر پر یوں بھی کوئی اہم کام تو تھا نہیں۔

شام کو وہ مائرا سے ملا۔ مائرا نے مائیکل کے درشت رویے کے سلسلے میں اس سے معذرت کی۔

"لیکن ایسی کوئی بات نہیں۔ ایک پروفیشنل کے لیے جیتنے کی شدید خواہش بہت اہم ہوتی ہے۔" جیف نے کہا۔ "یہ اصول بھی ہے کہ اگر ہارو تو لڑ کر ہارو، آسانی سے کبھی نہ ہارو۔"

"اس کا کھیل کیسا ہے؟" مائرا نے پوچھا۔

"اچھے سے کچھ زیادہ۔" جیف نے کہا۔ "میرے خیال میں اس پر محنت کی جائے تو وہ عظیم کھلاڑی ثابت ہو سکتا ہے۔"

رات کا کھانا اس نے مائرا کے ساتھ کھایا۔ مائیکل اپنے کمرے سے نہیں نکلا تھا۔

اس نے کھانا بھی اپنے کمرے ہی میں کھایا تھا۔

"آپ بہت کم بولتے ہیں۔" کھانے کے بعد مائرا نے کہا۔

"شروع ہی سے ایسا ہوں۔" جیف نے جواب دیا۔

"کوئی گڑبڑ ہے۔"

جیف نے اسے ڈاکٹر کے مشورے اور اپنے دورے کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ "آج میں آپ کے بیٹے کے ساتھ جو میچ کھیلا ہوں وہ میری زندگی کا آخری میچ تھا۔" اس نے آخر میں کہا۔ "میں یہ بات اپنی بیوی کو بتا سکتا ہوں نہ منیجر کو، مجھے اس پر بھی شرمندگی ہے کہ یہ سب کچھ تمہیں بتا رہا ہوں۔" اسے حیرت ہوئی کیونکہ اچانک اس کا جی رونے کو چاہنے لگا۔

"اب آپ کیا کریں گے؟" مائرا نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"کوچنگ۔"

"لیکن آپ کو یہ پسند نہیں ہے۔"

"ہاں، آج مائیکل کے ساتھ کھیلتے ہوئے مجھے پتا چل گیا ہے کہ مجھ میں کوچنگ کی اہلیت نہیں ہے۔"

کھانے کے بعد مائرا اپنے کمرے میں چلی گئی اور جیف اپنے کمرے میں چلا آیا۔ چند لمحے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ "پلیز آپ چند منٹ کے لیے میرے کمرے میں آئیں گے۔" مائیکل نے کہا۔

جیف مائیکل کے ساتھ اس کے کمرے میں چلا گیا۔ "میں آپ سے معذرت کر رہا ہوں۔" لڑکے نے کہا۔

"کوئی بات نہیں بیٹے! میں تمہارے احساسات سمجھتا ہوں۔"

"جی ہاں لیکن وہ میری حماقت تھی۔ میں آپ کو ہرا تو نہیں سکتا۔ مجھے مایوسی اس بات کی تھی کہ میں بہت خراب کھیلا۔"

"ہرگز نہیں، تم بہت اچھا کھیلے۔" جیف نے کہا۔ اس نے کمرے کا جائزہ لیا اور حیران رہ گیا۔ دیواروں پر ہر طرف اس کی تصویریں تھیں۔ اس کی پوری زندگی ان دیواروں پر بکھری ہوئی تھی۔ اس کی ہتھیلیاں پسینے میں بھیگنے لگیں۔ مائیکل اپنی میز پر جا بیٹھا اور اس نے میز پر بے شمار البم نکال کر ڈھیر کر دیئے۔ "دیکھیے، میرے پاس ہر تصویر، ہر وہ لفظ موجود ہے جو اخباروں میں آپ کے متعلق شائع ہوا ہے۔" اس نے جیف کو

بتایا۔

جیف سن ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ کچھ دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

''مجھے صرف ایک بات بتائیں۔'' مائیکل نے کہا۔ ''میں کامیاب ہو سکتا ہوں یا نہیں۔''

''ہاں اگر تم چاہو تو اچھے کھلاڑی ثابت ہو سکتے ہو۔''

''صرف اچھے نہیں، میں عظیم کھلاڑی کی بات کر رہا ہوں۔'' لڑکے نے بے حد باوقار انداز میں کہا۔

''ہاں عظیم بھی۔''

''آپ جیسا؟''

''سات سال میں مجھ سے بہتر۔''

''دیکھیے، مجھے بنائیے نہیں۔'' لڑکے کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔ ''میں آپ سے یہ توقع نہیں رکھتا۔ ممکن ہے، ماں نے آپ سے یہ کہنے کو کہا ہو۔ ممکن ہے پانچ ہزار ڈالر کی وجہ سے آپ یہ بات کر رہے ہوں۔''

''نہیں بیٹے! میں پوری دیانت داری سے کہہ رہا ہوں۔'' جیف نے کہا۔ ''اب میں جاؤں گا، مجھے سونا چاہیے۔''

وہ اپنے کمرے میں جا کر سونے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ مائرا آ گئی اس کے ہاتھ میں پانچ ہزار ڈالر کا چیک تھا۔ اس نے چیک جیف کی طرف بڑھایا۔ جیف نے چیک لے کر رکھ لیا پھر اس نے مائرا کو غور سے دیکھا۔ اس لمحے وہ سراپا ترغیب تھی۔ جیف ایک لمحے کے لیے اس کے سحر کا اسیر ہوا لیکن پھر ایک جھٹکے سے وہ سحر ٹوٹ گیا۔ پہلی بار اسے احساس ہوا کہ وہ سارہ سے محبت کرتا ہے اور اس نے آج تک موقع ملنے کے باوجود کبھی سارہ سے بے وفائی نہیں کی۔ زندگی میں پہلی بار وہ محبت کے صحیح مفہوم سے آشنا ہوا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ عالم بے خبری میں محبت کرتا رہا ہے۔

''شکریہ۔'' اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

مائرا کے کندھے ڈھلک گئے۔ وہ شکست خوردہ سی کمرے سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد جیف نے کئی فیصلے کیے۔ کیے نہیں، وہ تو اس کے وجود کی سی انجانی گہرائی میں پہلے سے موجود تھے۔ وہ جادوئی لمحہ انہیں اوپر لے آیا تھا۔ ان میں سے ایک فیصلہ

میکسیکو جانے کا تھا۔ میکسیکو کی فلائٹ کا ٹکٹ اس کے پاس موجود تھا۔ اس نے اپنا سامان پیک کیا۔ باہر نکلتے نکلتے اسے خیال آیا کہ دو ایک کالز کرنا ہیں۔

سب سے پہلے اس نے جیمز کا نمبر ملایا۔ جیمز نے اس کی آواز سنتے ہی اپنا دکھڑا شروع کر دیا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے باس، میچ کے منتظمین کہتے ہیں کہ اگر تم نہ آئے تو وہ تم پر تین لاکھ ڈالر کے ہرجانے کا دعویٰ کر دیں گے۔ اب تک دس ڈالر فی ٹکٹ کے حساب سے مقابلے کے تیس ہزار ٹکٹ فروخت ہو چکے ہیں۔''

''تو تم اتنے پریشان کیوں ہو؟''

''میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں کیا کروں۔ خیر میں انہیں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔''

''اس کی ضرورت نہیں۔'' جیف نے کہا۔ ''میں نے فون اسی لیے کیا ہے۔''

چند لمحے خاموشی رہی پھر جیمز کی تشویش آمیز آواز سنائی دی۔ ''لیکن اگر آپ فٹ نہیں ہیں تو......''

''میں بالکل فٹ ہوں، تم انہیں مطلع کر دو کہ میں ضرور پہنچوں گا اس کے بعد کانسٹین میرے لیے کمرا ریزرو کرا دو، سارہ بھی میرے ساتھ ہو گی۔''

''اوکے باس۔''

''ایک بات اور...... دو سو پھولوں کا بھی آرڈر دے دو۔ دو سو زرد گلاب۔''

''ٹھیک ہے۔''

''میں ابھی میکسیکو کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔ سوئٹ کا بندوبست کر دو۔ سارہ صبح پہنچے گی۔''

''بہت بہتر جناب، گڈ لک۔''

جیف نے رابطہ منقطع کر کے دوسرا نمبر ڈائل کیا۔ ''میں جم بوسٹر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ چند لمحے بعد جم بوسٹر لائن پر موجود تھا۔ ''میں جیف ولیمز بول رہا ہوں۔'' جیف نے کہا۔ ''ڈسٹرب کرنے پر معذرت خواہ ہوں۔ میں تمہیں ایک خاص خبر دینا چاہتا ہوں۔ ایک نام نوٹ کر لو، مائیکل کنگ......''

''پہلے کبھی نہیں سنا۔''

''وہ امریکہ کے نوجوان کھلاڑیوں میں ٹینس کا بہترین کھلاڑی ہے۔ نہیں ہے تو ہو جائے گا۔ وہ اس سال جونیئر اوپن کھیلے گا اور جیتے گا۔ اب وہ خبروں میں نمایاں رہنے

والا کھلاڑی ہو گا۔ اخباری نمائندے اس کے پیچھے بھاگیں گے سمجھ گئے؟''

''سمجھ گیا، آپ اسے اسپانسر کر رہے ہیں۔'' جم کے لہجے میں سنسنی تھی۔

''نہیں، وہ چاہے تو فوریسٹ ہلز خرید سکتا ہے، وہ خود کو اسپانسر کرے گا۔''

جیف نے تیسرا نمبر ملایا۔ سارہ موجود تھی۔ ''سارہ، میں میکسیکو روانہ ہو رہا ہوں۔'' اس نے بتایا۔

''میں تم سے کہاں مل سکوں گی۔''

جیف کا دل محبت سے بھر گیا۔ ''ہوٹل کانسٹین میں۔ میں نے جم سے کہہ دیا ہے، وہ سوئٹ ریزرو کرا دے گا۔ آ جانا، پلیز...... آؤ گی نا؟''

''اتنی خوشامد کرنے کی کیا ضرورت ہے، میں آئے بغیر رہوں گی بھلا۔''

''اور ہاں، وہ زرد پھولوں والا لباس...... نیا لباس۔''

''ہاں، سب ہو جائے گا، آئی لو یو ڈارلنگ۔''

''ٹھیک ہے، اب میکسیکو سٹی میں ملاقات ہو گی۔''

جیف نے اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور کمرے سے نکل آیا۔

☆======☆======☆

ہوٹل کانسٹین کی عمارت پندرہ منزلہ تھی۔ اس کا سوئٹ اوپری منزل پر تھا۔ جیف نے کمرے میں پھول ہی پھول بچھا دیئے تھے۔ سارہ اپنے زرد پھولوں والے لباس میں آئی۔ اسے پھولوں کے درمیان چلتا دیکھ کر جیف کی سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ انہوں نے تمام وقت کمرے میں گزارا۔ ایسا لگتا تھا جیسے دریائے محبت کا بند ٹوٹ گیا ہے۔ وہ باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے وہ باتیں بھی ایسے کیں، جیسے پہلی بار کر رہے ہوں، جو وہ پہلے ہی ایک دوسرے کو بتا چکے تھے...... کئی کئی بار جیف نے سارہ کو لاپوٹا کے بارے میں بتایا۔ اس نے سارہ کو اس دبلے پتلے، طویل القامت اور غلیظ لڑکے سے ملوایا، جس کا نام پیڈرو تھا۔ ایک موقع پر اسے خاموش ہو جانا پڑا کیونکہ سارہ رونے لگی تھی۔

''کیا کرتی ہو، روتی کیوں ہو؟'' جیف نے بڑے پیار سے اسے ڈانٹا۔

''میں اس لیے نہیں رو رہی ہوں کہ یہ سب اتنا دردناک ہے۔ نہ اس لیے کہ یہ بہت پہلے کی بات ہے۔''

''پھر کیوں رو رہی ہو؟''

''تم نہیں سمجھتے؟ بات ختم کہاں ہوئی ہے۔ پیڈرو تو اب بھی موجود ہے اسی کمرے

تنا۔'' وہ آنسوؤں کے درمیان مسکرائی۔

جیف کو یقین نہ آیا۔ اس نے تو خود پیڈرو کو قتل کر دیا تھا پھر وہ سارہ کو ننڈا کے متعلق بتانے لگا اور پھر شرماتے شرماتے اپنے باپ کے متعلق اور اس کے خواب کے متعلق جو وہ ہمیشہ دیکھا کرتا تھا۔ وہ پہلی بار اپنی روح پر پڑے تمام پردے ایک ایک کر کے اتار رہا تھا۔ پہلی بار سارہ کو خود سے متعارف کرا رہا تھا۔

''یہ بکواس ہے...... تمہارے باپ والی۔'' سارہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''ایسا کیوں کہا تم نے؟'' جیف نے تجسس آمیز لہجے میں پوچھا۔ ''میرے لیے یہ بات ہمیشہ اہم رہی ہے۔''

''تم نے کبھی اپنے باپ کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔''

جیف نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ''سام کی موت کے بعد جی چاہا تھا کہ انہیں تلاش کراؤں۔'' وہ ہنس دیا۔ ''لیکن مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ مل ہی نہ جائیں۔ وہ بوڑھے ہوں گے، شاید شرابی بھی ہوں گے۔ وہ بوڑھے اور بے وقوف ہوں گے اور انہیں نہ ننڈا کے متعلق کچھ یاد ہو گا اور نہ ہی انہیں میں یاد ہوں گا۔ چنانچہ میں نے کوشش نہیں کی۔''

''تم انہیں ڈھونڈنا نہیں چاہتے۔'' سارہ نے آہستہ سے کہا۔ ''تمہیں ان کا وہ بے چہرہ تصور زیادہ عزیز ہے۔''

جیف نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''اور ویسے بھی، اب تم بڑے ہو گئے ہو۔ تمہیں ڈیڈی کی ضرورت نہیں رہی۔''

''لیکن پیڈرو تو اب بھی اس کمرے میں موجود ہے۔'' جیف نے اعتراض کیا۔

''ہاں، وہ تمہارا ہی ایک حصہ ہے۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں، اس کی مدد کرنا پسند کرتی ہوں لیکن وہ محض ایک حصہ ہے تمہارا۔''

وہ دونوں بالکونی میں بیٹھے شام کی ٹھنڈی ہوا سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ''وہ رات جب سام مرا، اس رات بار میں تمہارا رویہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔'' جیف نے اچانک کہا۔

''ارے، کچھ نہیں بچپنا تھا میرا۔'' سارہ کے رخسار تمتما اٹھے۔ وہ اور حسین لگنے لگی۔ ''کمی محرومی کے احساس سے دو چار تھی۔ تمہیں دوبارہ جیتنا چاہتی تھی۔ میں نے ان کی حوصلہ افزائی اس لیے کی تھی کہ میری آرزو تھی، تم اس شخص کی پٹائی کرو میری خاطر۔ بس

اتنی سی بات تھی۔ تم سے بے وفائی کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتی۔ میری زندگی میں تمہارے سوا کبھی کوئی نہیں رہا۔ جب تم نہیں تھے، تب بھی کوئی نہیں تھا۔ میں تو بس تمہارے لیے ہوں۔"

جیف کو خود پر شرم آنے لگی۔ کنکٹی کٹ میں وہ تقریباً بہک ہی گیا تھا پھر شرمندگی مٹ گئی۔ اب محبت کے سوا کچھ نہیں رہا تھا۔

"اور میں نے جو کچھ کیا، مجھے اس کی سزا بھی مل گئی۔ خدا نے مجھ سے میرا ... چھین لیا۔" سارہ نے پُرسوز لہجے میں کہا۔

"اس انداز میں کیوں سوچتی ہو۔" جیف دہل کر رہ گیا۔

"کوشش کرتی ہوں کہ ایسا نہ سوچوں پھر بھی نہ جانے کیوں......"

جیف سوچتا رہا کہ اگر وہ سزا تھی تو اس بار کیا چھنے گا۔ اب تو کچھ ہے ہی نہیں زندگی کے سوا۔ "خدا تو بہت رحم کرنے والا ہے سارہ۔" اس نے کہا۔

"ہاں لیکن جیف! ہم پھر کوشش کر سکتے ہیں۔" سارہ کے رخسار دمک اٹھے۔

"ہاں۔" جیف نے پُرخیال انداز میں سوچا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ سارہ کو ڈاکٹر کی تشخیص کے متعلق بھی بتا دے۔

"جیف! کوئی گڑبڑ ہے، ہے نا؟ مجھے بتاتے کیوں نہیں۔"

"کچھ بھی تو نہیں، یہ میرا آخری میچ ہے نا۔" جیف نے اسے ٹال دیا۔

"کیوں...... کیوں؟"

جیف نے کوئی جواب نہ دیا۔

"سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔ تم اس وقت اپنے کیریئر کی انتہائی بلندی پر ہو۔ کوئی اور بات ہے جو تم مجھے بتا نہیں رہے ہو۔" سارہ کے لہجے میں برہمی تھی۔

"کچھ بھی نہیں میں کوچنگ کروں گا۔"

"جھوٹ مت بولو، اصل بات بتاؤ۔"

"اچھا بتاتا ہوں۔" جیف نے ہتھیار ڈال دیئے۔ "مجھ پر دل کا معمولی سا دورہ پڑا تھا۔ میں ختم ہو چکا ہوں، آئندہ کھیل نہیں سکوں گا۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر سارہ نے پوچھا۔ "کب کی بات ہے یہ......؟"

جیف نے اسے پوری تفصیل بتا دی۔ حیرت اسے اس بات پر تھی کہ وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا تھا۔ دل پر سے کوئی بوجھ ہٹ گیا تھا۔ پہلی بار اسے پتا چلا کہ

خاموشی کتنی بیش بہا ہوتی ہے، کتنی بھاری قیمت چکانا پڑتی ہے اس کی۔ اب...... اب اس کے بیچ میں کوئی اور بھی شریک تھا۔ اس کی شریکِ زندگی۔

"ڈاکٹر نے اس میچ کی اجازت دے دی ہے۔" سارہ نے پوچھا۔

"ہاں، اسی لیے تو یہ آخری میچ ہے۔" جیف نے آخری بار جھوٹ بولا۔

"نہیں، یہ میچ کینسل کر دو۔"

"یہ ناممکن ہے گیٹ منی تین لاکھ ڈالر ہے۔"

"پاگل...... احمق...... دوسری طرف تمہاری زندگی اور موت کا سوال ہے۔" سارہ نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔ "کیا میں اس میچ کی خاطر تمہیں جان ہلاکت میں ڈالنے دوں گی۔ ہرگز نہیں، ایسا سوچنا بھی مت۔"

"سنو، بات تمہاری اجازت دینے کی نہیں۔ یہ وہ کام ہے، جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ سمجھیں؟"

"میرے جیتے جی یہ ممکن نہیں۔"

"دیکھو، سمجھنے کی کوشش کرو، اب تو بچپنے کا مظاہرہ مت کرو، یہ بہت ضروری ہے، یہ میری ساکھ کا سوال ہے۔"

"ہاں، تمہیں ہیرو بننا ہے لیکن میرا کیا ہوگا؟ میرے متعلق بھی سوچا تم نے؟"

"مجھے یہ احساس نہ دلاؤ کہ کاش میں نے تمہیں نہ بتایا ہوتا۔"

سارہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں چلیں؟" جیف نے پوچھا۔

"مجھے تنہا چھوڑ دو، مجھے سوچنا ہے اس سلسلے میں۔" سارہ کے ہونٹوں پر بجھی بجھی مسکراہٹ ابھری۔ "میں ہر کام تاخیر سے کرتی ہوں۔ میں اپنے شوہر کی محبت میں بھی بہت دیر سے گرفتار ہوئی۔ پتا ہے، مجھے تو آج علم ہوا ہے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ میں محبت کا مفہوم ہی نہیں سمجھتی تھی۔" وہ چلی گئی۔

"کتنی عجیب بات ہے۔" اس کے جانے کے بعد جیف نے سوچا۔ "ہم دونوں نے ہی سمجھنے میں دیر کر دی اور سمجھے تو ساتھ ساتھ ہی سمجھے۔"

سارہ واپس آئی تو سونے کا وقت ہو چکا تھا۔ اس روز ان کی قربت کا کچھ اور ہی رنگ تھا، جیسے وہ برسوں کے بعد ملے ہوں۔

"میں وعدہ کرتا ہوں۔" جیف نے غنودگی میں کہا۔

"کیسا وعدہ؟" سارہ نے پوچھا لیکن وہ سو چکا تھا۔

اگلی صبح سارہ بہت جلدی اٹھی۔ اس نے ڈاکٹر اور ایمبولینس کا بندوبست کیا۔ اس نے پروموٹر کو اپنے اس اقدام کی وجہ نہیں بتائی۔ ایمبولینس میں آکسیجن کا بندوبست بھی تھا۔ پروموٹرز نے بھی زیادہ تجسس نہیں کیا۔ وہ میچ کینسل ہوتے ہوتے رہا تھا۔ انہیں صرف میچ میں دلچسپی تھی۔

اس روز وہ دونوں اس طرح ساتھ رہے کہ پہلے کبھی نہیں رہے تھے۔ دونوں ایک دوسرے پر انحصار کر رہے تھے۔ وہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے شہر کی سڑکوں پر گھومتے رہے۔ انہوں نے بات بالکل نہیں کی۔ بس ان کے ہاتھ بول رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ ایک بار سارہ رو دی لیکن وہ خوشی کے آنسو تھے۔ وہ دن تمام ہوا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو ایک یادگار اور مسرت خیز دن دیا تھا۔

اس رات جیف نے اس سے وعدہ کیا جو وہ گزشتہ رات نہیں کر سکا تھا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں کہ کل کے میچ میں شکست کی پروا نہیں کروں گا۔ میں زیادہ محنت بھی نہیں کروں گا۔"

لیکن سارہ کو اس وعدے پر یقین نہیں تھا۔

صبح اٹھتے ہی جیف نے پروجیکٹر سنبھالا اور اس پر مینوئل کے بہترین میچوں کی فلم چڑھا دی۔ فلم کے دوران جب بھی سارہ اس کے پاس بیٹھی ہوتی وہ آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر اسے چھو لیتا۔ وہ فلم دیکھتے رہے۔ بعض ایکشن اور اسٹروک جیف بار بار چلاتا، انہیں سلوموشن میں دیکھتا۔

فلم ختم ہونے کے بعد ساہ نے پوچھا۔ "کہو......؟"

"پرفیکٹ کھلاڑی ہے۔ ایسا کوئی حریف اب تک میرے سامنے نہیں آیا۔ اس کی تیزی......" جیف کہتے کہتے رک گیا پھر اس نے جملہ مکمل کیا۔ "22 سالہ نوجوان کی تیزی ہے۔"

"لو، اور سنو ٹینس کے بڑے میاں بولے۔ ارے تمہاری عمر صرف تیس سال ہے۔"

"اور ہاں، مجھے اس کے لابس سمجھ میں آ گئے ہیں۔ ان میں ٹاپ اسپن ہوتی ہے یہ پہلے ہی [illegible] چل جاتا ہے کہ اب وہ لاب کرنے والا ہے۔ ان پر چڑھ کر اوور ہینڈ اسمیش کرنا [illegible]وری ہے۔ گیند ٹپا کھا گئی تو چھٹی سمجھو۔"

"با[illegible] تمہاری طرح۔"

"ہاں، آٹھ سال کے فرق کے ساتھ۔" جیف نے کہا اور سوچنے لگا۔ وہ پرفیکشن کے حصول کی کوشش کرے گا اور میں پرفیکشن کا دفاع کروں گا۔ بہت فرق ہے۔ وہ اٹیک کرے گا اور میں مدافعت کروں گا۔ برسوں سے میں صرف مدافعت ہی تو کر رہا ہوں۔"

اس کے بعد کوئی بات نہیں ہوئی۔ سارہ خاموشی سے اسے دیکھتی ہی وہ خاموش بیٹھا تھا۔ سارہ جانتی تھی کہ وہ اس وقت اس کے پاس نہیں کسی ٹینس کورٹ میں ہے۔ وہ اپنے کھیل کی ریہرسل کر رہا ہے، حکمتِ عملی ترتیب دے رہا ہے، اپنی توانائیوں کو آواز دے رہا ہے، جن کی آج اسے شدت سے ضرورت پڑے گی۔

سوا بجے وہ تیار ہو گیا۔ باہر لیموزین موجود تھی۔ "تم بعد میں آنا۔" جیف نے رخصت ہوتے ہوئے کہا۔ تین گھنٹے کے دوران وہ اس کا پہلا جملہ تھا۔

سارہ نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ "میں موجود ہوں گی لیکن تم اپنا وعدہ یاد رکھنا۔"

"ضرور...... اور اس کے بعد ہم یہاں کے سب سے اچھے ریسٹورنٹ میں جشن منائیں گے ٹینس کو الوداع کریں گے۔"

وہ بہت خوش اور مطمئن تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ میچ طشتری میں رکھ کر مینوئل کی طرف نہیں بڑھائے گا لیکن خودکشی بھی نہیں کرے گا۔ وہ مسکرایا لڑکے میں اہلیت ہے تو اسے جیتنے دو۔ تم بہت دن فتح کے گھوڑے پر سواری کر چکے جیف۔ اب لڑکے کی باری ہے، اگر وہ مستحق ہے تو اسے جیتنا چاہیے۔" اس نے سارہ کو آخری بار بانہوں میں لیا اور دیر تک اس کی آنکھوں میں جھانکتا رہا۔ پھر وہ سوئٹ سے نکل گیا۔

سارہ نے زرد پھولوں والا لباس پہنا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ جیف نے اس لباس کے لیے اصرار کیوں کیا ہے، نہ جانے کیوں؟

☆======☆======☆

وہ جانا پہچانا آسمان اسے لاپوٹا کی یاد دلا رہا تھا۔ کورٹ کمپوزیشن کی تھی، نہ فاسٹ، نہ سلو، مینوئل وہاں کھیلا ہوا تھا جب کہ اس کے لیے وہ سرفیس اجنبی تھا۔ ماحول بھی اجنبی تھا۔ وہ خود کو تنہا محسوس کر رہا تھا۔ آشنائی کے احساس کے لیے صرف سارہ تھی۔ دھوپ بہت تیز تھی اور وہ مر جانے کی حد تک خوفزدہ تھا۔

کورٹ میں داخل ہو کر وہ قدرے مطمئن ہو گیا۔ یہ اس کی اپنی دنیا تھی۔ 78 فٹ لمبی 36 فٹ چوڑی۔ وہاں اسے صرف وہ کام یاد رہتا تھا جس کے لیے وہ آیا تھا۔ دوسری طرف مینوئل موجود تھا۔ جیف نے سر گھما کر وی آئی پی اسٹینڈ کی طرف دیکھا۔

اس نے سارہ کی طرف دیکھ کر ریکٹ لہرایا۔ زرد لباس کی وجہ سے اسے مجمع میں تلاش کرنا آسان ہو گیا تھا۔ اسی لیے تو اس نے زرد لباس پہننے کی فرمائش کی تھی۔ سارہ آگے جھکے ہوئے مسکرائی۔ دونوں کھلاڑی وارم اپ میں مصروف ہو گئے۔ نہ جانے کیوں، لیکن اس لمحے جیف، نندا اور کونچا کو یاد کر رہا تھا۔ یہ آخری میچ ان دونوں کے نام تھے، جو نہ جانے کہاں ہوں گی۔

میچ شروع ہو گیا۔ اب اس کی رگوں میں خون نہیں آگ رقص کر رہی تھی۔ وہ بے وزنی کی کیفیت میں گیند پر لپک رہا تھا۔ اس کے ڈرائیو سفید لکیر کی طرح نظر آ رہے تھے۔ دوسری طرف مینوئل بھی ناقابلِ یقین ٹینس کھیل رہا تھا۔ خود جیف ہمیشہ کی طرح کھیل رہا تھا بلکہ پہلے سے بہتر۔ اس نے مینوئل کو پہلا سیٹ 4-6 پر جیتنے دیا۔ اسے تو آخری سیٹ میں کھیلنا تھا، اپنی توانائیاں بچانا تھیں۔ دوسرا سیٹ اس نے جیتا 5-7 پر اور اب آخری سیٹ میں وہ اسے نچا رہا تھا۔ بعض اوقات تو وہ مینوئل کے ریکٹ پر گیند لگنے سے پہلے ہی اس جگہ پہنچ جاتا، جہاں گیند کو گرنا تھا، وہ ہمیشہ سے زیادہ تیز شاٹ کھیل رہا تھا لیکن ریکٹ میں کوئی جھنجھناہٹ نہیں تھی۔ سب کچھ خواب معلوم ہو رہا تھا۔

وقتاً فوقتاً وہ چونکتا اور خود کو کھیلتے دیکھتا، اپنے کھیل کی خوبصورتی کو سراہتا۔ وہ خود کو اچھلتے رقص کرتے دیکھتا...... دیوتاؤں کا رقص، اس کے پھیپھڑے دکھ رہے تھے، سانسیں اکھڑ رہی تھیں لیکن کسی چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ آزادی کے احساس سے سرشار تھا۔ اندر روشنی ہی روشنی تھی۔ سانس لینے کے لیے ہوا کم ہے تو کیا ہوا اور چیزیں بھی تو ہیں، آزادی ہے...... روشنی ہے کھیل کی سختی اس کی تیز رفتاری کے سانچے میں ڈھل کر نرم ہو گئی تھی، پگھل گئی تھی۔ ٹینس کا لباس پروں کی طرح تھا اور وہ اڑ رہا تھا۔

وہ ٹینس نہیں تھی، دیوتاؤں کا رقص تھا وہ مینوئل ٹوٹ گیا تھا، سروز اور وولیز کی صورت میں۔ بیک ہینڈ اور ناممکن قسم کے نیٹ کیچز کے روپ میں۔ لوگ چیخ چیخ کر اسے داد دے رہے تھے لیکن اسے ہوش نہیں تھا۔

اب میچ پوائنٹ تھا اور وہ سرو کر رہا تھا۔

ریٹرن تیز تھی اور اس کے بیک ہینڈ پر آئی تھی۔ اس نے گیند کو صفائی سے ہٹ کیا پھر وہ نیٹ کی طرف لپکا۔ اس نے مینوئل کو اپنے مخصوص انداز میں دونوں ہاتھوں سے ریکٹ تھامتے دیکھا۔ اسے فلم کا کوئی منظر یاد آ گیا تھا...... مینوئل کے میچ کی فلم کا۔ اسے علم ہو گیا کہ مینوئل لاب کرے گا لیکن دیر ہو چکی تھی۔ اب اس کے لیے پلٹنا ممکن نہیں

تھا۔ اس نے مضبوطی سے زمین پر پیر جمائے اور ٹھہر گیا۔ اسے احساس تھا کہ دیر ہو چکی ہے۔ لاب شروع ہو چکا تھا۔

ہر چیز کی رفتار سست ہو گئی۔ اس کے ذہن پر جھماکا ہوا۔ اس نے گیند کو اٹھتے ہوئے دیکھا۔ اس کے پاس سوچنے کے لیے بہت وقت تھا۔ دماغ کی رفتار گیند کے مقابلے میں بہت تیز تھی۔ اسی لیے تو اسے ہر چیز ٹھہری ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ مجھے کوشش کرنا ہو گی، کوشش ضروری ہے۔ سکور 3-5 تھا۔ یہ پوائنٹ ہارنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، وہ پھر بھی جیت جاتا لیکن ٹینس سے محبت کا تقاضا تھا کہ کوشش کی جائے۔ وہ جھکا اور اس نے گیند پر نظریں جما دیں۔ عمل کا لمحہ آتے ہی اس نے ریکٹ پھیلایا اور پوری قوت سے اچھلا۔ اسے ایسا لگا جیسے وہ پرواز کر رہا ہے۔ اس نے گیند کو ریکٹ کے مڈل سے ہٹ کیا...... پرفیکٹ ہٹ۔ اس نے گیند کے بیس لائن کے پیچھے گر کر کورٹ سے باہر جاتے دیکھا۔ اس وقت وہ فضا ہی میں تھا پھر نیچے گرا اور اس کے وجود میں دھماکا سا ہوا۔

وہ بیٹھ گیا۔ پہلے جھٹکے کے فوراً بعد دوسرا جھٹکا لگا۔ اوہ! تو میں بچ نہ سکا ڈاکٹر نے ٹھیک کہا تھا۔ اس نے سوچا، شکر ہے کہ یہ میچ پوائنٹ تھا۔ میں جیت گیا ہوں۔ اسی وقت تیسرا جھٹکا لگا۔ سینے میں جیسے کوئی چیز پھٹ گئی۔

وہ زمین پر لیٹ گیا۔ سورج اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ پھر سارہ کا چہرہ ابھرا...... سفید چہرہ...... خون سے محروم چہرہ۔ وہ متوحش نظر آ رہی تھی۔

''میں جیت گیا نا؟'' اس نے بچوں کی طرح پوچھا۔

''ششش، بولو مت ڈارلنگ۔'' سارہ نے بڑے پیار سے کہا۔

اس نے مسکرا کر سارہ کا ہاتھ تھام لیا۔ ''مجھے افسوس ہے ڈارلنگ میں بھول گیا تھا، مجھے اپنا وعدہ یاد نہیں رہا۔ میرا ہاتھ تھام لو پلیز۔''

سارہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''اور مضبوطی سے پکڑو۔''

''جیف! ایک خوشخبری ہے۔'' سارہ نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہیں کل بھی بتا سکتی تھی لیکن میں تمہیں میچ جیتنے کے بعد بتانا چاہتی تھی۔''

جیف متوقع نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

''میں ماں بننے والی ہوں ڈیئر۔''

''شکریہ ڈارلنگ۔'' جیف نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ایک لمحے کے لیے سارہ کے ہاتھ پر اس کی گرفت مضبوط ہوئی اور پھر کمزور پڑ گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ آرام کا وقت آ پہنچا تھا۔ اب اسے سونا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آئندہ وہ کبھی میچ نہیں کھیلے گا۔ وہ سارہ کو یہ بات بتانا چاہتا تھا لیکن نہ بتا سکا۔ وہ بہت تھک گیا تھا۔ اسے یہ احساس بھی نہیں تھا کہ سارہ کے آنسو اس کے ہاتھ بھگو رہے ہیں۔

ٹینس مشین ٹوٹ چکی تھی۔ جیف ولیمز اپنے انجام تک ناقابلِ شکست رہا۔

☆======☆======☆

بارہواں کھلاڑی

کرکٹ سپورٹس رائٹر کا قصہ جسے ایک بارہویں کھلاڑی نے زندگی اور موت کے درمیان سولی پر کھڑا کر دیا تھا۔

اُسے ہر حال میں سینچری بنانی تھی دوسری صورت میں پچ پر بھی اسے گولی مار دی جاتی۔

کون حق پر ہے اور کون ناحق۔ کبھی کبھی اس کا فیصلہ خود آزمائش میں پڑ کر آسان ہو جاتا ہے۔

اس نوجوان کا قصہ جو ایک کھلاڑی کو دیوتا سمجھتا تھا۔

کرکٹ کے شائقین کے لیے ایک انمول تحفہ

19 ویں لازمی اوور کی وہ آخری گیند تھی۔ اقبال قاسم نے بیٹ اور پیڈ کو ایک ساتھ لے جاتے ہوئے اسے دبا کر کھیلا۔ امپائر نے اوور مکمل ہونے کا اشارہ دیا۔ وکٹ کیپر اور سلپ کے فیلڈرز نے اپنی جگہیں چھوڑیں اور دوسرے اینڈ کی طرف چل دیئے۔ کیمرہ بہت تیزی سے حرکت میں آیا۔ اب ٹی وی اسکرین پر تماشائیوں سے بھرے ہوئے اسٹینڈ دکھائے جا رہے تھے۔ لوگ نعرے لگا رہے تھے۔ پٹاخے بھی چھوڑے جا رہے تھے۔ مدراس کا کرنائیکا اسٹیڈیم تالیوں کی گونج سے لرز رہا تھا۔ یہ تالیاں بھارت کی متوقع فتح کی خوشی میں بجائی جا رہی تھیں۔ آخری لازمی اوور باقی تھا جب کہ پاکستان کے نو کھلاڑی آؤٹ ہو چکے تھے۔ جو آخری کھلاڑی اس وقت کریز پر موجود تھے، ان پر بیٹنگ کے سلسلے میں انحصار نہیں کیا جا سکتا تھا، امکان یہی تھا کہ اب اس ٹرننگ وکٹ پر پاکستان کو یقینی شکست سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ البتہ ایک بات امید افزا تھی۔ پاکستان کی نویں وکٹ تیرہویں لازمی اوور میں گری تھی۔ اس کے بعد سے اب تک اقبال قاسم اور توصیف نے بڑے اعتماد سے تقریباً سات اوور کھیل لیے تھے۔ اس کے باوجود کسی بھی لمحے، کسی بھی گیند پر ٹیسٹ میچ کا فیصلہ بھارت کے حق میں ہو سکتا تھا۔ پاکستان کے جیتنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ بات صرف ایک گیند کی تھی جب کہ ایک پورا اوور باقی تھا۔

ریحان ہاشمی نے صوفے پر پہلو بدلا۔ اچانک اسے احساس ہوا کہ اس کی انگلیوں میں سگریٹ دبا ہوا ہے۔ اس نے بڑی بدمزگی سے سگریٹ کو دیکھا، جو بجھ چکا تھا۔ شاید سگریٹ سلگانے کے بعد وہ کش لینا ہی بھول گیا تھا۔ اب اسے یہ بھی یاد نہیں تھا کہ اس نے سگریٹ کب سلگایا تھا۔

ریحان کا شمار ملک کے بہترین سپورٹس رپورٹرز میں ہوتا تھا۔ کرکٹ اس کی اسپیشلٹی تھی۔ شاید اس کی کامیابی کی وجہ یہ تھی کہ وہ خود کرکٹ کا کھلاڑی تھا اور فرسٹ

کلاس کی سطح تک کرکٹ کھیلنے کے بعد سپورٹس رائیٹنگ کے میدان میں اترا تھا۔ وہ ملک کے مقبول ترین روزنامے میں سپورٹس کالم لکھتا تھا۔ اس کے علاوہ کرکٹ کے اہم میچوں پر اس کے تبصرے باقاعدگی سے شائع ہوتے رہتے تھے۔

اس نے سگریٹ دوبارہ سلگا کر ایک گہرا کش لیا۔ سگریٹ سلگاتے ہوئے اسے اپنے ہاتھوں میں خفیف سی لرزش کا احساس ہوا۔ وہ جھنجھلایا اور دل میں پاکستانی کھلاڑیوں کو کوسنے لگا، جنھوں نے ایک ایسے میچ کو جس میں ان کی فتح کا امکان تھا، شکست کے اس قدر نزدیک پہنچا کر اعصاب شکن بنا دیا تھا۔ ورنہ وہ اتنے کمزور اعصاب کا مالک ہر گز نہیں تھا۔ ویسے تو پورے دن کا میچ ہی اعصاب شکن ثابت ہوا تھا لیکن گزشتہ چھ اوورز سے اعصابی دباؤ بے حد بڑھ گیا تھا۔

وہ بھارت میں کھیلی جانے والی پانچ میچوں کی ٹیسٹ سیریز کے تیسرے میچ کا آخری دن تھا۔ صبح جب میچ شروع ہوا تو پاکستان کو میچ جیتنے کے لیے 323 رن درکار تھے جبکہ اس کا صرف ایک کھلاڑی آؤٹ ہوا تھا۔ ریحان اپنے تبصرے میں یہ کہہ چکا تھا کہ پاکستانی ٹیم کے لیے یہ میچ جیتنے کا سنہرا موقع ہے لیکن کھیل کے پہلے گھنٹے میں پاکستانی بیٹسمینوں نے کچھ اور ہی کر دکھایا۔ لنچ تک پاکستان کی پانچ وکٹیں گر چکی تھیں۔ لنچ کے بعد وہ دفاع کرتے ہوئے نظر آئے۔ اگر پاکستانی ٹیم کے کپتان عمران خان نے ذمے دارانہ بیٹنگ نہ کی ہوتی تو پاکستان چائے کے وقفے سے پہلے ہی شکست سے دو چار ہو چکا ہوتا۔ اس کے باوجود چائے کے وقفے پر پاکستان کا سکور 144 رن آٹھ کھلاڑی آؤٹ تھا۔ البتہ عمران خان اب بھی کھیل رہا تھا۔ چائے کے وقفے کے بعد آدھے گھنٹے کا کھیل ہوا...... اور پھر لازمی اوورز شروع ہو گئے۔ عمران اور اقبال قاسم محتاط ہو کر بیٹنگ کرتے رہے لیکن تیرہویں اوور میں عمران خان کو روی شاستری کی گیند پر بیٹ اینڈ پیڈ کیچ آؤٹ قرار دیا گیا۔ فیصلہ متنازعہ تھا لیکن یہ طے ہو گیا کہ پاکستان شکست سے اب نہیں بچ سکے گا۔ پھر توصیف اور اقبال قاسم نے سر جھکا کر کھیلنا شروع کیا...... اور یوں 19 ویں اوور تک میچ بچا رہا۔ اب میچ کا آخری اوور باقی تھا۔

ریحان ٹی وی سکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کپیل دیو آخری اوور کے لیے جارحانہ فیلڈ ترتیب دے رہا تھا۔ گیند روی شاستری کے ہاتھ میں تھی۔ اسٹیڈیم پر سکوت طاری تھا۔ ریحان نے سوچا کہ اس وقت یقیناً اسٹیڈیم میں موجود ہر شخص اعصابی کشیدگی کا شکار ہوگا۔ اس کا اپنا حال بُرا ہو رہا تھا۔

اب کپیل دیو فیلڈ ترتیب دے کر اپنی جگہ جا چکا تھا اور روی شاستری گیند پھینکنے کے لیے تیار کھڑا تھا۔ توصیف نے فیلڈ کا جائزہ لیا۔ سکرین پر اس کا کلوز اپ نظر آیا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی تھی۔ اسے ایک نظر دیکھ کر ہی صورتِ حال کی سنگینی کا احساس ہو جاتا تھا۔ ریحان کو اس پر ترس آنے لگا۔ وہ بیٹسمین نہیں تھا لیکن اس وقت اس کے کندھوں پر وہ بھاری ذمے داری تھی جو بڑے بڑے بیٹسمینوں کے اعصاب چٹخا دیتی ہے۔

اب توصیف کھیلنے کے لیے تیار تھا۔ روی شاستری نے جیسے ہی اسٹارٹ لیا، اسٹیڈیم میں موجود ہر شخص نے شاستری...... شاستری پکارنا شروع کر دیا تھا۔ شاستری کا نام نعرہ بن گیا تھا۔ اس ایک لفظ کے سوا کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ ماحول کی سنگینی اور بڑھ گئی تھی۔

شاستری کی پہلی گیند مڈل اینڈ آف پر پڑ کر باہر کی جانب نکلی۔ توصیف نے اپنا بلا گیند کی لائن سے ہٹا لیا لیکن اگلے ہی لمحے وہ جیسے اپنی جگہ ٹھٹھر کر رہ گیا۔ گیند اس کی توقع سے بہت کم گھومی تھی۔ تماشائیوں کا شور بڑھ گیا۔ بہت سے لوگ تالیاں بجا رہے تھے لیکن ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ گیند وکٹوں کے بہت قریب سے گزری تھی لیکن بیلز اپنی جگہ موجود تھے۔ ریحان نے طویل سانس لے کر اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ کیمرہ ایسے زاویے پر تھا کہ اسکرین پر تو ایسا ہی لگا تھا، جیسے توصیف بولڈ ہو گیا ہو۔

شاستری نے دوسری گیند کے لیے اسٹارٹ لیا اور اس کے ساتھ ہی اسٹیڈیم پر چھایا ہوا سکوت ایک بار پھر ٹوٹ گیا۔ اس بار توصیف کے انداز میں اعتماد کا فقدان تھا۔ ایک تو پچھلی گیند پر وہ بال بال بچا تھا اور پھر تماشائیوں کا کان پھاڑ دینے والا شور بھی شاید اس کے انہماک پر بری طرح اثر انداز ہو رہا تھا۔

دوسری گیند بھی مڈل اینڈ آف پر تھی۔ اس بار توصیف نے گیند پر نگاہ رکھی۔ گیند بہت زیادہ گھومی تھی چنانچہ اس نے آسانی سے اپنا بلا ہٹایا اور گیند کو وکٹ کیپر کے پاس جانے دیا۔ آوازوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ تماشائیوں میں مایوسی کی لہر دوڑ گئی ہے۔

ریحان نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ ابھی چار گیندیں اور باقی تھیں...... اور کسی بھی گیند پر کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

تیسری گیند تیز تھی اور لیگ اسٹمپ کے باہر گر کر بہت تیزی سے اندر آئی۔ توصیف کو شاٹ کھیلنے میں جلدی کرنا پڑی۔ گیند اس کے پیڈ پر لگی...... اور وہ وکٹوں کے عین

سامنے تھا۔ شاستری کے ساتھ بھارت کے تمام کھلاڑیوں نے پُرزور اپیل کی اور تماشائیوں کا زبردست شور بلند ہوا۔ ریحان کی دھڑکنیں بے ربط ہو گئیں۔ بظاہر توصیف صاف آؤٹ معلوم ہوتا تھا۔ پھر یہ دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی کہ امپائر نے اپیل کا مثبت جواب نہیں دیا ہے۔ اسی وقت اسکرین پر ایکشن ری پلے دکھایا جانے لگا۔ ریحان نے بہت غور سے دیکھا۔ گیند پیڈ پر ضرور لگی تھی...... لیکن اس سے پہلے وہ واضح طور پر بلے کا بیرونی کنارا لے چکی تھی۔

اب تماشائی امپائر کے فیصلے پر برہمی کا اظہار کر رہے تھے۔ ساتھ ہی توصیف کو باہر نکالو کے نعرے بھی لگ رہے تھے۔ مجمع کا ہیجان انتہا کو پہنچنے لگا تھا۔

پھر شاستری...... شاستری کے نعروں کے درمیان روی شاستری نے آخری اوور کی چوتھی گیند پھینکنے کے لیے اسٹارٹ لیا۔ وہ سیدھی گیند تھی۔ توصیف نے کسی منجھے ہوئے بیٹسمین کے انداز میں گیند کی لائن میں آتے ہوئے گیند کو سیدھے بلے کے ساتھ کھیلا۔ پانچویں گیند کھیلنے میں بھی اسے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔

اب میچ کی آخری گیند باقی تھی۔ کپیل دیو، گواسکر اور بھارت کے چند سینئر کھلاڑی روی شاستری کے پاس پہنچ گئے تھے۔ غالباً آخری گیند کے لیے حکمتِ عملی ترتیب دی جا رہی تھی۔ وہ اس گیند پر لازمی طور پر وکٹ لینا چاہتے تھے۔ پھر اسکرین پر توصیف اور اقبال قاسم نظر آئے جو وکٹ کے وسط میں کھڑے آپس میں صلاح مشورہ کر رہے تھے۔ اقبال قاسم نے توصیف کے کندھے کو ستائشی انداز میں تھپتھپایا اور دونوں بیٹسمین اپنی اپنی کریز کی طرف چل پڑے۔ بھارتی کھلاڑیوں کی کانفرنس بھی جاری تھی۔ تماشائی اپنے کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی کے لیے فلک شگاف نعرے لگا رہے تھے۔ پورے اسٹیڈیم میں اس وقت صرف دو آدمی ایسے تھے، جو ساری دنیا سے کٹے ہوئے تھے۔ ریحان کچھ سوچ کر پوری جان سے کانپ گیا۔ تنہائی کی یہ قسم کس قدر خوفناک ہوتی ہو گی، اس کا تصور بھی اس کے لیے بے حد عذاب ناک تھا۔

ریحان کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ اسے بہت زور کی پیاس لگی تھی لیکن کھیل کے اس مرحلے پر وہ پانی پینے کے لیے نہیں اٹھ سکتا تھا۔ اس کا سگریٹ پھر بجھ گیا تھا اور وہ اسے ایک بار پھر سلگانے کے لیے بھی تیار نہیں تھا۔ وہ تو کسی معمول کے سے انداز میں ٹی وی اسکرین پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ پیاس...... سگریٹ کی طلب...... خدشے اور اضطراب نے مل جل کر ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی تھی۔ اسے اپنا سر بے حد گرم اور بھاری

بھاری...... اور جسم ٹوٹتا محسوس ہو رہا تھا۔

توصیف اب فیلڈ کا جائزہ لے رہا تھا۔ پاکستانی مبصر، ہیجانی انداز میں فیلڈ پلیسنگ کے متعلق بتا رہا تھا۔ ٹو سلپس، سلی پوائنٹ، شارٹ گلی اینڈ اے سلی مڈ آف، دس از دی آف سائیڈ فیلڈ...... اینڈ اے فارورڈ شارٹ لیگ، بیک ورڈ شارٹ لیگ اینڈ ڈیپ اسکوائر لیگ آف دی آن سائیڈ...... باؤنڈری لائن پر صرف ایک فیلڈر تھا، ڈیپ تھرڈ مین کی پوزیشن پر باقی تمام فیلڈر بیٹسمین کے بے حد قریب، گھیرا ڈالنے والے انداز میں کھڑے تھے۔ بیشتر تماشائی کھڑے ہو گئے تھے اور پکار پکار کر شاستری کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔

اور پھر فیصلہ کن لمحہ آ پہنچا۔ توصیف کھیلنے کے لیے تیار تھا۔ شاستری نے نعروں کی گونج میں اسٹارٹ لیا۔ گڈ لینتھ پر پھینکی جانے والی وہ گیند دائیں ہاتھ سے کھیلنے والے بیٹسمین کے لیے پرفیکٹ لیگ بریک تھی۔ گیند نے ٹرن لیا۔ ایسا لگتا تھا کہ اس کا سفر جاری رہا تو وہ یقیناً آف اسٹمپ اڑا دے گی۔ توصیف نے گیند پر نگاہ رکھی تھی اور شاید اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ گیند اسے کھیلنا ہو گی۔ وہ بلے کو درست پوزیشن میں لایا...... لیکن آخری لمحے میں اسے اندازہ ہوا کہ گیند اس کی توقع سے زیادہ ٹرن ہوئی ہے۔ ریحان کو یقین ہو گیا کہ گیند بلے کا کنارا لے جائے گی۔ وکٹ کیپر اور آف سائیڈ کے فیلڈرز اس کی توقع میں مستعد کھڑے تھے۔ وہ یقیناً اس مرحلے پر کیچ ڈراپ نہیں کر سکتے تھے۔

لیکن توصیف نے بے پناہ حاضر دماغی اور اپنی قوت فیصلہ کو کام میں لاتے ہوئے بہت تیزی سے بلا اپنی طرف کھینچا...... اور اسی لمحے گیند اپنا سفر مکمل کر کے اسٹمپس کے پیچھے وکٹ کیپر کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ شاستری نے پلٹ کر اپیل کی...... لیکن یہ ایک اضطراری حرکت تھی کسی اور فیلڈر نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ اسٹیڈیم پر سناٹا چھا گیا تھا۔ مبصر کے سوا کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میچ ڈرا ہو گیا تھا۔ پاکستان معجزانہ طور پر شکست سے بچ گیا تھا۔

ریحان کی نظریں اب بھی سکرین پر تھیں...... لیکن درحقیقت وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں تو جیسے آخری گیند کا ایکشن جم کر رہ گیا تھا۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ ٹی وی اناؤنسر نے کچھ کہا...... پھر کچھ کمرشلز دکھائے گئے اور اس کے بعد کوئی پروگرام شروع ہو گیا لیکن ریحان کو کچھ ہوش نہیں تھا۔ اس کی نگاہیں جیسے پتھرا گئی تھیں۔

اس کیفیت سے نکلنے میں اسے کچھ دیر لگی۔ اس نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا۔ انگلیوں میں دبا ہوا سگریٹ پھر بجھ گیا تھا۔ اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں پھنسا دیا۔ پھر وہ اٹھا اور کچن کی طرف چل دیا۔ پیاس اب ناقابلِ برداشت ہو گئی تھی۔

تین گلاس پانی پینے کے بعد اسے کچھ سکون آیا۔ ہاتھ اب بھی لرز رہے تھے۔ اس نے چولہا جلایا اور چائے کا پانی چڑھا دیا۔ پانی کی طلب پوری ہوتے ہی چائے کی طلب جاگ اٹھی تھی۔ خوب تیز چائے کی ایک پیالی لے کر وہ کمرے میں واپس آیا اور اس نے ٹی وی بند کر دیا۔ چائے پینے کے بعد اس نے وہ سگریٹ سلگایا، جسے پینے کی وہ کب سے کوشش کر رہا تھا لیکن صرف ایک کش لے پایا تھا۔ سگریٹ کا پہلا کش لیتے ہی اس پر سرور آگیں کیفیت طاری ہو گئی۔ دوسرا سگریٹ پیتے ہوئے دن میں پہلی بار اسے اعصابی دباؤ کے بجائے طمانیت کا احساس ہوا لیکن اسے ایک لمحے کے لیے بھی یہ خیال نہ آیا کہ یہ دن پاکستانی کھلاڑیوں کے لیے کس قدر اعصاب شکن ثابت ہوا ہو گا۔

آدھے گھنٹے کے بعد چائے کی دوسری پیالی سامنے رکھ کر اور سگریٹ سلگا کر وہ اپنی رائٹنگ ٹیبل پر جا بیٹھا۔ کاغذ سامنے رکھ کر اس نے قلم کھول لیا۔ اسے اپنے اخبار کے لیے میچ کے آخری دن کے کھیل کے متعلق رپورٹ تیار کر کے ابھی پہنچانا تھی تاکہ وہ اگلے روز کی اشاعت میں شامل ہو سکے۔ اس نے چائے کا گھونٹ لیا اور پھر سگریٹ کا طویل کش لے کر لکھنے میں مصروف ہو گیا۔ اگر اس وقت کوئی شخص اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتا تو یقیناً اسے ایک بے حد سفاک آدمی قرار دیتا۔

ایک انتہائی سنسنی خیز ٹیسٹ میچ ختم ہو چکا تھا لیکن اس میچ پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ بات ریحان ہاشمی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ اس میچ پر جو تبصرہ وہ اس وقت لکھ رہا ہے، وہ کم از کم اس کی اپنی زندگی کے لیے اس میچ سے کہیں زیادہ سنسنی خیز ثابت ہو گا۔

☆======☆======☆

انجم نوید نے انٹرویو کا کیسٹ ایڈیٹر کے حوالے کیا اور باہر آ گئی۔ وہ بہت مضمحل ہو رہی تھی، چنانچہ بیرونی کمرے میں کچھ دیر ستانے کے لیے بیٹھ گئی۔ سیاست دانوں سے انٹرویو بہت تھکا دینے والا کام ہوتا ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ مطلوبہ سیاست داں انٹرویو دینے کے موڈ میں نہ ہو...... یعنی فی الوقت اسے پبلسٹی کی ضرورت نہ ہو۔ ایسے میں سکرٹری کے پاس گھنٹوں بیٹھ کر انتظار کرنا ہوتا ہے اور گفتگو کچھ اس قسم کی ہوتی ہے...... ''یہ صاحب کے لنچ کا وقت ہے''...... ''اس وقت صاحب بہت اہم میٹنگ میں

ہیں‘‘...... ’’یہ وقت صاحب کے قیلولے کا ہے‘‘ وغیرہ وغیرہ اور یہ انتظار بہت جان لیوا ہوتا ہے۔ بوریت، بوریت اور صرف بوریت لیکن اس بوریت سے ذہن کو محفوظ رکھنا ہوتا ہے کیونکہ کسی بھی سیاست داں سے انٹرویو لینے کے لیے ذہن کا چاق و چوبند ہونا بہت ضروری ہے۔ کبھی کبھی تو انجم سوچتی تھی کہ شاید سیاست داں انٹرویو لینے والوں کو دانستہ طور پر انتظار کے طویل مرحلے سے گزارتے ہیں تاکہ انٹرویو لینے کے دوران انٹرویو لینے والے پر حاوی رہیں۔ تاہم اس اعتبار سے وہ مطمئن تھی کہ اس نے بہت کامیاب انٹرویو کیا ہے، انتظار کی وہ کوفت جو اس کی شعوری کوششوں کی وجہ سے انٹرویو ختم ہونے تک اس کے قابو میں رہی تھی۔ اب سر چڑھ کر بول رہی تھی۔ اس نے صوفے کی پشت گاہ سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ اس وقت وہ ملنے جلنے کے موڈ میں بھی نہیں تھی۔

’’ہیلو انجو!‘‘

اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ دنیا میں ایک ہی شخص تھا جو اسے اس طرح پکار سکتا تھا۔

’’بہت تھکی ہوئی لگتی ہو۔ کیا بات ہے؟‘‘ ریحان نے کہا اور کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

’’کچھ اتنی تھکی ہوئی بھی نہیں ہوں۔‘‘ انجم نے جواب دیا اور یہ درست بھی تھا۔ ریحان سے وہ جب بھی ملتی تھی، نہ جانے کیوں اس کی کیفیت بدل کر رہ جاتی تھی۔ اس وقت بھی یہی ہوا۔ اس کی ساری تھکن دور ہو گئی۔ ’’شیرازی صاحب کا انٹرویو کر کے آ رہی ہوں۔‘‘ اس نے مزید کہا۔

’’تمہارا ہی حوصلہ ہے۔‘‘ ریحان نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ’’بہت بور کام ہے۔‘‘

’’بس...... لوگوں کے رویے تھکا دیتے ہیں۔ ورنہ بہت دلچسپ کام ہے۔‘‘ انجم نے جلدی سے کہا۔ ’’لیکن تمہارے تو مزے ہیں۔ دن بھر گھر پر بیٹھے میچ دیکھتے رہے ہو گے۔ پھر تبصرہ لکھا ہو گا...... اور چھٹی۔‘‘ اس نے ریحان کے ہاتھ میں موجود فائل کی طرف اشارہ کیا۔

’’خیر...... ایسی تو کوئی بات نہیں۔ آج میں نے بہت سخت دن گزارا ہے۔ ویسے عام طور پر میں اپنے کام میں بہت خوش رہتا ہوں...... انجوائے کرتا ہوں۔ شکر ہے خدا کا۔‘‘

’’کیوں...... آج کیا خاص بات ہو گئی؟‘‘

’’خود دیکھ لو۔ تمہیں اندازہ ہو جائے گا۔‘‘ ریحان نے فائل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

انجم نے فائل لے لی اور تبصرہ پڑھنے میں محو ہو گئی۔ ریحان ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد انجم نے فائل بند کر کے اس کی طرف بڑھا دی۔ ’’ایک بات کہوں ریحان!‘‘ اس نے کہا۔

’’ہرگز نہیں۔ یہاں کوئی بات نہیں ہو گی۔‘‘ ریحان اٹھتے ہوئے بولا۔ ’’میں یہ تبصرہ دے کر آتا ہوں۔ پھر کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں چلیں گے۔ وہاں باتیں ہوں گی۔ میں بھی بہت تھکا ہوا ہوں۔ ٹھیک ہے نا؟‘‘

انجم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ریحان، ایڈیٹر کے کمرے میں چلا گیا۔ انجم نے پھر آنکھیں موند لیں۔ کچھ دیر بعد ریحان واپس آ گیا اور وہ دونوں دفتر سے نکل آئے۔ باہر آتے ہی انجم اپنی ڈاٹسن کی طرف بڑھ گئی۔ ’’اے انجو!‘‘ ریحان نے اسے پکارا۔ انجم ٹھٹک گئی۔ اس نے پلٹ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ ’’آج ہم دونوں کو کھلی ہوا کی ضرورت ہے...... اور اس اعتبار سے میری موٹر سائیکل بہتر رہے گی۔‘‘

انجم نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور اس کی طرف واپس چلی گئی۔ یہ مسئلہ ان کے ساتھ اکثر رہتا تھا...... لیکن اس کا بہت سادہ سا حل انہوں نے ڈھونڈ نکالا تھا۔ اگر وہ کار میں کہیں جاتے تو واپسی پر انجم، ریحان کو وہاں ڈراپ کر دیتی۔ دوسری صورت میں ریحان موٹر سائیکل پر اسے کار تک پہنچا کر رخصت ہو جاتا۔

چند ہی لمحوں کے بعد ریحان کی موٹر سائیکل عمارت کے احاطے سے باہر نکلتی نظر آئی۔ ’’کہاں کا ارادہ ہے؟‘‘ انجم نے پوچھا۔

’’خیابان کافی ہاؤس چلتے ہیں۔‘‘

’’لگتا ہے، تمہیں کھلی ہوا کی کچھ زیادہ ہی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔‘‘ انجم نے ہنس کر کہا۔

’’یہی بات ہے۔‘‘

انجم، ریحان کے تبصرے کے بارے میں سوچنے لگی۔ یہ بات اس نے پہلے بھی محسوس کی تھی مگر کبھی اس سلسلے میں گفتگو نہیں کی تھی لیکن ریحان کا آج کا تبصرہ پڑھنے کے بعد اس کا شدت سے جی چاہا کہ اسے سمجھائے۔

کافی ہاؤس پہنچ کر انہوں نے کافی طلب کی۔ خیابان کافی ہاؤس، اوپن ایئر ریسٹورنٹ تھا۔ یہ جھٹ پٹے کا وقت تھا۔ ہر میز پر شمع دان روشن تھے۔ مدھم مدھم روشنی میں وہاں کا ماحول بے حد خواب ناک لگ رہا تھا۔ ویٹر کافی لے آیا تھا۔ انجم نے کافی بنائی اور ایک پیالی ریحان کے سامنے رکھ دی۔

''ہاں، اب کہو، کیا کہہ رہی تھیں۔'' ریحان نے کافی کا گھونٹ لے کر کہا۔

''میں تمہارے کام کے متعلق کچھ کہنا چاہتی ہوں۔''

''کام کے متعلق؟'' ریحان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں ریحان! میں یہ بات پہلے بھی محسوس کر چکی ہوں کہ تمہارے تبصرے بے رحمانہ ہوتے ہیں۔'' انجم نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ ''لیکن تمہارا آج کا تبصرہ تو سفاکی کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا۔ ایسا کیوں ہے؟ تم مبصر کے بجائے تنقید نگار معلوم ہوتے ہو۔''

''تنقید تبصرے کا ایک حصہ ہوتی ہے انجو!''

''یہ درست ہے لیکن توازن اور اعتدال کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے تاکہ مثبت نتائج حاصل کیے جا سکیں۔''

''نشتر خطرناک چیز ہے لیکن اس سے مثبت نتائج حاصل کیے جاتے ہیں۔'' ریحان نے ہنس کر کہا۔

''لیکن ریحان، توازن کا فقدان ہو تو جراح کا نشتر والا ہاتھ قاتل کا ہاتھ بھی بن جاتا ہے۔''

ریحان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ وہ بھی سنجیدہ ہو گیا۔ ''تم نے یہ مثال کیوں دی انجو؟''

''تمہارا آج کا تبصرہ پڑھ کر مجھے یہی محسوس ہوا تھا۔'' انجم نے بے حد سادگی سے کہا۔

ریحان نے کافی کا آخری گھونٹ لے کر پیالی ایک طرف ہٹا دی پھر وہ چند لمحے سوچتا رہا۔ ''تم نے آج کا کھیل دیکھا تھا؟'' بالآخر اس نے پوچھا۔

''نہیں میرا پورا دن شیرازی صاحب کی نذر ہو گیا تھا۔''

''تم نے کبھی کرکٹ کھیلی ہے؟''

''نہیں۔'' انجم نے جواب دیا۔ اسے ریحان کے لہجے میں تبدیلی کا احساس ہو گیا

تھا۔

''تم کرکٹ کے بارے میں کچھ جانتی ہو۔ اس کھیل کو سمجھتی ہو تم؟''

''نہیں۔''

''بس، اتنا کافی ہے۔ اس صورت میں تم میرے تبصرے کو کیسے سمجھ سکتی ہو؟'' ریحان نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

''نہیں ریحان...... یہ بات نہیں۔ ایک مبصر کے لیے صرف کھیل کی باریکیوں سے واقف ہونا کافی نہیں ہوتا۔ کھیل کے ساتھ ساتھ بہت سے عوامل بھی ہوتے ہیں۔ ان سب پر نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے، صورتِ حال کو بھی سامنے رکھنا ہوتا ہے......''

''اور تمہارے خیال میں، میں صرف کھیل کی باریکیوں سے واقفیت کے زور پر کام چلا رہا ہوں۔'' ریحان کا لہجہ تیز ہو گیا۔ ''اور یہ بات تم کہہ رہی ہو...... تم جو کھیل کی صورتِ حال کو سمجھنے کی اہلیت بھی نہیں رکھتیں۔ تم دیگر عوامل کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتیں۔ مس نوید، یہ کرکٹ ہے، علم سیاسیات نہیں جو درس گاہوں میں پڑھایا جاتا ہے۔''

خفت کے احساس سے انجم کے رخسار تمتما اٹھے۔ اس پر ریحان کے لہجے کی بیگانگی...... مس نوید کہہ کر پکارنا...... دن بھر کی تھکن اور اضمحلال عود کر آیا لیکن وہ جانتی تھی کہ ریحان غصے کا تیز ہے۔ اب اس سے مزید گفتگو کرنے میں خرابی ہی خرابی تھی۔ ''شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' اس نے نرم لہجے میں کہا۔ ''مجھے اس موضوع پر بات کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔''

''شاید نہیں، یقیناً کہو۔'' ریحان نے تند لہجے میں کہا۔ پھر اس نے ویٹر کو اشارے سے بلایا اور بل منگوانے کے بجائے اس کے ہاتھ میں دس کا نوٹ تھما کر اٹھ کھڑا ہوا۔ انجم بھی اٹھ گئی۔ وہ دونوں نیچے اتر آئے۔

تمام راستے خاموشی رہی۔ انجم اب اتنی مضمحل تھی کہ بولنے کا یارا بھی نہیں رہا تھا۔ دفتر کی عمارت کے سامنے ریحان نے موٹر سائیکل روک دی۔ ''اچھا ریحان! خدا حافظ۔ کل ملیں گے۔'' انجم نے کہا لیکن ریحان نے کوئی جواب دیئے بغیر موٹر سائیکل آگے بڑھا دی۔

☆======☆======☆

شہزاد پلازہ شہر کا سب سے بڑا رہائشی اور تجارتی منصوبہ تھا لیکن ابتدا ہی میں وہ پارٹنرز میں اختلافات رونما ہوئے اور معاملہ عدالت تک جا پہنچا۔ یوں تعمیراتی کام کھٹائی

میں پڑ گیا۔ اب مقدمہ ختم ہوئے بغیر کام دوبارہ شروع ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

نامکمل شہزاد پلازہ قومی شاہراہ پر واقع تھا۔ اس کے سامنے سڑک کے پار کئی رہائشی عمارتیں تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام عرفان اپارٹمنٹس تھا۔ جس وقت شہزاد پلازہ کا کام رکا، اس کی تقریباً تین منزلیں مکمل ہو چکی تھیں۔ گراؤنڈ فلور پر صرف دکانیں تھیں، اس کے بعد ایک منی فلور تھا، جسے میز نائن فلور کہا جاتا ہے۔ وہ بھی دکانوں کے لیے مخصوص تھا۔ اس کے بعد رہائشی فلیٹس تھے۔ عمارت دس منزلہ بنانا تھی۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ یہ عمارت مکمل ہونے کے بعد دورِ جدید کی بھول بھلیاں ثابت ہوگی اور یہ سچ بھی تھا۔ شہزاد پلازہ کو چھ بلاکس میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر بلاک میں راہداریوں کا جال سا بچھا ہوا تھا۔ ہر بلاک میں تین زینے تھے اور عمارت سے نکلنے یا داخل ہونے کے تین راستے تھے۔ اس کے علاوہ تمام اوپری منزلوں پر راہداریوں کے ذریعے تمام بلاکس کا آپس میں رابطہ تھا۔

گویا یہ عمارت ایک ایسا قلعہ تھی، جہاں کوئی شخص چھپ جاتا تو اسے پکڑنے کے لیے فوج کی فوج بھی کم پڑ سکتی تھی۔ عمارت کے عقب میں اورنگ آباد نامی بستی واقع تھی۔ اس بستی کے مکینوں کے لیے قومی شاہراہ تک پہنچنے میں شہزادہ پلازہ کے چھ راستے شارٹ کٹ کا کام دیتے تھے۔

اس وقت دن کے ساڑھے دس بجے تھے۔ اورنگ آباد کے علاقے میں چہل پہل نہیں تھی۔ مرد اپنے اپنے کام پر جا چکے تھے، خواتین گھروں میں مصروف تھیں اور بچوں کی بڑی تعداد سکول میں تھی۔ البتہ کچھ بچے شہزاد پلازہ کے پہلے بلاک کی دیوار پر کوئلے سے وکٹوں کے نشان بنا کر کرکٹ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے دوسرے بلاک کے راستے سے ان دو افراد کو داخل ہوتے یقیناً دیکھا ہوگا لیکن ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ ایک تو وہ کھیل میں مگن تھے، پھر یہ کوئی خاص بات نہیں تھی، لوگ ان راستوں سے آتے جاتے ہی رہتے تھے۔

وہ دونوں ہم عمر تھے۔ ان کی عمر انیس کے لگ بھگ تھی۔ ایک کے ہاتھ میں اخبار تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں ایک دوربین۔ وہ عمارت میں داخل ہوئے۔ وہ شاہراہ تک پہنچانے والی راہداری میں کچھ دور چلے لیکن سیدھا آگے جانے کے بجائے بائیں جانب والی راہداری میں مڑ گئے۔ اس راہداری میں زینے تھے۔ وہ زینوں پر چڑھ کر منی فلور پر جا پہنچے۔ وہاں دکانوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔ تمام دکانیں شٹرز سے محروم تھیں۔ دائیں جانب والی دکانوں کی کھڑکیاں شاہراہ کی جانب کھلتی تھیں لیکن انہیں کھڑکیاں نہیں

کہا جا سکتا تھا کیونکہ وہاں صرف چوکھٹیں نصب تھیں، پٹ موجود نہیں تھے۔

دونوں لڑکے پہلی دکان میں داخل ہوئے اور کھڑکی نما خلا کے قریب جا کھڑے ہوئے۔ جس کے ہاتھ میں دوربین تھی۔ اس نے دوربین کو کیس سے باہر نکال لیا۔ چند لمحے وہ دوربین کی مدد سے سامنے کی سمت دیکھتا رہا۔ پھر اس نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کا ساتھی اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں فوراً ہی دکان سے باہر نکل آئے۔

دوسری اور تیسری دکان میں بھی ان کا ردِعمل یہی تھا۔ البتہ چوتھی دکان میں دوربین والے نے سامنے دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا اور دوربین اپنے ساتھی کی طرف بڑھا دی۔ ان دونوں کے درمیان اب تک ایک لفظ کا تبادلہ بھی نہیں ہوا تھا۔

دوسرا لڑکا چند لمحے دوربین سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے دوربین آنکھوں سے ہٹا دی۔ ''ہاں، یہی ہے...... پہلی منزل اور دائیں جانب سے پانچویں کھڑکی۔'' اس نے کہا۔

''لیکن کھڑکی کھلی ہوئی نہیں ہے۔'' پہلے لڑکے نے کہا۔ ''ممکن ہے، وہ کہیں باہر گیا ہوا ہو؟''

''نہیں شم......''

''یہ کیا حماقت ہے۔'' پہلے لڑکے نے سخت لہجے میں کہا۔ ''نام لینے کی ضرورت نہیں۔ میں بارہواں کھلاڑی ہوں اور تم اسکواڈ ممبر۔''

''سوری ٹویلتھ مین۔'' دوسرے لڑکے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ہاں...... میں یہ کہہ رہا تھا کہ ممکن ہے، وہ ابھی تک سو رہا ہو۔ میں جانتا ہوں، وہ اکثر دیر تک سوتا ہے۔''

''ہاں، یہ بھی ممکن ہے۔ بہرحال ہمارے پاس وقت کی کمی نہیں ہے۔''

''یہ تو ٹھیک ہے لیکن......''

''میرا خیال ہے، اس وقت فرصت ہے۔ تم ایک بار پھر اخبار کھولو اور اس کا تبصرہ پڑھ ڈالو۔'' اس لڑکے نے سرد لہجے میں کہا، جس نے خود کو بارہواں کھلاڑی قرار دیا تھا۔ ''اور مائی ڈیئر اسکواڈ ممبر، تم زبان کے معاملے میں مجھ سے زیادہ متحرک ہو۔ ابھی کچھ دیر پہلے تم نے ہی اسے قاتلانہ تبصرہ قرار دیا تھا۔ تم نے کہا تھا کہ یہ شخص قابلِ معافی ہرگز نہیں ہے۔''

اسکواڈ ممبر خجل سا نظر آنے لگا۔ ''میں اب بھی یہی کہتا ہوں۔'' اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''لیکن یہ تو سوچو کہ اس کا کوئی خوفناک نتیجہ بھی نکل سکتا ہے...... اور پھر ہم لوگوں

کے کیریئر...... ہماری زندگی برباد ہو جائے گی شم...... اوہ، آئی ایم سوری ٹو یلتھ مین۔''

''یہ تو میں جانتا تھا کہ زیادہ بولنے والے بزدل ہوتے ہیں۔'' بارہویں کھلاڑی نے کہا۔''لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم اتنے بزدل ہو۔ تمہیں یہ خیال بھی نہیں کہ اصل اور خطرناک کام تو میں نے اپنے ذمے لیا ہے۔''

''مجھے تمہارے لیے ہی تو تشویش ہے۔'' اسکواڈ ممبر نے مدافعانہ انداز میں کہا۔

''کیوں...... تمہیں میرے نشانے پر اعتماد نہیں ہے؟ مجھے برسوں ہو گئے ہیں ڈیڈی کے ساتھ شکار پر جاتے ہوئے۔ مجھے اپنے نشانے پر اعتماد ہے۔''

''لیکن یار...... یہ معاملہ بالکل مختلف ہے۔ ... کھیل رہے ہو گے۔''

''ہرگز نہیں...... میرے لیے یہ بھی شکار ہی ہے۔ غیر انسانی حد تک سفاک تبصرہ میرے نزدیک اس شخص کو حیوانی سطح پر لے ... ہے۔'' بارہویں کھلاڑی نے اخبار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اسکواڈ ممبر خاموش رہا۔ ''کچھ تو بولو یار۔'' بارہویں کھلاڑی نے چند لمحے اس کے بولنے کا انتظار کرنے کے بعد کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' اسکواڈ ممبر نے آہستہ سے کہا۔

''لاؤ، یہ اخبار مجھے دو۔ میں ایک بار پھر اس کا تبصرہ پڑھنا چاہتا ہوں۔''

اسکواڈ ممبر نے اخبار اس کی طرف بڑھایا۔ اسی وقت اس کی نظر کھڑکی کی طرف اٹھ گئی۔ کھڑکی کھل گئی تھی۔ پردے سمیٹ دیئے گئے تھے۔ بارہویں کھلاڑی نے اخبار نیچے پھینکا اور جلدی سے دوربین آنکھوں سے لگا لی۔ کھڑکی میں ایک دراز قد اور وجیہہ آدمی کھڑا تھا۔ اس کی عمر تیس سال کے لگ بھگ تھی۔ وہ چند لمحے نیچے سڑک کو دیکھتا رہا، پھر اس نے طمانیت آمیز انداز میں انگڑائی لی اور ایک طرف ہٹ گیا۔

بارہواں کھلاڑی اب کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ دوربین متحرک تھی۔ اس نے کمرے کی پوری تفصیل ذہن نشین کر لی۔ پھر اس نے دوبارہ کمرے کا تفصیلی جائزہ لیا۔ ایک گوشے میں ٹیلی ویژن سیٹ رکھا تھا۔ اس کے اوپر رکھا ہوا کانچ کا گلدان اس کی توجہ کا خصوصی مرکز تھا۔

''اسکواڈ ممبر! تم بھی ذرا کمرے کا جائزہ لے لو۔'' اس نے اپنے ساتھی کی طرف دوربین بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''ٹی وی پر رکھے ہوئے گلدان کو غور سے دیکھو۔ میں تمہیں اپنے منصوبے کی تفصیلات سناتا ہوں......'' وہ دیر تک بولتا رہا اور اس کا ساتھی بغور سنتا رہا۔ آخر میں بارہویں کھلاڑی نے کہا۔ ''تم فون پر میری نمائندگی کرو گے...... بلکہ میرا

کردار ادا کرو گے۔''

وہ دونوں شہزاد پلازہ کی راہداری سے شاہراہ کی طرف آئے۔ اس وقت ٹھیک بارہ بج چکے تھے۔ منصوبہ مکمل ہو چکا تھا۔ اب بارہویں کھلاڑی کو شام پانچ بجے ایک خطرناک پیکنگ ساتھ لے کر وہاں آنا تھا۔ پیکنگ اس کے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتی تھی۔ اس لیے موٹر سائیکل کا استعمال ناگزیر ہو گیا تھا۔

☆======☆======☆

ریحان ساڑھے گیارہ بجے سو کر اٹھا تھا۔ گزشتہ شام اس نے اپنے ایڈیٹر سے معلوم کر لیا تھا، اس کے لیے آج کوئی کام نہیں تھا۔ لہٰذا راوی چین ہی چین لکھتا تھا۔ وہ سو کر اٹھا تو کسلمندی کا احساس ہوا۔ اس نے اپنے ورکنگ روم کا رخ کیا۔ کمرے کی کھڑکی کھول کر پردے سمیٹے اور کچھ دیر نیچے سڑک پر رواں دواں ٹریفک کو دیکھتا رہا پھر اس نے طمانیت آمیز انداز میں انگڑائی لی اور باتھ روم کی طرف چل دیا۔

وہ نہا کر نکلا تو تازہ دم ہو چکا تھا۔ بھوک بہت شدید لگ رہی تھی۔ اس نے کچن کا رخ کیا۔ انڈے تلے، سلائس سینکے اور چائے کا پانی چولہے پر رکھ کر ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ چائے کی پیالی لے کر وہ حسبِ عادت ورکنگ روم میں چلا آیا، جو ڈرائنگ روم بھی تھا۔ پھر چائے کا پہلا گھونٹ لیتے ہی اسے انجم یاد آ گئی...... اور وہ پریشان ہو گیا۔ اسے یاد آیا کہ اس نے گزشتہ شام انجم کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا۔ وہ خود اپنے غصے سے عاجز تھا لیکن کر کچھ نہیں سکتا تھا۔ جب اسے غصہ آتا تھا تو اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا...... اور انجم سے اپنی گزشتہ شام کی گفتگو پر غور کرتا رہا۔ بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ انجم کرکٹ کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ تاہم اسے ایک قاری کی حیثیت سے تنقید کا حق حاصل ہے۔ اسے چاہیے تھا کہ اسے نرمی سے مدلل گفتگو کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کرتا...... یعنی اس کا طرزِ عمل بے حد نامناسب تھا...... یہ سوچ کر اسے شرمندگی کا احساس ہونے لگا۔ وہ انجم سے معذرت کرنے کے لیے بے چین ہو گیا۔

چائے کی پیالی خالی کرنے کے بعد اس نے سگریٹ سلگایا اور ریسیور اٹھا کر اپنے اخبار کا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری جانب سے آپریٹر کی آواز سنائی دی تو اس نے انجم کے متعلق استفسار کیا لیکن انجم صبح سے اب تک دفتر نہیں آئی تھی۔ اس نے مایوس ہو کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ سگریٹ پینے کے دوران وہ سوچتا رہا۔ پھر اس نے دوبارہ ریسیور اٹھایا

اور اس بار انجم کے گھر کا نمبر ڈائل کیا۔ تیسری گھنٹی پر ملازمہ نے فون اٹھایا۔ اس سے پتا چلا کہ انجم گھر پر بھی نہیں ہے۔ ملازمہ نے بتایا کہ وہ نو بجے گھر سے نکلی ہے۔

ریحان سوچتا رہا اور کڑھتا رہا۔ شرمندگی کا احساس بڑھتا جا رہا تھا۔ یہ بھی اس کی فطرت تھی۔ غصے میں وہ آپے سے باہر ہو جاتا لیکن زیادتی کا احساس ہوتے ہی وہ بُری طرح شرمندہ ہوتا اور جب تک معذرت نہ کر لیتا۔ اس کی شرمندگی میں اضافہ ہی ہوتا رہتا۔ اس کا یہ رویہ ہر شخص کے لیے تھا جب کہ اس بار معاملہ انجم کا تھا...... اور انجم اس کے نزدیک کوئی عام ہستی نہیں تھی۔ جہاں تک شرمندگی کا تعلق ہے، وہ اپنے رویے پر شرمندہ تھا۔ البتہ وہ اپنے مؤقف پر سختی سے قائم تھا اور خود کو حق بجانب سمجھتا تھا۔

انجم کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے والد نوید صاحب کا امپورٹ ایکسپورٹ کا بہت پھیلا ہوا کاروبار تھا۔ انجم ان کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اسے جاب کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن وہ اپنی تعلیم سے عملی استفادہ کرنے کی قائل تھی۔ اس نے جرنلزم اور سیاسیات میں دو بار ایم اے کیا تھا۔ بی اے تک اس کے مضامین میں نفسیات بھی شامل رہی تھی۔ ان تمام چیزوں نے مل کر اسے ایک آئیڈیل صحافی بنا دیا تھا۔ صحافی ہی نہیں، ایک عام انسان کی حیثیت سے بھی وہ بے حد دلکش شخصیت کی حامل تھی۔ نرم خو، نرم گفتار اور مثبت سوچ رکھنے والی۔ وہ انسانوں کو ان کی خامیوں کی بنا پر مسترد کرنے کی قائل نہیں تھی، بلکہ ایسے موقعوں پر ان کی وجوہات کا کھوج لگانے کی کوشش کرتی تھی۔ اخباری ملازمت کے معاملے میں وہ ریحان سے جونیئر تھی۔ اخبار کے دفتر میں ان کی پہلی ملاقات ہوئی اور اس کے بعد سے وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف کھنچے چلے گئے۔ ان کے درمیان کبھی مستقبل کے سلسلے میں کوئی بات نہیں ہوئی لیکن دفتر کے لوگ بھانپ گئے تھے۔ انجم، ریحان کو متعدد بار اپنے گھر بھی لے جا چکی تھی۔

عام لوگوں کے برعکس انجم کے گھر والوں میں متمول ہونے کے باوجود رعونت نہیں تھی۔ انجم کے ماں باپ اور بھائی، سب ریحان سے بہت اچھی طرح ملے تھے۔ وہ لوگ انسان کو صرف اس کے ذاتی اوصاف کی کسوٹی پر پرکھنے کے قائل تھے۔ ریحان ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ انجم کی والدہ کو جب یہ علم ہوا کہ ریحان بچپن ہی میں ماں باپ کے سائے سے محروم ہو چکا ہے اور بالکل تنہا ہے تو وہ اس کے ساتھ خصوصی شفقت برتنے لگیں۔

شرمندگی کا احساس اور فزوں ہو گیا تھا۔ ریحان نے ایک بار پھر دونوں جگہ فون کیے

لیکن وہی جواب ملا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انجم کہاں چلی گئی ہے۔ وہ دیر تک کڑھتا رہا۔ پھر اس نے وقت گزاری کے لیے کاغذ قلم سنبھالا اور انگریزی ماہنامے ''دی رائٹر'' کے لیے نذیر عباس پر فیچر لکھنے میں مصروف ہو گیا لیکن دشواری یہ تھی کہ وہ اپنی توجہ کام پر مرکوز نہیں کر پا رہا تھا۔ اس کے باوجود اس نے کوشش ترک نہیں کی۔

ساڑھے تین بجے کے قریب اس نے پھر انجم سے رابطے کی کوشش کی۔ نتیجہ اس بار بھی حسبِ سابق تھا۔ البتہ انجم کے گھر پر اس بار فون اس کی امی نے اٹھایا تھا۔

''کیا بات ہے بیٹے! خیریت تو ہے۔ تم کچھ پریشان معلوم ہوتے ہو؟'' انجم کی امی نے پوچھا۔

''نہیں آنٹی! کوئی خاص بات نہیں۔''

''نہیں، کچھ تو ہے۔''

''وہ...... آنٹی...... دراصل کل میں نے انجم کو......'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی پوری تفصیل بتا گیا۔

''ارے...... تو اس میں پریشانی کی کون سی بات ہے۔'' انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''اول تو انجم خفا ہی نہیں ہوئی ہو گی...... اور اگر ہوئی بھی ہو گی تو فوراً ہی مان جائے گی۔ میں اس کا مزاج خوب سمجھتی ہوں، جانتے ہو، وہ تمہارے بارے میں کہتی ہے کہ اسپورٹس کے مبصرین میں ملک بھر میں تم سے بہتر کوئی نہیں ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ وہ ہمیشہ بے لاگ رائے دیتی ہے۔''

ریحان اور شرمندہ ہو گیا۔ ''پھر بھی آنٹی...... مجھے تو معذرت کرنا ہی ہے۔''

''ایک بات کہوں بیٹے...... بُرا تو نہیں مانو گے؟''

''کیسی باتیں کر رہی ہیں آنٹی! میں آپ کی بات کا بُرا مان سکتا ہوں؟''

''معذرت بہت اچھی چیز ہے۔'' انہوں نے شفقت آمیز لہجے میں کہا۔ ''لیکن بار بار معذرت اگر عادت بن جائے تو بہت بُری چیز ہے۔ بہتر یہی ہے کہ عملی معذرت کی عادت ڈالو۔''

''آنٹی...... میں آپ کی یہ بات ہمیشہ یاد رکھوں گا اور اس پر عمل کرنے کی بھی کوشش کروں گا۔'' ریحان نے پُرخلوص لہجے میں کہا۔

''اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ انجم جیسے ہی آئے گی، میں اس سے کہوں گی کہ وہ تمہیں فون کر لے۔''

''شکریہ آنٹی۔'' ریحان نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

انجم کی امی سے بات کرنے کے بعد ریحان خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا۔ اس نے اپنے لیے چائے بنائی اور پھر فیچر میں مصروف ہو گیا۔

☆======☆======☆

بارہواں کھلاڑی موٹر سائیکل سمیت شہزاد پلازہ کے دوسرے بلاک میں داخل ہوا۔ اس نے موٹر سائیکل زینوں کے نیچے کھڑی کی۔ وہ ہنڈا ففٹی تھی۔ اس کے اگلے کیرج میں ایک بڑی پیکنگ موجود تھی۔ اس نے پیکنگ اٹھائی اور زینوں کی طرف بڑھ گیا۔ میز نائن فلور کی چوتھی دکان میں پہنچ کر اس نے بڑی احتیاط سے پیکنگ کھولی۔ ستلی اور بڑا سا پلاسٹک کا ٹکڑا فرش پر ڈال کر وہ دوسری پیکنگ کی طرف متوجہ ہوا جو اخباری کاغذوں کی مرہون منت تھی۔ اخباری کاغذوں کے ہٹتے ہی ایک رائفل نمودار ہوئی۔ ساتھ ہی ٹیلی سکوپک سائٹ بھی تھی۔ اس نے بڑے ماہرانہ انداز میں ٹیلی سکوپک سائٹ رائفل پر فٹ کر دی۔ پھر اس نے کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی۔ پانچ بج کر پانچ منٹ ہوئے تھے۔

وہ رائفل لے کر کھڑکی کے خلا کے پاس جا کھڑا ہوا۔ پھر اس نے شِشت باندھنے کے انداز میں رائفل گھمائی۔ اس کی آنکھوں ٹیلی سکوپک سائٹ پر تھیں۔ سامنے والے فلیٹ کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ سب سے پہلے اسے ٹی وی سیٹ نظر آیا، جس پر گلدان رکھا تھا۔ پھر اس نے رائفل کو حرکت دی۔ اب ایک رائٹنگ ٹیبل اس کی نظروں کے سامنے تھی ٹیبل پر ایک طرف چائے کی پیالی اور دوسری طرف ٹیلی فون رکھا تھا۔ اس نے رائفل مزید دائیں جانب گھمائی۔ اب ریحان ہاشمی کا چہرہ اس کے سامنے تھا...... لیکن وہ سامنے کے رخ پر نہیں تھا۔ اس کے چہرے پر بھرپور انہماک کا تاثر تھا...... اور اس کا قلم کاغذ پر بہت تیزی سے حرکت کر رہا تھا۔

''خدا جانے، یہ شخص اب کس کے قتل کا اہتمام کر رہا ہے۔'' بارہویں کھلاڑی نے زیرلب کہا۔

اس وقت پانچ بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔

☆======☆======☆

عرفان اپارٹمنٹس کے فلیٹ نمبر آٹھ میں اسکواڈ ممبر مضطربانہ انداز میں ٹہل رہا تھا۔ حسبِ معمول وہ اس وقت گھر میں اکیلا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ابو چھ بجے سے پہلے گھر نہیں

آئیں گے۔ کھانا پکانے والی ماما عموماً سات بجے آتی تھی۔ وہ ٹہلتا رہا اور بار بار دیواری گھڑی کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر پانچ بج گئے۔

وہ میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔ کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے ریسیور اٹھایا۔ اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ پھر اسے خیال آیا کہ اسے ٹھیک سوا پانچ بجے فون کرنا ہے۔ وہ سوچتا رہا...... پھر اس نے ریسیور کریڈل پر ڈالنے کے بجائے میز پر رکھ دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ریحان کو فون کرنے کے وقت وہ کوئی اور کال ریسیو کرے۔

اس نے اپنے ہاتھوں کو سامنے پھیلایا۔ ہاتھ اب بھی لرز رہے تھے۔ ''لعنت ہے...... اس شم...... میرا مطلب ہے، ٹویلتھ مین نے مجھے کس مصیبت میں پھنسا دیا۔'' وہ بڑبڑایا...... اور دل ہی دل میں دعا کرنے لگا کہ کاش مقررہ وقت پر ریحان ہاشمی کہیں چلا جائے۔ اس کی نظریں دیواری گھڑی پر جمی ہوئی تھیں اور دل طوفانی رفتار سے دھڑک رہا تھا۔ ''ریحان صاحب نے میری آواز پہچان لی تو......'' اس نے سوچا اور لرز کر رہ گیا۔

وقت گزاری کے لیے اس نے اس روز کا اخبار اٹھایا اور تیسرے ٹیسٹ کے آخری دن کے کھیل پر ریحان ہاشمی کا تبصرہ پڑھنے لگا۔ جیسے جیسے وہ پڑھتا گیا، اس کے ہاتھوں کی لرزش معدوم ہوتی گئی۔ اب اس کے چہرے پر برہمی اور عزم کا امتزاج تھا۔

دیواری گھڑی کی چھوٹی سوئی پانچ پر اور بڑی سوئی دو پر پہنچ چکی تھی۔

☆======☆======☆

ریحان اپنے کام میں اس قدر منہمک تھا کہ اسے شروع میں فون کی گھنٹی کی آواز کا احساس ہی نہیں ہوا۔ تیسری گھنٹی پر وہ چونکا اور چوتھی گھنٹی پر اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے حسبِ توقع انجم کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو انجو!'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ اس کا دل عجیب انداز میں دھڑکنے لگا۔ ''خفا تو نہیں ہو؟''

''خفا ہوتی تو تمہیں فون کیوں کرتی۔'' انجم نے شوخ لہجے میں کہا۔

''میں تمہارا شکرگزار ہوں۔ کل میں نے تمہارے ساتھ بڑی زیادتی کی......''

''اور پھر تمہیں اس کا احساس بھی ہو گیا۔ تم آج سارا دن پریشان بھی رہے۔ میرے لیے یہی بہت ہے۔''

ریحان سے کچھ نہ بولا گیا۔ شرمندگی کے احساس نے جیسے قوتِ گویائی کو شل کر کے رکھ دیا تھا۔

''ہیلو ریحان......'' انجم کے لہجے میں تشویش تھی۔

"ہاں...... میں موجود ہوں۔" ریحان نے آہستہ سے کہا۔

"میں اس موضوع پر تم سے باقاعدہ گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ اخبار کے ایک عام قاری کی حیثیت سے یہ میرا حق ہے۔ یوں سمجھ لو کہ میں کرکٹ کی باریکیوں سے بے خبر تمہارے کالم کے پرستاروں کی نمائندہ ہوں۔ دیکھو نا ریحان، گفتگو کرنے سے ذہن کھلتا ہے۔ تنقید بہرحال آگے بڑھانے کا کام کرتی ہے۔ اپنا نکتہ نظر دوسروں پر تھوپنے سے تو بات نہیں بنتی۔"

"ہاں انجو! تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" ریحان نے گہری سانس لے کر کہا۔ "میں اس کے لیے تیار ہوں۔"

"شکریہ ریحان!"

"شکریہ تو میں تمہارا ادا کروں گا۔ میرا تو خیال تھا کہ تم......"

"بہت بدگمان ہو۔ میرا دیا ہوا وہ گلدان کہیں پھینک تو نہیں دیا...... یا اس میں سجے ہوئے پھول مرجھا تو نہیں گئے۔ اس میں ہمیشہ تازہ اور مہکتے ہوئے پھول رکھا کرو ریحان...... اور جب بھی مجھ پر اعتماد کم ہونے لگے۔ ان پھولوں کی خوشبو کو سانسوں میں اتار لیا کرو۔"

ریحان کے کچھ جواب دینے سے پہلے ہی دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔ ریحان نے انجم کے لہجے میں کوئی غیر معمولی بات محسوس کی تھی۔ اس کی آواز میں بھی خفیف سی لرزش تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ انجم نے اس گلدان کا حوالہ دیا تھا...... اور اس کی اہمیت اور معنویت اجاگر کی تھی۔ وہ ان کے درمیان قلبی تعلق کا پہلا اظہار تھا...... اور پہل انجم نے کی تھی۔ ریحان نے ریسیور کریڈل پر ڈالا اور پہلو بدلا۔ اب اس کی نظریں ٹی وی پر رکھے ہوئے گلدان پر جمی تھیں۔ کئی منٹ تک وہ ٹکٹکی باندھے کانچ کے اس نازک اور حسین گلدان کو بڑی محبت سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ اٹھا اور گلدان کی طرف بڑھ گیا۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ آج اس نے گلدان میں تازہ پھول نہیں سجائے ہیں۔

☆======☆======☆

ٹیلی سکوپک سائٹ میں اس وقت صرف ٹیلی فون کا ریسیور اور وہ ہاتھ نظر آ رہا تھا، جو ریسیور تھامے ہوئے تھا۔ بارہویں کھلاڑی کے جسم میں سنسنی سی دوڑنے لگی۔ وقتِ عمل آ پہنچا تھا۔ اس کا اعتماد کچھ متزلزل سا ہونے لگا۔ پھر اس نے خود کو یاد دلایا کہ کام اتنا مشکل بھی نہیں ہے۔

پھر ریسیور کریڈل پر ڈال دیا گیا۔ اب بارہویں کھلاڑی کے سامنے صرف ایک چہرہ تھا۔ پھر وہ چہرہ گھوما۔ بارہویں کھلاڑی نے رائفل کو گھمایا۔ سامنے والے فلیٹ کا مکین اب یقینی طور پر ٹی وی پر رکھے ہوئے گلدان کی طرف متوجہ تھا۔

اس نے رائفل کو گلدان کی سمت گھمایا۔ اب ٹیلی سکوپک سائٹ میں صرف گلدان نظر آ رہا تھا...... بہت بڑا گلدان۔ اس نے بڑی احتیاط سے نشانہ لیا۔ ٹرائیگر پر اس کی انگلی کا دباؤ بڑھ گیا تھا لیکن پھر اس نے اضطراری طور پر انگلی کھینچ لی۔ ٹیلسکوپک سائٹ میں ایک انسانی شکل گھس آئی تھی۔ ایسے میں فائر کرنا مخدوش تھا۔ اس نے دل ہی دل میں ریحان ہاشمی کو برا بھلا کہتے ہوئے ٹیلی سکوپک سائٹ سے نظریں ہٹا لیں اور سامنے دیکھنے لگا۔ وہ متجسس تھا کہ ریحان گلدان کی طرف کیوں گیا؛ پھر اس نے ریحان کو گلدان میں سے باسی پھول نکالتے دیکھا اور کراہ کر رہ گیا۔ ریحان ہاشمی اس کی دانست میں بے حد احمق آدمی ثابت ہو رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے تو اسے خدشہ ہوا کہ ریحان گلدان بھی وہاں سے ہٹا دے گا لیکن ریحان چند لمحے گلدان کو انگلی سے سہلانے کے بعد الٹے قدموں ہٹنے لگا۔ اس کے بائیں ہاتھ میں مرجھائے ہوئے پھولوں کا دستہ تھا۔

بارہویں کھلاڑی نے جلدی سے رائفل سیدھی کی اور ٹیلی سکوپک سائٹ میں دیکھا۔ اب وہاں خالی گلدان کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کا ہدف بے حد آسان تھا۔ اس نے اپنی سانس روک لی اور ٹرائیگر دبا دیا۔

فائر کی آواز بے حد خوفناک تھی۔ بارہواں کھلاڑی ریحان کا ردِعمل دیکھنے کے لیے نہیں رکا۔ اس نے بڑی پھرتی سے رائفل کی پیکنگ مکمل کی۔ اس کے ہاتھوں میں خفیف سی لرزش تھی لیکن اس سے قطع نظر وہ خود پر پوری طرح قابو پائے ہوئے تھا۔ پیکنگ مکمل کر کے وہ دکان سے نکلا اور بائیں جانب والی راہداری میں دوڑنے لگا۔ اس وقت وہ تیسرے بلاک میں تھا اور اسے بلاکس کو آپس میں ملانے والی راہداری کے ذریعے پہلے بلاک میں پہنچنا تھا۔ اس کی ریہرسل وہ پہلے ہی کئی بار کر چکا تھا۔

اسے پہلے بلاک میں اپنی منزل پر پہنچنے میں صرف تیس سیکنڈ لگے۔ وہ ایک دکان تھی، جس میں تعمیراتی سامان بلکہ کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ وہ واپسی تک رائفل چھپانے کے لیے بہترین جگہ تھی۔ اس طرف کسی کا خیال نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے جلدی جلدی رائفل کی پیکنگ کچھ سامان کے نیچے دبائی۔ پھر وہ گراؤنڈ فلور پر آیا اور نچلی راہداری کے ذریعے تیسرے بلاک کی طرف چل دیا۔ اب وہ چہل قدمی کے انداز میں چل رہا تھا۔

اپنی موٹر سائیکل کے پاس پہنچ کر اس نے گھڑی دیکھی۔ اسے فائر کیے ہوئے صرف ساڑھے تین منٹ ہوئے تھے۔ اتنی جلدی پولیس کے پہنچنے کا امکان نہیں تھا، پھر بھی اس نے احتیاط سے کام لیا اور موٹر سائیکل کو شاہراہ کی طرف لے جانے کے بجائے اورنگ آباد کی طرف لے آیا۔ یہ شارٹ کٹ کا موقع نہیں تھا۔ اب اسے عرفان اپارٹمنٹس پہنچنا تھا۔

☆======☆======☆

ریحان نے گلدان سے باسی پھولوں کا دستہ نکال کر بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ پھر اس نے بڑی محبت سے گلدان کو انگلی سے سہلایا۔ اس وقت وہ بے حد جذباتی ہو رہا تھا۔ وہ گلدان یک لخت ہی اس کے لیے اہمیت اختیار کر گیا تھا۔ پھر وہ الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگا۔ اس نے سوچا تھا کہ نیچے جا کر تازہ پھول توڑ کے لائے گا اور گلدان میں سجا دے گا۔

فائر کی خوفناک آواز نے اسے بری طرح چونکا دیا۔ اس کے ہاتھ سے مرجھائے ہوئے پھول گر گئے۔ فائر کی آواز کے ساتھ ہی چھناکے کی آواز بھی آئی۔ اس نے ٹی وی کے اوپر اس جگہ دیکھا، جہاں چند لمحے پہلے گلدان موجود تھا لیکن اب گلدان کرچی کرچی ہو کر بکھر چکا تھا۔ وہ سوچتا رہا۔ یہ سب کچھ اتنا اچانک ہوا تھا کہ وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ ایک تو اس کی کیفیت پہلے ہی بہت عجیب ہو رہی تھی۔ اسے تو بس یہ احساس تھا...... دکھ تھا کہ وہ بے حد اہم گلدان کرچی کرچی ہو گیا ہے۔ وہ ٹی وی سیٹ کی طرف بڑھا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ان کرچیوں کو بڑی احتیاط سے سمیٹنے لگا۔ اس دوران فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی لیکن اسے احساس نہیں تھا۔ اس کے ذہن میں بس یہی ایک خیال تھا کہ وہ گلدان ٹوٹ چکا ہے، اب صرف کرچیاں رہ گئی ہیں اور اسے ان کرچیوں کو محفوظ رکھنا تھا۔ وہ پلاسٹک کا تھیلا اپنی دراز سے نکالنے کے لیے میز کی طرف بڑھا۔ اسی وقت اسے فون کی گھنٹی بجنے کا احساس ہوا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا لیکن دوسری طرف کوئی آواز نہیں تھی۔ وہ دیر تک ہیلو ہیلو کرتا رہا لیکن اسے کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے جھنجلا کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور دراز سے پلاسٹک کی تھیلی نکال کر ٹی وی سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

کرچیاں تھیلی میں ڈالنے کے بعد اسے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ کانچ کے ٹکڑے اور پلاسٹک کی تھیلی۔ پھر اسے یہ خیال بھی آیا کہ اسے خود سے اس بچپنے کی توقع کبھی نہیں ہو سکتی تھی لیکن اگلے ہی لمحے اس نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اب یہ بچپنا بھی اس کے لیے اہم ہو گیا تھا۔ وہ بڑی احتیاط سے پلاسٹک کی تھیلی کو اپنی میز تک لایا۔ پھر

اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے دراز سے موٹے کاغذ کا بڑا لفافہ نکالا اور پلاسٹک کی تھیلی سے گلدان کی کرچیاں نکال کر لفافے میں ڈال دیں۔ اس کے بعد وہ چند لمحے اس جگہ کو خالی خالی نظروں سے تکتا رہا، جہاں چند لمحے پہلے گلدان موجود تھا۔ اچانک اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر ان میں خوف کی جھلکیاں نظر آنے لگیں۔ اسے پہلی بار شعوری طور پر احساس ہوا کہ گلدان پر فائر کیا گیا تھا اور گولی گلدان کو تہس نہس کر کے دیوار میں گھس گئی تھی۔ دیوار کا سوراخ اور اردگرد کا اکھڑا ہوا پلاستر اس بات کی گواہی دے رہا تھا۔

سوال یہ تھا کہ گولی گلدان پر چلائی گئی تھی یا اس کا نشانہ وہ خود تھا۔ فائر سے ایک لمحہ پہلے ہی تو وہ گلدان کے پاس سے ہٹا تھا۔ اس کے جسم میں سنسنی کی ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ یہ سب کچھ کیا تھا...... وہ واپس آ کر اپنی کرسی پر بیٹھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجروح دیوار کو تکتا رہا۔

☆======☆======☆

اسکواڈ ممبر نے ٹھیک سوا پانچ بجے ریحان کا نمبر ڈائل کیا لیکن رابطہ ملنے کے بجائے انگیج ٹون سنائی دی۔ وہ اور مضطرب ہو گیا۔ یہ سب کچھ اس کے اعصاب پر بے پناہ دباؤ ڈال رہا تھا۔ اگلے پانچ منٹ میں اس نے متعدد بار کوشش کی لیکن ہر بار لائن انگیج ملی۔ بالآخر نمبر مل ہی گیا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی لیکن ریسیور نہیں اٹھایا گیا۔ وہ خوش تھا کہ شاید اس کی دعائیں رنگ لائی ہیں اور ریحان فلیٹ میں موجود نہیں ہے۔ گویا اب اسے گفتگو کے ناخوشگوار اور خطرناک مرحلے سے نہیں گزرنا ہو گا۔ تاہم بارہویں کھلاڑی کو مطمئن کرنے کے لیے وہ ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا۔ دوسری طرف بیل اب بھی جا رہی تھی۔

پھر اچانک فائر کی خوفناک آواز سنائی دی اور اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ چند لمحے وہ سکتے کی سی حالت میں کھڑا رہا، پھر اس نے خود کو سنبھالا اور کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی نگاہیں نامکمل شہزاد پلازہ کے تیسرے بلاک کے منی فلور کی چوتھی کھڑکی پر جمی ہوئی تھیں لیکن وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا اور وہ فائر کی آواز اس کے ذہن میں اندیشے سرسرانے لگے۔ وہ ریحان سے فون پر رابطہ قائم نہیں کر سکا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ بارہویں کھلاڑی نے جھنجلا کر اپنے طور پر کوئی قدم اٹھا لیا ہو کوئی مخدوش قدم۔ فائر کی آواز تو یہی بتاتی تھی۔ وہ اپنے دوست کے متعلق خوب جانتا تھا، وہ جھنجلاہٹ اور غصے

میں کچھ بھی کر سکتا تھا۔

نجانے کتنی دیر وہ اسی طرح کھڑکی میں کھڑا رہا۔ پھر اسے خیال آیا کہ یہ بے سود ہے۔ اگر فائر بارہویں کھلاڑی نے کیا تھا تو وہ پروگرام کے مطابق وہاں سے کھسک لیا ہو گا۔ اسی وقت اطلاعی گھنٹی بجی اور اس نے دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔ دروازہ کھلتے ہی اسے اپنے دوست کا چہرہ نظر آیا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

''ہٹو بھئی...... کیا مجھے اندر نہیں آنے دو گے؟'' بارہویں کھلاڑی نے اسے دھکیلتے ہوئے کہا اور اندر آ گیا۔

''تت......تت......تو کیا......''

''سب کچھ پروگرام کے مطابق ہوا ہے۔ میں کبھی کچا کام نہیں کرتا۔'' بارہویں کھلاڑی نے فاتحانہ انداز میں انگوٹھا بلند کرتے ہوئے کہا۔''اور میرا خیال ہے، تم نے بھی اپنا کردار بخوبی ادا کیا ہے۔ بس ذرا سی گڑبڑ ہو گئی تھی۔ وہ بدبخت مرتے مرتے بچا ہے۔ عین موقع پر گلدان کے پاس آ گیا تھا۔ مجھے فائر ملتوی کرنا پڑا......'' اس دوران وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتا رہا تھا۔ پھر جیسے ہی اس کی نظر نیچے گرے ہوئے ریسیور پر پڑی، وہ ٹھٹک گیا۔''ارے...... یہ کیا؟''

''پتا نہیں، تم کیا کہہ رہے ہو؟'' اسکواڈ ممبر نے سنبھل کر کہا۔''میں تو اب تک اس سے بات ہی نہیں کر سکا ہوں۔ پہلے تو اس کا فون مسلسل انگیج رہا۔ پھر رابطہ ملا تو شاید وہ موجود نہیں تھا اس کے بعد میں نے فائر کی آواز سنی اور ریسیور میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ مجھے خیال ہی نہیں رہا اس کا۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر بالکل اسی طرح گلدان کی طرف دیکھا تھا، جیسے تمہاری ہدایت کے مطابق ایسا کر رہا ہو۔ اوہ...... ظاہر ہے، تم اسے گلدان کی طرف بڑھنے کی ہدایت تو نہیں دے سکتے تھے۔ کوئی اور ہی چکر رہا ہو گا...... خیر۔'' اس نے ریسیور اٹھا کر کانوں سے لگایا۔ ایئر پیس میں سائیں سائیں کے علاوہ کوئی آواز نہیں تھی...... کوئی ٹون نہیں تھی۔''گویا اس سے بات نہیں ہو سکی لیکن میں اپنا کام کر چکا ہوں۔'' اس نے پُرخیال لہجے میں کہا۔

''دیکھ لو...... ساری منصوبہ بندی دھری رہ گئی۔'' اسکواڈ ممبر نے کہا۔

بارہواں کھلاڑی کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔''دیکھ لو...... یہ ہے میری منصوبہ بندی کا کمال۔ جو ہوا، وہ ہمارے لیے اور بہتر ہوا۔''

''وہ کیسے؟''

''تمہیں فون پر بارہویں کھلاڑی کا...... یعنی میرا کردار ادا کرنا تھا اور تم ہچکچا رہے تھے۔ یہی بات ہے نا؟''

اس کے ساتھی نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کی خاموشی اقرار یہ تھی۔

''کمال ہے۔ یہ خیال مجھے پہلے کیوں نہیں آیا'' بارہویں کھلاڑی نے دائیں ہاتھ ے بائیں ہتھیلی پر گھونسا مارتے ہوئے پُرجوش لہجے میں کہا۔''کمال ہے۔ حالانکہ یہ زیادہ ہتر تھا۔ خیر...... اب سہی...... وقت نے خود ہمیں صحیح راستے پر ڈال دیا ہے۔''

''کچھ سمجھاؤ بھی۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا ہے۔'' اسکواڈ ممبر کے لہجے میں بے بسی تھی۔

''سیدھی سی بات ہے۔ اب میں خود اسے فون کروں گا۔'' بارہویں کھلاڑی نے یسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

☆======☆======☆

کافی دیر ہو گئی تھی لیکن ریحان ہاشمی اب بھی دیوار کے اُدھڑے ہوئے پلاستر کو یکھے جا رہا تھا۔ پھر اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے دیوار سے نظریں ہٹائیں اور ہاتھ ھا کر ریسیور اٹھا لیا۔''ہیلو...... میں ریحان ہاشمی بول رہا ہوں۔''

''میں جانتا ہوں۔'' دوسری طرف سے سرد لہجے میں کہا گیا۔''مجھے تم سے بہت روری اور تفصیلی گفتگو کرنا ہے۔ میں تمہیں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر تم نے ری بات کیے بغیر رابطہ منقطع کیا تو یہ تمہارے ہی لیے نقصان دہ ہو گا۔''

دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز خاصی بھاری تھی۔ ریحان نے اندازہ لگایا لہ وہ آواز بنا کر بول رہا تھا۔ دھمکی آمیز لہجہ اور الفاظ سن کر ریحان کا خون کھول گیا تھا۔ ہم اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے بے حد نرم لہجے میں کہا۔''جی فرمائیے۔''

''اوہ...... اپنے کالم کے برعکس اس وقت آپ کا لہجہ بے حد مہذبانہ ہے۔''

''کالم لکھتے وقت میں محض ایک سپورٹس رائٹر ہوتا ہوں۔''

''گویا اس وقت آپ میں انسانیت نام کو بھی نہیں ہوتی۔''

''آپ حد سے بڑھ رہے ہیں مسٹر! بہرحال، آپ کام کی بات کریں۔'' ریحان کا بخت ہو گیا۔

''میں کام ہی کی بات کر رہا ہوں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کی آج

کی رپورٹ اخبار میں پڑھی ہے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ لکھتے وقت آپ انسان نہیں رہتے بلکہ آپ پر درندگی سوار ہو جاتی ہے۔ آپ مجھے حد سے بڑھنے پر ٹوک رہے ہیں۔ کبھی خود کو بھی ٹوک لیا کیجیے۔''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟'' ریحان بری طرح جھلا گیا۔

''میں چاہتا ہوں کہ آپ آج کے اخبار میں شائع ہونے والے اپنے آخری دن کے کھیل پر شرمناک تبصرے کے سلسلے میں اپنے کالم کے ذریعے قارئین سے معذرت طلب کریں اور آئندہ تبصرہ کرتے ہوئے یہ بات پیشِ نظر رکھا کریں کہ کھلاڑی بھی عام انسان ہوتے ہیں اور غیر معمولی دباؤ ان کے اعصاب بھی چٹخا دیتا ہے۔''

''آپ کی فرمائش پوری کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔ میں کھیل کی اصل روح کو سامنے رکھ کر کھلاڑیوں کی انفرادی اور اجتماعی کارکردگی پر تبصرہ کرتا ہوں۔ مجھے نہ کسی کھلاڑی سے کوئی خصوصی دلچسپی ہے، نہ عناد ہے۔ میں تعریف کرتے ہوئے یہ نہیں دیکھتا کہ کھلاڑی کوئی غیر ملکی ہے اور نہ تنقید کرتے ہوئے یہ سوچتا ہوں کہ کھلاڑی ایسا پاکستانی ہے، جسے میں ذاتی طور پر پسند کرتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میرا تبصرہ آپ کو شرمناک لگا لیکن مجھے اس پر شرمندگی ہرگز نہیں ہے۔''

''حالانکہ ہونا چاہیے۔ آپ کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں ہے کہ دوسرے لوگوں کو اپنی توقعات کی صلیب پر چڑھاتے رہیں۔''

''میرے پیارے قاری! میں قلم کا آدمی ہوں اور مجھے اپنے قلم کی حرمت بے حد عزیز ہے۔ آپ یقین کیجیے، میں تبصرہ کرتے ہوئے انتہائی دیانت داری سے کام لیتا ہوں۔''

''یہ قلم کی حرمت کا تصور آپ کا خود ساختہ ہے اور آپ اس خود ساختہ تصور کی حرمت کے لیے جیتے جاگتے انسانوں کے ساتھ ناانصافی کرتے ہیں۔ آپ نے کبھی یہ سوچا کہ آپ کا سفاک تبصرہ کسی بھی باصلاحیت کھلاڑی کے اعتماد کا قاتل ثابت ہو سکتا ہے۔ جہاں تک آپ کی دیانت کا تعلق ہے، مجھے یقین ہے کہ آپ اپنی حد تک سچے ہیں لیکن یہ ایک ایسی سچائی ہے، جسے صرف آپ کی...... آپ کے دل و دماغ کی تائید حاصل ہے۔ آپ کے لیے اس سچائی کو پرکھنا بھی تو ضروری ہے کیونکہ یہ انفرادی سچائی ہے۔''

''میرا دل، میرا دماغ اور میرا ضمیر مطمئن ہے۔ میری سفاک تنقید، جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ کھلاڑیوں کو خامیاں دور کرنے میں مدد دیتی ہے۔ میں ان کے کھیل پر تبصرہ

کرتا ہوں۔ میں نے کبھی کسی کی شخصیت پر تنقید نہیں کی...... ذاتیات پر نہیں لکھا۔ میرا موضوع صرف اور صرف کھیل ہے۔''

''اور کھیل کو موضوع بناتے ہوئے آپ دیگر عوامل کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔''

''آپ کن عوامل کی بات کر رہے ہیں میرے بھائی؟''

''گویا آپ یہ باتیں سمجھتے ہی نہیں اور بزعمِ خود آپ سپورٹس رائٹر ہیں۔'' دوسری طرف سے طنزیہ لہجے میں کہا گیا۔ ''بہرحال، میں آپ کو بتاتا ہوں۔ آپ مدراس ٹیسٹ کی مثال لیجیے، جس پر آپ کا کیا ہوا تبصرہ اس وقت زیرِ بحث ہے۔ آپ کو اندازہ ہے کہ مدراس میں غیر معمولی گرمی تھی؟ اس کے علاوہ پہلے دو ٹیسٹ میچوں میں بھارتی امپائرنگ پاکستانی ٹیم کے لیے سب سے بڑا خطرہ بن کر سامنے آئی۔ گزشتہ چار اننگز کے دوران پاکستانی کھلاڑیوں کے سلسلے میں امپائرز کے چودہ فیصلے مشکوک اور متنازعہ تھے۔ یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ مشکوک اور متنازعہ، یہ دونوں ڈپلومیٹک لفظ ہیں اور صورتِ حال کی صحیح عکاسی سے قاصر ہیں۔ اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ پاکستانی کھلاڑی ڈر گئے۔ انہیں خوف تھا کہ کسی بھی وقت انہیں محض ہلکی سی ایک اپیل پر مصلوب کیا جا سکتا ہے۔ پھر اس میچ میں بھی خراب امپائرنگ ہوئی ہے۔ ابھی دو ٹیسٹ باقی ہیں۔ آپ دیکھیے گا، ان دو ٹیسٹ میچوں میں پاکستانی کھلاڑی اور زیادہ دبے ہوئے نظر آئیں گے۔ اس کے بعد کراؤڈ کو لیجیے۔ انڈین کراؤڈ دنیا کا سب سے زیادہ اَن اسپورٹنگ کراؤڈ ہے۔ ان کی تالیوں کے دو ہی رخ ہوتے ہیں۔ نہ صرف اتنا معلوم ہو کہ اس وقت بیٹنگ کون سی سائیڈ کر رہی ہے تو میں صرف تالیاں سن کر کمنٹری کر سکتا ہوں۔ اگر بھارت کی بیٹنگ کے دوران تالیاں بجی ہیں تو یقیناً بیٹس مین نے چوکا یا چھکا لگایا ہے۔ خاموشی کا مطلب یہ ہے کہ بیٹسمین آؤٹ ہو گیا ہے۔ پاکستانی بیٹنگ کے دوران سناٹا ہمارے لیے خوش آئند ہوتا ہے۔ ہلکی تالیوں کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھارتی کھلاڑی نے بہت اچھی فیلڈنگ کی ہے۔ زبردست تالیوں کا مطلب یہ ہے کہ پاکستانی بیٹسمین بیٹ ہوا ہے، اس کے خلاف زبردست اپیل ہوئی ہے یا وہ آؤٹ ہو گیا ہے۔ آپ ان عوامل کو نظر انداز کر کے کھیل پر کیسے تبصرہ کر سکتے ہیں۔ اب بتائیے، کیا آپ نے زیرِ بحث تبصرہ لکھتے ہوئے ان عوامل پر غور کیا تھا؟''

ریحان بڑی توجہ سے سنتا رہا تھا۔ کراؤڈ کے سلسلے میں وہ اپنے معترض سے پوری طرح متفق تھا لیکن یہ بھی جانتا تھا کہ یہ ان مسئلوں میں سے ہے، جنہیں لاینحل ہونے کی بنیاد پر قبول کرنا پڑتا ہے۔ ''بھائی...... آپ عوامل کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک اہم فیکٹر کو

نظر انداز کر گئے ہیں۔'' اس نے بے حد رسان سے کہا۔

''آپ فرمائیے۔''

''ٹیسٹ میچ کا اپنا ایک پریشر ہوتا ہے۔''

''درست فرمایا آپ نے۔ اسے بھی شامل کر لیجیے۔''

''آپ اسے سمجھتے بھی ہیں۔''

''میرا خیال ہے، میں سمجھتا ہوں۔''

ریحان نے اپنے مخاطب کی ہچکچاہٹ بھانپ لی۔ ''میرا خیال ہے، آپ نہیں سمجھتے۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔ ٹیسٹ کرکٹ کی طوالت بھی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ یہ ہر اعتبار سے سپر فٹ کھلاڑیوں کا کھیل ہے۔ کھلاڑی کے اعصاب کا آہنی ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ جن عوامل کا آپ نے تذکرہ کیا، وہ ٹیسٹ میچ پریشر ہی کا ایک حصہ ہیں۔ ایک چیز ٹیسٹ ٹمپرامنٹ بھی ہوتی ہے۔ جو کھلاڑی اس سے محروم ہوں، وہ غیر معمولی کھلاڑی ہونے کے باوجود ٹیسٹ میچ نہیں کھیل سکتے۔ شفیق پاپا اور منصور اختر اس کی بہترین مثال ہیں۔ دونوں فرسٹ کلاس کے بہت اچھے کھلاڑی ہیں۔ بہت خوب صورت بیٹنگ ہے ان کی، لیکن وہ ٹیسٹ فیلیور ہیں۔ اس ملک میں ہزاروں باصلاحیت کھلاڑی ہیں لیکن ان میں سے گنتی کے کچھ لوگ ہیں جو ٹیسٹ لیول تک آتے ہیں۔ ٹیسٹ میچ کے لیے ان کا سلیکشن، اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ٹیسٹ کرکٹ کا پریشر سہارنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ میں بھی ان کی اہلیت پر یقین رکھتا ہوں۔ اسی لیے خراب کارکردگی پر انہیں آڑے ہاتھوں لیتا ہوں۔ آپ کے عوامل تسلیم کر لیے جائیں، تب بھی میری تنقید بے جا ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ آپ کے بیان کردہ عوامل ٹیسٹ پریشر کا حصہ ہیں۔ اس صورت میں صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ جو کھلاڑی اس پریشر کو برداشت نہیں کر سکتا، وہ ٹیسٹ کرکٹ کے لیے نااہل ہے۔ اس صورت میں بی سی سی پی کی سلیکشن کمیٹی نااہل ہے لیکن بات یہ نہیں ہے، میرے بھائی! بھارت کا دورہ کرنے والے بیشتر کھلاڑی خود کو ٹیسٹ کرکٹر کی حیثیت سے منوا چکے ہیں۔''

دوسری طرف کچھ دیر خاموشی رہی۔ اس کی مدلل گفتگو نے اس کے مخاطب کو بُری طرح گڑبڑا دیا تھا۔ ریحان دل ہی دل میں ہنس دیا۔ اب اسے اس گفتگو میں لطف آ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے کے سنگین واقعے کو بھول گیا تھا۔ کرکٹ، اس کا پسندیدہ ترین موضوع اور اس کی کمزوری تھی...... اور پھر گفتگو اس کی مرضی کے مطابق چل رہی تھی۔ ''ہیلو...... کیا

میں ریسیور رکھ دوں۔'' اس نے کہا۔

''جی نہیں۔ میں آپ کی باتوں پر غور کر رہا تھا۔'' دوسری طرف سے جواب ملا۔ ''میرا خیال ہے، اپنے ڈرائنگ روم کے پُرسکون ماحول میں بیٹھ کر ٹی وی پر میچ دیکھ کر تبصرہ کرنے والے اور کچھ کر بھی نہیں سکتے۔ میدان میں کھلاڑیوں پر کیا گزر رہی ہے۔ یہ وہ کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ پھر بھی آپ کو اپنے پیشے کے پیشِ نظر تصور کو کام میں لانا چاہیے۔''

''جب ایک کھلاڑی ٹیسٹ کھیلنا قبول کرتا ہے تو وہ ساتھ میں یہ تمام باتیں بھی قبول کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ میری ہمدردی صرف کارکردگی کی بنیاد پر حاصل کر سکتا ہے۔'' ریحان نے بے حد سفاک لہجے میں کہا۔ ''کوئی باؤلر بہترین باؤلنگ کرتا ہے تو میں اس کی تعریف کرتا ہوں، خواہ اسے ایک وکٹ بھی نہ ملی ہو لیکن میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ خراب کارکردگی کا کوئی جواز بھی ہو سکتا ہے۔ رہی ڈرائنگ روم کی بات، تو یہ بتا دوں کہ کرکٹ میدان میرے لیے نیا نہیں ہے۔ میں نے برسوں کرکٹ کھیلی ہے...... اور کیسی کرکٹ کھیلی ہے، اس کی گواہی میرا فرسٹ کلاس کرکٹ کا ریکارڈ دے گا۔'' اس کا لہجہ فخریہ ہو گیا۔

''لیکن آپ ٹیسٹ کرکٹ سے محروم رہ گئے۔ ممکن ہے، غیر شعوری طور پر آپ ٹیسٹ کرکٹرز سے اپنی محرومی کا انتقام لے رہے ہوں۔''

''ہرگز نہیں۔'' ریحان نے بے حد تحمل سے کہا۔ ''میں نہیں سمجھتا کہ میں ٹیسٹ کرکٹ کی اہلیت رکھتا تھا، اس لیے مجھے کوئی ملال نہیں ہے۔ اگر ہوتا بھی تو میں کسی سے اس کا انتقام ہرگز نہیں لیتا۔ مجھے کرکٹ اور کرکٹرز سے عشق ہے۔ سمجھے آپ!''

''لاشعور کے بارے میں کوئی شخص کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ ماہرِ نفسیات سے رجوع کیجیے۔''

''دیکھو مسٹر! میں نے تمہاری بکواس بہت سن لی۔'' اس بار ریحان آپے سے باہر ہو گیا۔ ''میں مطمئن ہوں، میرا ضمیر مطمئن ہے۔ لہٰذا ہیرو ورشپ کے مرض میں مبتلا کوئی جذباتی احمق، مجھے لکھنا نہیں سکھا سکتا۔ میں جو کچھ دیکھوں گا، محسوس کروں گا، وہی لکھوں گا۔''

''لیکن زیادہ عرصے تک نہیں لکھ سکو گے۔'' دوسری طرف سے سرد لہجے میں کہا گیا۔

''تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟''

''پرانی بات ہے۔ دھمکی تو میں پہلے ہی دے چکا ہوں لیکن زبانی نہیں، عملی طور پر۔

اب تو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ سدھر جاؤ ورنہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' ریحان کی نظریں غیر شعوری طور پر دیوار کے ادھڑے ہوئے پلاستر کی طرف اٹھ گئیں۔

''وہ گلدان بہت خوب صورت تھا لیکن گلدان دوبارہ خریدا جا سکتا ہے۔ کھوپڑی دوبارہ نہیں ملے گی۔''

''اوہ...... تو وہ تم تھے۔'' ریحان دانت پیستے ہوئے ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''تمہارے لیے یہی بہتر ہوتا کہ تم میرے سر کا نشانہ لیتے۔ وہ گلدان مجھے بہت عزیز تھا۔ یقین رکھو، میں اب تمہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ تمہیں اپنے کچے نشانے پر عمر بھر افسوس رہے گا۔''

''میرا نشانہ ہرگز کچا نہیں ہے۔ کچا ہوتا تو گولی اس وقت تمہاری کمر میں پیوست ہو گئی ہوتی، جب تم اچانک گلدان کی طرف بڑھ آئے تھے۔'' فخریہ لہجے میں کہا گیا۔

ریحان کو احساس ہو گیا کہ اس کا مخاطب درست کہہ رہا ہے۔ گل دان کا نشانہ لیتے ہوئے اس کی کمر ہی زد میں آ سکتی تھی۔ ''وہ گلدان......'' اس نے تپے ہوئے لہجے میں کہنا چاہا۔

''کھوپڑی کے گلدان کی فکر کرو ریحان ہاشمی!'' مخاطب نے سرد لہجے میں اس کی بات کاٹ دی۔ ''اگر تم نہیں سدھرے تو میں تمہاری کھوپڑی کے گلدان کو کم از کم ایک سرخ پھول سے ضرور آراستہ کر دوں گا۔ یاد رکھو، میری رائفل میں ابھی تمہارے نام کی ایک گولی موجود ہے اور وہ گولی بہت گھنی ہے۔ بڑی خاموشی سے تم تک پہنچے گی اور میری رائفل پر ٹیلی سکوپک سائٹ بھی موجود ہے۔ اپنے کالم کے ذریعے معذرت کر دو یا پھر مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس صورت میں موت سمت بتائے بغیر بڑی خاموشی سے تم پر حملہ آور ہو گی۔''

''تم ہو کیا بلا؟'' ریحان کا غصہ اور بڑھ گیا۔ گلدان کے زیاں کا احساس اس کے وجود میں آگ سی بھڑکائے دے رہا تھا۔

''میں بارہواں کھلاڑی ہوں۔''

''بارہواں کھلاڑی!''

''ہاں...... میں قومی کرکٹ کا بارہواں کھلاڑی ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا۔ ریحان نے ریسیور کریڈل پر پٹخا اور کچھ

سوچنے لگا۔ اس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں اور چہرہ فرط غیظ سے تمتما رہا تھا۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا اور مقامی تھانے کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

☆======☆======☆

بارہواں کھلاڑی شاہراہ کی طرف کھلنے والی کھڑکی میں کھڑا تھا۔ وہ سڑک کا جائزہ لے رہا تھا بلکہ اسے پولیس کی آمد کا انتظار تھا۔ اسے یقین تھا کہ اب تک ریحان ہاشمی پولیس کو فون کر چکا ہو گا۔ فون کی گھنٹی بجی لیکن اس نے فون کی طرف توجہ نہیں دی۔ اس کے ساتھی نے فون اٹینڈ کیا اور کچھ دیر ہوں ہاں کرنے کے بعد فون رکھ دیا۔ پھر وہ اس کی طرف چلا آیا۔

''کس کا فون تھا؟'' بارہویں کھلاڑی نے پوچھا۔

''ابو کا...... کہہ رہے تھے کہ کام زیادہ ہے۔ واپسی میں کچھ دیر ہو جائے گی۔''

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ میں یہاں رک کر پولیس کی سرگرمیوں پر نظر رکھنا چاہتا ہوں۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ یہاں سے جاتے ہوئے رائفل ساتھ لے جاؤں گا لیکن اب یہ مخدوش معلوم ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ رائفل لے جانے کا کام کل پر ٹالنا پڑے گا۔ پولیس اب کسی بھی لمحے آنے والی ہے۔ وہ لوگ سب سے پہلے شہزاد پلازہ پر توجہ دیں گے۔''

اطلاعی گھنٹی کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ اسکواڈ ممبر نے پلٹ کر دیکھا۔ البتہ بارہواں کھلاڑی اب بھی سڑک کی طرف متوجہ تھا۔

''کھانا پکانے والی ماما ہو گی۔'' اسکواڈ ممبر نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

بارہویں کھلاڑی کی سماعت تک اس کی بات نہیں پہنچ سکی۔ اس وقت اس کی تمام حسیات کھنچ کر آنکھوں میں مرتکز ہو گئی تھیں۔ اس کی نظریں مقامی تھانے کی طرف سے آنے والی پولیس کی پک اپ پر جمی تھیں۔ اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔

☆======☆======☆

ریحان نے پولیس اسٹیشن فون کرنے کے فوراً بعد ہی اپنے دفتر بھی فون کیا تھا۔ اسے فون کے بعد زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دس ہی منٹ ہوئے ہوں گے کہ انسپکٹر آصف ایک اسسٹنٹ سب انسپکٹر اور ایک کانسٹیبل کے ہمراہ آ پہنچا۔ ریحان نے اسے دیوار دکھائی اور تفصیل بتانا شروع ہی کی تھی کہ دفتر سے کرائم رپورٹر سعید آ گیا۔ انسپکٹر

آصف اس سے بڑی گرمجوشی سے ملا۔ ان دونوں کے درمیان پرانی یاد اللہ تھی۔ آصف نے عرفان اپارٹمنٹس پہنچنے میں غیر معمولی مستعدی کا مظاہرہ کیا تھا کیونکہ معاملہ ایک صحافی کا تھا لیکن یہ معلوم کر کے کہ ریحان کا تعلق اسی اخبار سے ہے، جس کے لیے سعید کام کرتا ہے، اس کی دلچسپی اور بڑھ گئی۔

"ایسا لگتا ہے کہ تم عوامی ہیرو بننے والے ہو۔" سعید نے ریحان کے کندھے پر بے تکلفی سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "ہمارے اخبار کے لیے بہرحال ایک نیک شگون ہے پبلک ٹوٹ پڑے گی اخبار پر اور تمہارے کالم کی مقبولیت کہیں سے کہیں جا پہنچے گی۔"

انسپکٹر آصف نے بڑی بدمزگی سے سعید کو دیکھا اسے حیرت ہوئی تھی کہ اخبار والے ہمیشہ ہر بات سرکولیشن کے حوالے سے کیوں سوچتے ہیں۔

"فی الحال تو ایسا لگتا ہے کہ میں ولن کا کردار ادا کر رہا ہوں۔" ریحان نے منہ بنا کر کہا۔

"میرا خیال ہے، آپ مجھے واقعے کی تفصیل بتانے والے تھے۔" انسپکٹر آصف نے اسے یاد دلایا۔

ریحان نے پوری تفصیل بیان کر دی۔ بس انجم کے فون کا تذکرہ گول کر دیا۔ ذاتی باتیں لوگوں کے سامنے بیان کرنا اسے کبھی اچھا نہیں لگتا تھا۔

"گلدان کی کرچیاں کہیں نظر نہیں آ رہی ہیں۔" انسپکٹر نے فرش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ میں نے سمیٹ کر ایک لفافے میں رکھ دی تھیں۔" ریحان نے میز کی طرف اشارہ کیا۔

انسپکٹر چند لمحے لفافے کو پُرخیال نظروں سے تکتا رہا۔ پھر بولا۔ "خیر...... اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔" پھر وہ اُدھڑی ہوئی دیوار کی طرف بڑھ گیا۔ "گولی دیوار میں پیوست ہے۔ ابھی کچھ دیر بعد ٹیکنیکل سٹاف آئے گا، وہ گولی نکال لیں گے۔ پلیز، آپ ان کے ساتھ تعاون کیجیے گا۔"

ریحان نے سر کو تفہیمی جنبش دی لیکن خاموش رہا۔

انسپکٹر چند لمحے دیوار کو بغور دیکھتا رہا۔ پھر اس نے پلٹ کر کھلی ہوئی کھڑکی کی طرف دیکھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ گولی کے دیوار میں گھسنے کے زاویئے کی مدد سے کوئی اندازہ قائم کر رہا ہو۔ پھر وہ کھلی ہوئی کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ اب وہ پُرخیال نظروں

سے زیرِ تعمیر شہزاد پلازہ کو دیکھ رہا تھا۔ چند لمحے وہ کھڑا رہا، پھر پلٹ کر ریحان سے مخاطب ہو گیا۔ "آپ کا کہنا ہے کہ فون پر بات کرنے والا آواز بدل کر بول رہا تھا؟"

"جی ہاں...... مجھے یقین ہے۔" ریحان نے جواب دیا۔

"بہرحال، ایک بات طے ہے۔ مجرم وکوئی بھی ہے، بہت ذہین ہے۔" انسپکٹر نے کہا۔

"میں تم سے متفق ہوں۔" کرائم رپورٹر سعید نے کہا۔ "اس نے فائر یقیناً شہزاد پلازہ کے اندر سے کیا ہو گا۔ فائر کرنے کے لیے اس نے بہترین وقت کا انتخاب کیا۔ شہزاد پلازہ کی الیکٹرک سپلائی منقطع ہو چکی ہے۔ اتنے اندھیرے میں وہاں کی تلاشی نہیں لی جا سکتی۔"

"یہی بات ہے۔" انسپکٹر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے یہ کام کل پر چھوڑنا پڑے گا۔ ویسے آپ کا کیا خیال ہے ہاشمی صاحب! فون پر گفتگو کرنے والا دھمکی کے معاملے میں سنجیدہ تھا؟"

"بظاہر تو سنجیدہ ہی تھا۔" ریحان نے جواب دیا۔ "لیکن میرے خیال میں وہ محض ایک دل جلا تھا جو......"

"احمقانہ خیال ہے۔" سعید نے اس کی بات کاٹ دی۔ "دھمکی سے پہلے فائر کر کے اس نے اپنی سنجیدگی کا ثبوت فراہم کر دیا تھا۔"

"یہی بات ہے۔" انسپکٹر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "فی الوقت میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ خاصی طاقتور رائفل استعمال کی گئی ہے، جو اس کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ہمارا مطلوبہ آدمی کوئی پروفیشنل بھی ہو سکتا ہے۔"

"لیکن اس کی آواز...... اس کا لہجہ۔" ریحان نے احتجاج کیا۔ "اور پھر کرکٹ کے بارے میں اس کی گفتگو۔ وہ گفتگو کوئی جرائم پیشہ آدمی نہیں کر سکتا۔"

"جرائم پیشہ افراد کے بارے میں تم کچھ بھی نہیں جانتے۔" سعید نے کہا۔ "ان میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض لوگ اتنے تعلیم یافتہ اور مہذب ہوتے ہیں کہ تم ان سے گھنٹوں گفتگو کے بعد بھی ان پر شک نہیں کر سکتے، بلکہ وہ مجرم ثابت ہو جائیں، تب بھی تمہیں یقین نہیں آئے گا۔"

ریحان کندھے جھٹک کر رہ گیا۔

"فی الحال ہمارے پاس کوئی کلیو نہیں ہے۔" انسپکٹر نے کہا۔ "بہرحال، میں آپ کی

حفاظت کا بندوبست کر دوں گا۔ میرا خیال ہے، کل تک ہماری تفتیش کی گاڑی چلنا شروع کر دے گی، تب میں انشاء اللہ آپ کو کچھ بتا سکوں گا۔"

ریحان حفاظتی انتظامات کی حماقت پر احتجاج کرنا چاہتا تھا لیکن کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا۔

"ابھی کچھ دیر میں ٹیکنیکل سٹاف آ جائے گا۔" انسپکٹر نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ پھر اچانک وہ پلٹا اور اس نے کھڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "یہ کھڑکی عموماً کھلی رہتی ہے کیا؟"

"جی ہاں...... میری موجودگی میں تو کھلی ہی رہتی ہے، تازہ ہوا کی آمد کا یہ واحد راستہ ہے۔" ریحان نے جواب دیا۔

"زندگی تازہ ہوا کے مقابلے میں زیادہ اہم ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ کچھ دن آپ اس کھڑکی کو بند رکھیں۔" انسپکٹر نے کہا اور باہر نکل گیا۔ اس کے ماتحت اس کے پیچھے تھے۔

☆======☆======☆

بارہواں کھلاڑی بدستور کھڑکی میں کھڑا تھا۔ پھر اس نے انسپکٹر اور اس کے ماتحتوں کو عمارت سے نکلتے دیکھا لیکن اس کی توقع کے برعکس وہ سڑک پار کر کے شہزاد پلازہ کی طرف جانے کے بجائے اپنی پک اپ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ الجھ کر رہ گیا۔ معاملہ ایک صحافی کا تھا اور ایسے میں پولیس سے بے پروائی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے پولیس پک اپ وہاں سے واپس چلی گئی۔ وہ سوچتا اور الجھتا رہا۔ پھر اچانک اسے تاریکی کا احساس ہوا اور اس کی سمجھ میں سب کچھ آ گیا۔ نامکمل اور غیر آباد شہزاد پلازہ نہ صرف روشنی سے محروم تھا بلکہ اسے روشنی کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ لہٰذا پولیس اس وقت کوئی کارروائی نہیں کر سکتی تھی۔

وہ احساسِ فتح سے سرشار کھڑکی سے ہٹ آیا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ اب اسے تھکن کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کا ساتھی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"ٹارچ مل سکتی ہے؟" بارہویں کھلاڑی نے پوچھا۔

"ہاں...... کیا کرو گے ٹارچ کا؟" اسکواڈ ممبر نے جواباً پوچھا۔

"رائفل نکال کر لے جانے کے لیے یہ وقت مناسب ترین ہے لیکن عمارت میں اس وقت اندھیرا ہو گا۔"

اسکواڈ ممبر نے ٹارچ لا کر اس کی طرف بڑھا دی۔ بارہویں کھلاڑی نے جلا بجھا کر ٹارچ کو چیک کیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ "اچھا...... میں چلتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ وہ سدھر جائے گا؟" اسکواڈ ممبر نے پوچھا۔

"امکان تو یہی ہے...... اور یہی اس کے حق میں بہتر بھی ہے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" اسکواڈ ممبر کے لہجے میں خلوص تھا۔ وہ خلوص اس کے اپنے لیے بھی تھا۔ ریحان ہاشمی کے سدھر جانے ہی میں اس کی بھی بہتری تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اب اس کا دوست کسی بھی قیمت پر پیچھے نہیں ہٹے گا۔ اگر ریحان ہاشمی نہیں مانا تو وہ اپنے منصوبے پر عمل کر کے رہے گا۔ اسکواڈ ممبر جانتا تھا کہ اب وہ چاہے بھی تو پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ وہ اس معاملے میں پوری طرح ملوث ہو چکا تھا...... اس کا فلیٹ...... اس کا فون استعمال کیا جا چکا تھا۔ اب کچھ بھی تو نہیں ہو سکتا تھا۔

☆======☆======☆

انسپکٹر کے جانے کے بعد سعید نے ریحان کی مدد سے اخبار کے لیے رپورٹ تیار کی اور پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا۔ "اب تم کیا کرو گے؟" اس نے ریحان سے پوچھا۔

"اپنے کالم میں لوگوں سے معذرت کرو گے؟"

"نہیں، میں کالم میں اپنا نکتہ نظر وضاحت کے ساتھ پیش کروں گا۔"

"اور خود کو خطرے میں ڈال دو گے؟"

"دیکھو سعید! میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں کرکٹ کھیلنے اور سپورٹس رپورٹنگ کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ میری عمر 31 سال ہے اور اب میں اپنی زندگی کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ دوسری طرف مجھے اپنے پیشے کی حرمت بھی عزیز ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میری بات غلط نہیں ہے۔ ایسے میں، میں درست کو غلط کیسے لکھ سکتا ہوں۔ اگر یہ ہونا ہی ہے تو میرے لیے یہ پروفیشن چھوڑ دینا ہی بہتر رہے گا اور اس صورت میں بھی میں جیتے جی مر جاؤں گا۔ میں اصولوں پر کسی قسم کے سمجھوتے کا قائل نہیں ہوں۔ یہ پروفیشن چھوڑ کر جینے سے بہتر ہے کہ میں اس کی عزت کے لیے مر جاؤں۔ میں اس دھمکی کی وجہ سے پستی میں چھلانگ ہرگز نہیں لگاؤں گا۔"

"تم آئیڈیلسٹ لوگوں میں یہی تو خامی ہوتی ہے۔ حالات سے سمجھوتا کرنا نہیں جانتے۔" سعید نے آہ بھر کر کہا۔ "اچھا اب میں چلتا ہوں، یہ رپورٹ شاملِ اشاعت کرانا ہے اور ہاں، یہ کھڑکی......" وہ چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اس نے اٹھ کر کھڑکی بند کی

اور پردے کھینچ دیئے۔ ریحان خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

''اچھا دوست! خدا حافظ۔'' سعید نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ریحان نے اپنے لیے چائے بنائی۔ وہ چائے پی ہی رہا تھا کہ پولیس کا ٹیکنیکل اسٹاف آ گیا۔ انہوں نے پندرہ بیس منٹ میں اپنا کام مکمل کر لیا اور چلے گئے۔ ریحان نے فلیٹ کا دروازہ مقفل کیا۔ ڈرائنگ روم کی لائٹ آف کی اور خواب گاہ میں چلا آیا۔

اس رات وہ اپنے بستر پر لیٹ کر دیر تک سوچتا رہا۔ اس نے خود سے بہت سی بحث کی۔ ہر ہر زاویئے سے اپنے نکتہ نظر کو جانچا لیکن اس کا یہ یقین متزلزل نہ ہو سکا کہ وہ اپنے مؤقف میں سچا ہے۔ بالآخر اس کا وجود طمانیت کے احساس سے لبالب بھر گیا اور اسے نیند آ گئی۔

☆======☆======☆

اطلاعی گھنٹی کی آواز سن کر وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔ گھڑی پر نظر ڈالی۔ نو بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ وہ بڑبڑاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھولتے ہی اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ اس کے سامنے انجم کھڑی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں اخبار اور ایک پیکٹ تھا اور دوسرے میں پرس۔ لبوں پر خوب صورت مسکراہٹ تھی لیکن آنکھوں میں تشویش کا تاثر بھی واضح تھا۔

''انجو تم!''

انجم خاموش کھڑی مسکراتی رہی۔ پھر ریحان کو خود ہی احساس ہو گیا۔ وہ ایک طرف ہٹتے ہوئے بولا۔ ''اندر آ جاؤ۔''

انجم اس کے ساتھ اس کے ورکنگ روم میں چلی آئی۔ اس نے پرس اور پیکٹ میز پر رکھ دیا اور اخبار لہراتے ہوئے بولی۔ ''کیوں بھئی، یہ کیا چکر چلا دیا تم نے؟'' اس کا لہجہ خوشگوار تھا اور لبوں پر اب بھی مسکراہٹ تھی۔

''اس حال میں تو میں بات بھی نہیں کر سکوں گا۔'' ریحان نے بے بسی سے کہا۔ ''اب تک مجھ پر نیند کا دباؤ ہے۔ تم بیٹھو، میں ابھی آتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ باتھ روم کی طرف چلا گیا۔

انجم کمرے کا جائزہ لیتی رہی۔ اس نے ادھڑی ہوئی دیوار کو قریب جا کر دیکھا۔ پھر وہ سر ہلاتے ہوئے پلٹ آئی اور وہ پیکٹ کھولنے لگی، جو اپنے ساتھ لائی تھی۔

اس اہم کام سے فارغ ہو کر وہ کچن کی طرف چلی گئی۔ اس نے رات کے برتن

دھوئے اور پھر ناشتہ تیار کرنے میں مصروف ہو گئی۔ کچن میں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ بیس منٹ بعد ریحان باتھ روم سے نکلا تو وہ ناشتہ میز پر لگا چکی تھی۔ اب ریحان بے حد تر و تازہ دکھائی دے رہا تھا۔

''واہ بھئی واہ۔'' ریحان نے چہک کر کہا۔ ''تم تو اپنی افادیت میرے دل پر نقش کیے دے رہی ہو۔''

''بکومت۔'' انجم جھینپ گئی۔

''خیر اب پوچھو، کیا پوچھ رہی تھیں؟'' ریحان سنجیدہ ہو گیا۔

''ابھی نہیں، پہلے تم ناشتہ کر لو۔''

اچانک ریحان کو احساس ہوا کہ گزشتہ دوپہر دیر سے ناشتہ کرنے کے بعد سے اب تک اس نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ وہ بُری طرح ناشتے پر ٹوٹ پڑا۔ انجم مسکراتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئی۔ کچھ دیر بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھوں میں چائے کی دو پیالیاں تھیں۔ ایک پیالی اس نے ریحان کے سامنے رکھی پھر دوسری پیالی میز پر رکھ کر اس نے ناشتے کے برتن سمیٹے اور انہیں کچن میں چھوڑ آئی۔ ریحان نے چائے کا گھونٹ لیا۔ پھر اس نے سگریٹ سلگاتے ہوئے ایش ٹرے اپنی طرف کھینچی اور طمانیت بھرے انداز میں کرسی سے پشت ٹکا لی۔ ناشتہ...... چائے اور پھر سگریٹ کا پہلا کش...... ہر چیز جیسے مکمل ہو گئی تھی۔ انجم اس کے سامنے آ بیٹھی تھی اور اب چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

''اخبار میں جو کچھ چھپا ہے، اس سے زیادہ تو خود مجھے بھی معلوم نہیں۔'' ریحان نے ہنستے ہوئے کہا۔

''پھر بھی میں سب کچھ تمہارے منہ سے سننا چاہتی ہوں۔''

ریحان نے پہلی بار مکمل تفصیل سنا ڈالی۔ کیونکہ اس میں انجم کی کال کا تذکرہ بھی شامل تھا۔ گل دان کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں اور لہجہ تند ہو گیا۔ انجم بدستور مسکراتی رہی۔ ''بس یہ ہے سارا قصہ۔'' ریحان نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

''اور تم کہہ رہے تھے کہ جو کچھ اخبار میں چھپا ہے اس سے زیادہ تمہیں معلوم نہیں ہے۔'' انجم نے شریر لہجے میں کہا۔

''تو کیا غلط کہا تھا؟''

''اخبار میں میری کال کا تذکرہ نہیں ہے، حالانکہ وہ بہت اہم تھی کیونکہ اس کے فوراً

بعد ہی فائر کیا گیا۔ ممکن ہے، اس میں کوئی معنویت ہو۔“

”ہوتی رہے۔ وہ بہرحال ہمارا ذاتی معاملہ تھا۔“ ریحان نے سنجیدگی سے کہا۔

”انسپکٹر کو اس پر حیرت تھی کہ میں نے گلدان کی کرچیاں اتنی احتیاط سے کیوں رکھی ہیں۔ وہ الجھتا رہا لیکن ظاہر ہے، میں اسے کیسے بتا سکتا تھا۔“

”اب ان کرچیوں کو پھینک دینا۔“ انجم نے چائے کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”کیوں پھینک دوں۔ میں تو انہیں سنبھال کر رکھوں گا۔“

”دیکھو ریحان! گلدان زندہ جذبوں کی بے جان علامت تو ہو سکتا ہے لیکن پرانی کہانیوں کی طرح جذبوں کی جان اس قسم کی چیزوں میں بند نہیں ہوتی۔ یہ نہیں ہوتا کہ وابستہ چیز ٹوٹ گئی تو جذبہ بھی فنا ہو گیا۔ وہ گلدان تو محض ایک علامت تھا۔ کرچیاں رکھو گے تو ڈپریس ہو جاؤ گے۔ جذبوں پر اعتماد کھو بیٹھو گے۔“

”پھر بھی...... میں ان کرچیوں کو پھینکنا نہیں چاہتا۔“

”چلو، کوئی بات نہیں، خود ہی پھینک دو گے کبھی۔“ انجم نے بے پروائی سے کہا۔

”ہاں انجو! ایک بات ثابت ہو گئی۔ اس شام تم واقعی میرے قارئین کی نمائندگی کر رہی تھیں۔ یہ ردعمل یہی ثابت کرتا ہے۔“

”میں وائیلینٹ تو نہیں تھی۔“ انجم نے شکایت آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔

”میرا مطلب نہیں سمجھیں تم۔“ ریحان نے جلدی سے کہا۔ ”بارہویں کھلاڑی نے بھی میرے تبصرے کو تمہاری طرح بے رحمانہ قرار دیا تھا۔“

”خیر...... اب ارادہ کیا ہے تمہارا؟“

”تم کوئی مشورہ دو۔“

”سوچو، خود سے بحث کرو۔ اس کے بعد اگر خود کو غلطی پر محسوس کرو تو کالم کے ذریعے معذرت طلب کر لو۔ وعدہ کرو کہ اسے انا کا مسئلہ نہیں بناؤ گے۔“

”میں انا کا قائل ہی نہیں ہوں۔ تم جانتی ہو کہ میں معذرت کرنے کا ایکسپرٹ ہوں اور اب تو میں عملاً معذرت کرنا سیکھ رہا ہوں۔“

”اگر خود کو حق بجانب سمجھو تو ڈٹے رہو، خواہ نتیجہ کچھ بھی نکلے۔“

”جیتی رہو۔ یہی فیصلہ میں نے بھی کیا تھا۔ رات میں دیر تک خود سے بحث کرتا رہا۔ جب میں سویا تو پوری طرح مطمئن تھا۔ میں خوش ہوں کہ میں نے کبھی دیانت کا

دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا...... اور آئندہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔ میں مبصر ہوں اور مبصر جذباتیت کا شکار نہیں ہوتے۔“

”جذباتیت سے کیا مراد ہے تمہاری؟“

”ہیرو ورشپ۔“

”اس کا ایک رخ اور بھی ہے ریحان! تمہارا تبصرہ ایک ایسے شخص کا شدید جذباتی ردِعمل معلوم ہوتا ہے، جسے اپنی ٹیم سے بہت توقعات رہی ہوں لیکن اسے مایوس کر دیا گیا ہو۔“

ریحان چند لمحے سوچتا رہا، پھر بولا۔ ”میرے خیال میں ایسا نہیں ہے۔ بہرحال میں اس زاویئے سے بھی سوچوں گا لیکن میں اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتا۔“

”لیکن تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم اس سلسلے میں بات کریں گے۔“

”اب صورتِ حال بدل چکی ہے انجو! اس تبصرے پر تم سے زیادہ شدید ردِعمل سامنے آ چکا ہے۔ کل میرا کالم پڑھ لینا۔ تمہیں تمہارے تمام سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔“

”ٹھیک ہے، جیسے تمہاری مرضی۔“

”اور اب تم چل دو۔ تمہیں اس طرح یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔“

”تمہیں میری آمد پسند نہیں آئی، کیوں؟“

”میں بہت سے خوبصورت مرحلوں سے گزر کر تمہیں ہمیشہ کے لیے یہاں لانا چاہتا ہوں۔“

”میں تمہاری شکرگزار ہوں کہ تم نے میرے بارے میں اس انداز سے سوچا۔“ انجم کے لہجے میں سچائی تھی۔ ”میں آنا نہیں چاہتی تھی لیکن اب مجھے خوشی ہے کہ میں آ گئی۔“

وہ دونوں اٹھے اور کمرے میں چلے آئے۔ انجم نے اپنا پرس اٹھایا۔ ”اچھا میں چلتی ہوں۔ اخبار یہیں چھوڑے جا رہی ہوں، تمہارے لیے۔“ اس نے کہا لیکن ریحان نے کچھ نہیں سنا اس کی نظریں ٹی وی پر رکھے ہوئے گلدان پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر اس نے پلٹ کر اپنی میز پر رکھے ہوئے لفافے کو دیکھا، جس میں گلدان کی کرچیاں رکھی تھیں۔

”یہ...... یہ گلدان......“

”میرے پاس موجود تھا۔ میرا جی چاہا۔ سو لے آئی۔ خبر میں بھی ایک گلدان کا تذکرہ تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ یہ وہی گلدان ہو لیکن میرا دل کہہ رہا تھا کہ وہی ہے۔“

ریحان تشکر آمیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ تم آئیں۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔ ''مجھے تمہاری آمد کی خوشی ہوئی۔''

انجم کے جانے کے بعد اس نے کھڑکی کھول کر پردے سمیٹے اور اپنی میز پر آبیٹھا۔ اس نے لفافہ میز پر الٹ دیا۔ میز پر کرچیاں بکھر گئیں۔ وہ بڑی نرمی سے...... محبت سے کرچیوں کو سہلاتا رہا۔ اس کی نظریں اس گلدان پر جمی ہوئی تھیں جو اس کے لیے دوبارہ زندہ ہو گیا تھا۔ پھر اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ کوئی کرچی اس کی انگلی میں چبھ گئی تھی۔ اس نے انگلی سامنے کر کے دیکھا۔ انگلی کی بالائی پور پر ننھا سا سرخ نقطہ ابھر آیا تھا۔ جواب پھیل رہا تھا۔ تم نے ٹھیک کہا تھا انجو! اس نے زیرلب کہا۔ مجھے یقین ہے۔ کرچیاں رکھنے والے ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہوں گے...... جذبوں پر اعتماد کھو بیٹھتے ہوں گے۔ کرچیاں واقعی ضرر رساں ہوتی ہیں۔ اس نے کرچیوں کو بڑی احتیاط سے لفافے میں ڈالا اور باہر جا کر لفافہ کوڑے دان میں پھینک دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آدمی کو کرچیوں کا ماتم کرنے کے بجائے مہکتے ہوئے پھول سجانے کی فکر کرنی چاہیے۔ وہ پلٹا اور فلیٹ کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ پہلی فرصت میں نیچے سے پھول لا کر گلدان میں سجا دینا چاہتا تھا۔

☆======☆======☆

سوا دس بجے انسپکٹر آصف آ گیا۔ سعید اس کے ساتھ تھا۔ ''یہ آپ نے اچھا کیا۔'' اس نے گلدان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اس سے ہمیں یہ معلوم کرنے میں مدد ملے گی کہ فائر کہاں سے کیا گیا تھا۔'' پھر وہ کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

''اور سناؤ۔ رات کیسی گزری؟'' سعید نے ریحان سے پوچھا۔

''خوب ڈٹ کر سویا۔''

''اخبار پڑھا؟''

''نہیں، اب پڑھوں گا۔''

انسپکٹر آصف کھڑکی سے پلٹ آیا۔ ''یہ بارہویں کھلاڑی کا مخمصہ عجیب ہے۔'' اس نے کہا۔ ''اچھا خاصا جاسوسی ناولوں کا سا انداز ہے۔''

''وہ تو شکر ہے کہ پاکستانی ٹیم ابھی بھارت ہی میں ہے۔ ورنہ تم ہاتھ دھو کر مدراس ٹیسٹ کے بارہویں کھلاڑی کے پیچھے پڑ جاتے۔'' سعید نے اس پر چوٹ کی۔

''اور وہ غیر فطری بھی نہ ہوتا۔ ظاہر ہے اس کے پاس اس جرم کا محرک بھی ہوتا۔

ہم کم از کم اسے انڈر آبزرویشن تو ضرور رکھتے۔''

''حالانکہ مجرم نے اپنی اصل شخصیت چھپانے کے لیے خود کو بارہویں کھلاڑی کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے۔''

کچھ دیر بعد انسپکٹر آصف اور سعید شہزاد پلازہ کی طرف چلے گئے۔ ریحان اگلے روز کی اشاعت کے لیے اپنا کام لکھنے میں مصروف ہو گیا۔

☆======☆======☆

بارہواں کھلاڑی ساڑھے نو بجے کے قریب عرفان اپارٹمنٹس پہنچا۔ اسکواڈ ممبر ناشتے سے فارغ ہو کر اخبار پڑھ رہا تھا۔ عرفان اپارٹمنٹس میں فائرنگ والی خبر وہ کئی بار پڑھ چکا تھا۔ اس نے اخبار بارہویں کھلاڑی کی طرف بڑھایا۔

''میں پڑھ چکا ہوں۔'' بارہویں کھلاڑی نے کہا۔ ''تم سناؤ...... کچھ لطف آیا یہ خبر پڑھ کر؟''

اسکواڈ ممبر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کے جسم میں ابھی تک سنسنی دوڑ رہی تھی۔

''چائے پیو گے؟''

''پلاؤ گے تو ضرور پیوں گا۔''

کچھ دیر بعد اسکواڈ ممبر اس کے لیے چائے لے آیا۔ وہ اخبار پڑھتا رہا اور چائے کے گھونٹ لیتا رہا۔ چائے ختم کر کے وہ اٹھا اور کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ اب کی نظریں شہزاد پلازہ کے تیسرے بلاک پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اس نے اپنے ساتھی کو آواز دے کر بلا لیا۔ ''لو...... اصل تماشا تو اب ہو گا۔'' اس نے کہا۔

اسکواڈ ممبر نے شہزاد پلازہ کی طرف دیکھا۔ جسم میں سنسنی کا احساس شدید ہو گیا۔ شہزاد پلازہ میں پولیس کی سرگرمیاں شروع ہو گئی تھیں۔ دوسرا اور تیسرا بلاک ان کی خصوصی توجہ کا مرکز تھا۔ ''شم...... میرا مطلب ہے، تمہیں یقین ہے کہ ہم نے وہاں کوئی سراغ نہیں چھوڑا ہے۔'' اس نے بارہویں کھلاڑی سے پوچھا۔

''باؤلے ہوئے ہو۔ ہم لوگ تو سگریٹ بھی نہیں پیتے۔ دیکھ لینا یہ لوگ دیواروں سے سر ٹکراتے پھریں گے۔'' اس نے پولیس والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

☆======☆======☆

پولیس شہزاد پلازہ کی دیواروں سے سر ٹکراتی رہی۔ ریحان اپنے فلیٹ میں اپنے کام میں مصروف رہا۔ اس کے نزدیک یہ مقامِ شکر تھا کہ اسے کسی نے پریشان نہیں کیا

تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عمارت کے بیشتر فلیٹ غیر آباد تھے۔ جس زینے پر اس کا فلیٹ تھا۔ اس پر تین فلیٹ اور تھے، برابر والا اور سامنے والا فلیٹ خالی تھا۔ تیسرے فلیٹ میں صرف ایک باپ بیٹا رہتے تھے۔ ان کا خیال آتے ہی ریحان کا ہاتھ رک گیا۔ اس لڑکے فیاض سے اس کے اچھے خاصے تعلقات تھے۔ لڑکا خود بھی کرکٹ کا کھلاڑی تھا اور اس کے تبصروں میں بہت زیادہ دلچسپی لیتا تھا۔ یہ بات حیرت انگیز تھی کہ گزشتہ دو دن سے لڑکا اس کے پاس نہیں آیا تھا۔ پھر اس نے یہ سوچ کر اس کے خیال کو ذہن سے جھٹک دیا کہ لڑکا سمجھ دار ہے، شاید اس نے سوچا ہو کہ ہاشمی صاحب، اپ سیٹ ہوں گے انہیں اور تنگ کرنا، نامناسب ہوگا اور پھر یوں بھی مامتا سے محروم بچے کچھ عجیب ہی ہوتے ہیں..... خود اعتمادی سے محروم۔ وہ یہ بات بہت اچھی طرح سمجھ سکتا تھا۔

بہرحال وہ دوبارہ کام میں مصروف ہو گیا لیکن کچھ دیر بعد اسے ہاتھ روکنا ہی پڑا۔ انسپکٹر آصف پھر نازل ہو گیا تھا۔ حسبِ سابق اس کے ساتھ سعید بھی تھا۔ وہ دونوں تھکے تھکے انداز میں صوفے پر ڈھیر ہو گئے۔

"کیا رہا؟" ریحان نے انسپکٹر سے پوچھا۔

"یہ اندازہ تو ہو گیا ہے کہ گولی تیسرے بلاک کی چوتھی دکان سے چلائی گئی ہے لیکن مجرم نے کوئی سراغ نہیں چھوڑا ہے۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آپ کی حفاظت پر زیادہ توجہ دی جائے۔ کوئی نئی بات سامنے آئے تو مجھے فوری طور پر مطلع کر دیجیے گا۔"

"یہ آپ میری حفاظت پر اتنا زور کیوں دے رہے ہیں؟" اس بار ریحان سے رہا نہ گیا۔

ریحان نے سعید کی طرف دیکھا، جو اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔ اسے پہلی بار احساس ہوا کہ اس کی زندگی کو واقعتاً خطرہ لاحق ہے۔ کوئی بھی شخص محض کسی کو ڈرانے کے لیے رائفل سے فائر کرنے کی زحمت نہیں کر سکتا لیکن وہ بزدل نہیں تھا اور اس کے اعصاب بھی کمزور نہیں تھے۔ خطرے کے احساس نے اسے چوکنا تو کر دیا لیکن اسے خوف زدہ نہیں کر سکا۔

☆======☆======☆

اگلے روز اخبار میں اس کا کالم چھپا۔ اس کالم میں بارہویں کھلاڑی کے سوالات کا حوالہ دیے بغیر اس نے تمام باتوں کا مدلل جواب دیا تھا اور اپنا مؤقف پوری سچائی کے ساتھ واضح کرتے ہوئے اس بات کا اعادہ کیا تھا کہ وہ اپنے قلم کی حرمت کو کسی بھی طور

مجروح نہیں ہونے دے گا۔ اگلے روز کے دیگر تمام اخبارات لیٹ نیوز یعنی اس پر قاتلانہ حملے اور قتل کی دھمکی کی تفصیلات سے بھرے پڑے تھے۔ ملک کے طول و عرض میں بچہ بچہ ریحان ہاشمی کے نام سے واقف ہو گیا تھا۔

صحافتی حلقوں نے اس کے کام پر ملے جلے ردِعمل کا اظہار کیا تھا۔ کچھ ایسے تھے، جنہیں اس سے ہمدردی تھی اور وہ بھی اس کے مؤقف کی تائید کر رہے تھے۔ کچھ صحافی بارہویں کھلاڑی کے ہمنوا تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ریحان کھیل پر تبصرہ کرتے ہوئے بھی یہ بات نظر انداز کر دیتا ہے کہ کھلاڑی بھی گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان ہوتے ہیں۔ ایک حلقہ ایسا بھی تھا۔ جس کے نزدیک یہ محض ایک پبلسٹی اسٹنٹ تھا۔ ایسے لوگ صورتِ حال کو مضحکہ خیز قرار دے رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ پاکستان جیسے ملک میں اس انداز کے قاتلانہ حملے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تو بغیر بتائے حملہ کیا جاتا ہے اور عموماً ہدف کو بہ آسانی شکار کر لیا جاتا ہے۔ ایسا بھی عموماً سیاست دانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ کوئی معمولی سپورٹس رائٹر ایسی دھمکیوں اور حملوں کا ہدف نہیں ہو سکتا۔ اس نقطۂ نظر کے مخالفین یہ دلیل دیتے تھے کہ کرکٹ اب پاکستان کا مقبول ترین کھیل ہے۔ عام لوگ بھی کرکٹ کے قومی کھلاڑیوں سے شدید جذباتی وابستگی رکھتے ہیں۔ اس لیے یہ سب کچھ غیر فطری ہرگز نہیں ہے۔

ریحان نے اس سلسلے میں ہونٹ سی لیے تھے لیکن یہ سب کچھ اس کے لیے دہری اذیت کا باعث تھا۔ ایک تو وہ تماشا بن کر رہ گیا تھا۔ اس کے ساتھی بھی اس کا مضحکہ اڑانے سے نہیں چوکتے تھے۔ ایک نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اس نے راتوں رات شہرت حاصل کرنے کے لیے بڑی ذہانت سے کام لیا ہے۔ ایسے میں وہ ہنس کر خاموش ہو جانے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔ شاید زندگی میں پہلی بار وہ اپنے غصے پر قابو پانے میں کامیاب رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ غصے سے اس کا مسئلہ حل نہیں ہوگا بلکہ وہ اور نکو بن کر رہ جائے گا۔ دشواری یہ تھی کہ اس کے ملنے والوں کے نزدیک اب یہی ایک موضوعِ گفتگو رہ گیا تھا۔ صحافی برادری میں کوئی ایسا فرد نہیں تھا، جس نے اس سے مل کر اظہار ہمدردی نہ کیا ہو۔

دوسری اذیت یہ تھی کہ اسے آزادی سلب ہونے کا احساس بُری طرح ستاتا تھا۔ وہ کہیں بھی جاتا، اجنبی نگاہیں اس کا تعاقب کرتیں...... وجود میں چبھتیں اور یہ احساس غلط بھی نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سادہ لباس والے اس کا تعاقب کرتے ہیں۔ وہ خوف زدہ

بھی نہیں تھا لیکن چلتے چلتے اچانک پلٹ کر دیکھنے پر مجبور ہو جاتا۔ موٹر سائیکل چلاتے چلاتے اسے احساس ہوتا کہ کہیں سے فائر ہوگا...... بڑی خاموشی سے ایک گولی اس پر جھپٹے گی اور اس کی کھوپڑی میں اتر جائے گی ایسے میں اس کے ہاتھ لمحاتی لرزش کا شکار ہو جاتے۔ اس کے تصور میں شیشے کا ایک نازک سا گلدان لہرانے لگتا۔ جس میں ایک لہو رنگ پھول سجا ہوتا۔

پہلے دن وہ بے چینی سے انتظار کرتا رہا۔ یہ بات اسے خود بھی معلوم نہیں تھی کہ وہ رابطے کا منتظر ہے یا حملے کا لیکن کچھ بھی نہیں ہوا۔ دوسرے دن اس کی بے چینی اور بڑھ گئی۔ وہ سوچتا رہا کہ اس کا تبصرہ چھپے ہوئے آج دوسرا دن ہے اور بارہواں کھلاڑی آج یقیناً کوئی قدم اٹھائے گا۔ پورے دن وہ خاصا اعصاب زدہ رہا لیکن اس روز بھی کچھ نہیں ہوا۔

تیسرا دن بدترین تھا۔ اس روز اس کے اعصاب بُری طرح چیخ رہے تھے۔ وہ موت سے خوف زدہ اب بھی نہیں تھا لیکن انتظار بے حد اعصاب شکن ثابت ہو رہا تھا۔ وہ خود کو اس مجرم کی طرح محسوس کر رہا تھا جسے سزائے موت سنا دی گئی ہو لیکن تاریخ کا تعین نہیں کیا گیا ہو۔ وہ پورا دن بے مقصد اِدھر اُدھر گھومتا رہا۔ شام کو وہ دفتر گیا۔ واپسی میں انجم کے ساتھ اس کے گھر گیا۔ رات کا کھانا اس نے وہیں کھایا۔ یہ بات سب نے محسوس کر لی کہ وہ بے حد گم صم ہے۔ رات کو وہ فلیٹ پر واپس چلا آیا۔

اس رات اسے ٹھیک طرح سے نیند بھی نہیں آئی۔ بہت دیر تک وہ سوچتا رہا...... صورتِ حال کا تجزیہ کرتا رہا۔ سوال یہ تھا کہ بارہواں کھلاڑی چپ سادھے کیوں بیٹھا ہے۔ اس نے سوچا، ممکن ہے، اس کے کالم نے بارہویں کھلاڑی کو قائل کر لیا ہو کہ اس کا مؤقف درست ہے۔ وہ اس بات پر یقین کر لیتا لیکن اس مفروضے میں ایک کمی تھی۔ اگر ایسا تھا تو بارہویں کھلاڑی نے فون کر کے اس سے معذرت کیوں نہیں کی۔ پھر وہ دیر تک اس سلسلے میں تاویلات گھڑتا اور خود ہی انہیں مسترد کرتا رہا۔ بالآخر اسے نیند آ گئی۔

اگلی صبح وہ گھر سے نکلنے والا تھا کہ انسپکٹر آصف آ گیا۔ اس نے بھی یہی بات کی کہ شاید اس کے کالم نے بارہویں کھلاڑی کو مطمئن کر دیا ہے۔

''اس صورت میں اس کا فطری ردعمل یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ مجھے فون کر کے معذرت کرتا۔'' اس نے فوراً وہ اعتراض کر ڈالا، جس کا جواب اس کے پاس بھی نہیں تھا۔

انسپکٹر کچھ دیر سوچتا رہا، پھر بولا۔ ''عموماً لوگ معذرت کرنا پسند نہیں کرتے۔''

بات سمجھ میں آنے والی تھی۔ وہ خود بلا جھجک معذرت کرنے کا قائل تھا۔ اس لیے اسی ردعمل کی توقع کر سکتا تھا لیکن درحقیقت ایسے لوگوں کی تعداد کم نہیں تھی، جو معذرت کو کسرِ شان سمجھتے تھے۔ بات کی معقولیت کے باوجود وہ مطمئن نہ ہو سکا۔ ''اس کے باوجود وہ مجھے فون کر سکتا تھا۔'' اس نے کہا۔

''یہ اعترافِ شکست ہوتا۔'' اس بار انسپکٹر نے برجستہ کہا۔ ''جو شخص اتنا انا پرست ہو کہ معذرت نہ کر سکے، وہ اعترافِ شکست کیسے کر سکتا ہے۔''

اس بار وہ مطمئن ہو گیا۔ یقیناً یہی بات ہے، ورنہ اب تک کچھ نہ کچھ ہو چکا ہوتا۔ اس روز وہ خاصا نارمل رہا۔ ہلکی سی خلش رہ گئی تھی لیکن تبصرہ چھپنے کے پانچویں دن سونے کے وقت تک وہ بالکل نارمل ہو چکا تھا۔ اگلے روز چوتھا ٹیسٹ شروع ہونے والا تھا۔ اس نے سوچا اچھا ہی ہوا کہ یہ بوجھ ہٹ گیا۔ اب میں سکون سے کام کر سکوں گا۔

☆======☆======☆

انجم بہت پریشان تھی۔ اس نے ریحان کا کالم پڑھ لیا تھا...... بلکہ کئی بار پڑھا تھا۔ وہ لفظوں تک ہی محدود نہیں رہی تھی بلکہ اس نے بین السطور بھی سمجھ لیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ریحان نے اس سلسلے میں اس سے استفسار کیا تو اس نے اسے بتایا کہ اس کے خیال میں وہ اپنے مؤقف میں درست ہے۔ حالانکہ اس کا خیال تھا کہ بعض نکات پر بحث کی جانا چاہیے تا کہ ان کی تشریح و توضیح ہو سکے لیکن وہ ریحان کی مزاج آشنا بھی تھی۔ کالم کے تیور سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ریحان اپنی جگہ راسخ ہو چکا ہے۔ ایسے میں اس سے بات کرنا اسے اور ضد پر لے آتا۔ ویسے بھی وہ خاصے ذہنی دباؤ میں تھا۔ انجم اس صورتِ حال میں دو ہی کام کر سکتی تھی۔ ریحان کی دلجوئی اور اس کے حق میں دعا۔

تبصرہ چھپنے کے دوسرے روز ریحان بے حد منتشر تھا اور تیسرے دن تو اس کی حالت تباہ نظر آ رہی تھی۔ بس انجم کو ایک بات کا اطمینان تھا۔ وہ جانتی تھی کہ ریحان خوفزدہ نہیں ہے۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو گھر تک محدود ہو کے رہ جاتا بلکہ کالم کے ذریعے معذرت بھی کر لیتا۔ وہ اس بحرانی عرصے میں ریحان ہاشمی کی اصل شخصیت سے متعارف ہو رہی تھی اور وہ شخصیت بے حد دلکش تھی۔ اس اعصاب شکن عرصے نے ریحان کو ایک بہت بڑا فائدہ پہنچایا تھا۔ وہ اپنے غصے پر قابو پانا سیکھ رہا تھا۔ انجم حیرت سے اسے اپنے ساتھیوں اور دیگر صحافیوں کے دلآزار تبصروں پر درگزر کرتے دیکھتی۔ اسے اپنے انتخاب پر

فخر کا احساس ہونے لگتا۔ ریحان کی خوبصورت شخصیت مکمل ہو رہی تھی۔ تبصرہ چھپنے کے پانچویں دن ریحان سے ملاقات ہوئی تو وہ ایک بدلا ہوا آدمی تھا۔ پہلے کی طرح خوش مزاج اور شگفتہ۔ اس نے بتایا کہ اس کے خیال میں بارہویں کھلاڑی نے اس کے پیش کردہ مؤقف کو درست تسلیم کر لیا ہے اور اب خطرے کی کوئی بات نہیں۔ انجم نے اس بار بھی اس کی تائید کی حالانکہ اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ بات ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔
اس رات اپنے بستر پر لیٹ کر وہ دیر تک ریحان کے لیے دعائیں کرتی رہی۔

☆======☆======☆

بارہویں کھلاڑی دن کا بیشتر حصہ اسکواڈ ممبر کے فلیٹ پر گزارتا تھا۔ وہ صبح نو بجے وہاں پہنچتا اور کھڑکی میں جا کھڑا ہوتا۔ ریحان کے گھر سے جانے کے بعد ہی وہ کھڑکی سے ہٹتا تھا۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ کم از کم دو سادہ لباس والے ریحان کی حفاظت پر مامور ہیں۔ وہ دل ہی دل میں ہنس دیا۔ وقت آنے پر سو آدمی بھی ریحان کو نہیں بچا سکتے تھے۔

ریحان کا کالم پڑھ کر اس کا خون کھول اٹھا تھا۔ وہ بہت اڑیل ثابت ہوا تھا۔ اسکواڈ ممبر نے بھی وہ کالم پڑھا تھا اور بے حد مایوس ہوا تھا۔ ''اب ہم کیا کریں گے؟'' اس نے پوچھا تھا۔

''میں جلد بازی کا قائل نہیں ہوں۔ اس کے سامنے معقولیت کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں کہ شاید وہ متاثر ہو جائے۔''

''گویا تم اسے فون کرو گے؟''

''سوچوں گا، کیونکہ فون کرنا مخدوش ثابت ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے، اس کا فون انڈر آبزرویشن ہو۔ بہر حال فون کیا بھی تو گفتگو بہت مختصر کروں گا۔''

''اور اگر کال ٹریس کر لی گئی تو؟''

''واہ...... امکان میں نے پیش کیا ہے...... اور محتاط بھی ہوں۔ تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو۔'' بارہویں کھلاڑی نے کہا اور صوفے پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ ''چائے پلاؤ یار اب تو تمہارے حصے کا کام بھی میں ہی کر رہا ہوں۔''

اسکواڈ ممبر اٹھا اور کچن کی طرف بڑھ گیا۔

☆======☆======☆

وہ بدھ کی صبح تھی۔ ریحان نے ناشتے کے بعد اپنے دفتر فون کر کے معلوم کیا کہ اس کے لیے کوئی خاص کام تو نہیں ہے۔

''تم جانتے ہو کہ اس ہفتے تمہارا خاص کام کیا ہے۔'' ایڈیٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''آج سے چوتھا ٹیسٹ شروع ہو رہا ہے۔ کوشش کرنا کہ نو بجے تک آج کے کھیل پر تبصرہ لکھ کر دفتر پہنچا دو۔''

چنانچہ ریحان پوری یکسوئی کے ساتھ ٹی وی کے سامنے ڈٹ گیا۔ ٹاس عمران خان نے جیتا تھا اور پہلے بیٹنگ کا فیصلہ کیا تھا لیکن پاکستانی ٹیم کی کارکردگی اس بار پہلے سے زیادہ مایوس کن تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ بھارتی بالرز سے بری طرح خائف ہیں۔ وہ بہت زیادہ محتاط تھے اور رن بنانے کے بجائے صرف وکٹ پر کھڑے رہنے کی کوشش کر رہے تھے۔ رن مجبوری کی حالت میں بن رہے تھے۔ اس احتیاط کے باوجود لنچ تک دو وکٹیں گر چکی تھیں اور سکور صرف 43 رن تھا۔ ان کے کھیل کو دیکھ کر یہ تاثر ملتا تھا کہ وکٹ بہت زیادہ ٹرن لے رہی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ ریحان نے اس بات پر خاص طور پر نظر رکھی تھی کہ وکٹ کیسا کھیل رہی ہے۔

لنچ کے بعد بھی محتاط بیٹنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ اس دوران ایک وکٹ اور گری، لنچ اور چائے کے وقفے کے دوران دو گھنٹے کے کھیل میں صرف 46 رن بنے۔ اب پاکستان کا سکور تین وکٹوں کے نقصان پر 89 رن تھا۔ یہ بات بہت حیرت انگیز اور مایوس کن تھی کہ پاکستانی بیٹس مین پہلے ہی دن سے میچ بچانے کی سرتوڑ کوششوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ حالانکہ پہلے دن انہیں میچ جیتنے کا امکان سامنے رکھ کر بیٹنگ کرنا چاہیے تھی۔ ریحان دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ ایسی ٹیم میچ کبھی نہیں جیت سکتی۔

چائے کے وقفے کے بعد کھیل قدرے تیز ہو گیا۔ اس کے باوجود کھیل ختم ہونے

تک پاکستان نے چار وکٹوں کے نقصان پر 138 رن بنائے تھے اور یہ اس سیریز میں پورے ایک دن میں بننے والا سب سے کم سکور تھا۔ پاکستانی ٹیم نے میچ بچانے کی کوشش میں اپنے جیتنے کے امکانات تقریباً ختم کر دیئے تھے۔ جبکہ شکست کا خطرہ اب بھی موجود تھا۔ بھارت کو صرف پہلی اننگ میں اچھی لیڈ لینا تھی۔ اس کے بعد میچ کا فیصلہ ان کے حق میں ہوسکتا تھا۔ پاکستانی کھلاڑیوں کی سست بیٹنگ کے پیش نظر یہ بات کچھ دشوار بھی نہیں تھی۔ بھارت بہرحال شکست سے محفوظ ہو چکا تھا کیوں اب تک کھیل کی رفتار دیکھتے ہوئے یہ یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ بھارت دوسری اننگ نہیں کھیل سکے گا۔

کھیل ختم ہونے کے بعد تبصرہ لکھنے کے لیے بیٹھتے ہوئے ریحان کو اچانک بارہویں کھلاڑی کی پیشگوئی یاد آ گئی۔ اس نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ چوتھے ٹیسٹ میں پاکستانی کھلاڑیوں کی کارکردگی اور خراب ہو گی۔ وہ دل ہی دل میں اس کے اندازے کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ تاہم ایک عام سی باؤلنگ کے سامنے اتنی محتاط بیٹنگ کا کوئی جواز نہیں تھا۔ یہ منفی کرکٹ تھی...... لوگوں کو ٹیسٹ کرکٹ سے بے زار کر دینے والی...... اور ریحان کے نزدیک یہ بات نا قابلِ معافی تھی کہ ٹیسٹ کرکٹر خود ٹیسٹ کرکٹ پر قاتلانہ حملہ کریں۔ یہ کھیل قاتلانہ حملے ہی کے مترادف تھا، جس کا مظاہرہ پاکستانی کھلاڑیوں نے دن بھر کیا تھا۔

اس نے لکھنا شروع کیا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ ''ریحان ہاشمی اسپیکنگ۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا، لیکن فوراً ہی اس کی رنگت بدل گئی ''اوہ...... تو یہ تم ہو۔''

''مجھے یقین ہے کہ تم اس وقت پاکستانی کھلاڑیوں کے لیے چاقو چھریاں تیز کر رہے ہو گے۔'' دوسری طرف سے بارہویں کھلاڑی کی آواز سنائی دی۔

''ہاں...... یہی بات ہے۔'' ریحان نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

''خیر، اب کام کی بات ہو جائے۔ میں پانچ دن تک تمہارے کالم پر سنجیدگی سے غور کرتا رہا ہوں۔ میں نے ہر زاویئے سے اس کا جائزہ لیا ہے۔ تمہاری باتیں نظریاتی طور پر درست ہیں لیکن ان کا ایک عملی پہلو بھی ہے۔ باہر بیٹھ کر تبصرہ کر دینا بہت آسان ہے۔ قبر کا حال مردہ ہی جانتا ہے۔ تم کھلاڑیوں کی ذہنی کیفیت کو نظر انداز کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ میں نے اپنی معقولیت کا ثبوت دے دیا ہے۔ اب گیند تمہارے کورٹ میں ہے۔''

''مجھے جو کچھ کہنا تھا، اپنے کالم میں لکھ چکا ہوں۔ اب میں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔'' ریحان نے جواب دیا۔

''بہت بہتر۔ یہ یاد رکھنا کہ میری رائفل میں تمہارے نام کی ایک خاموش گولی اب بھی موجود ہے لیکن اطمینان رکھو تمہارے ساتھ ناانصافی نہیں کی جائے گی۔ میں پہلے تم پر جرم ثابت کروں گا۔ اس کے بعد تمہیں سزا دی جائے گی۔''

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ ریحان نے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا، پھر اس نے دفتر کا نمبر ڈائل کیا اور کرائم رپورٹر سعید کو مقامی تھانے پہنچنے کی ہدایت دی۔ اس کے بعد اس نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا اور فلیٹ سے نکل گیا۔

اتفاق سے انسپکٹر آصف اس وقت تھانے میں موجود تھا۔ تھانے والے اب ریحان کو پہچاننے لگے تھے۔ چنانچہ ریحان کو انسپکٹر آصف کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ سعید ابھی تک وہاں نہیں پہنچا تھا۔ ریحان نے بارہویں کھلاڑی سے ہونے والی مختصر گفتگو آصف کو سنا دی۔ وہ بڑی توجہ سے سنتا رہا۔

''گویا اس نے ایسے وقت کا انتخاب کیا، جب آپ چوتھے ٹیسٹ پر اپنا افتتاحی تبصرہ لکھ رہے تھے۔'' آصف نے پُرخیال انداز میں کہا۔

''جی ہاں...... یہی بات ہے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ اس نے اپنی دانست میں بروقت آپ کے قلم کو لگام دینے کی کوشش کی ہے۔''

''لیکن ایسا نہیں ہوگا۔ میں جو کچھ دیکھوں گا، محسوس کروں گا، وہی لکھوں گا۔''

''ہم اس وقت اس کے محرکات پر غور کر رہے ہیں۔'' انسپکٹر آصف نے کہا۔

اسی وقت کرائم رپورٹر سعید کمرے میں داخل ہوا اور خاموشی سے ریحان کے برابر والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''دیکھیے ہاشمی صاحب! میں نے اس سلسلے میں ایک نظریہ قائم کیا ہے۔'' انسپکٹر آصف نے کہا۔ ''مغربی ممالک میں جنسی دیوانے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ چاندنی راتوں میں وہاں جنسی جرائم کی شرح بہت بڑھ جاتی ہے۔ ایسے جرائم ہمارے ہاں بھی ہوتے ہیں لیکن نسبتاً کم۔ میرے خیال میں آپ کا بارہواں کھلاڑی بھی دیوانہ ہے...... کرکٹ کا دیوانہ۔ وہ کسی ایک یا ایسے کئی کھلاڑیوں کا پرستار ہے، جو آپ کی تنقید کا نشانہ

بن رہے ہیں۔ بغیر کسی کلیو کے اسے تلاش کرنا ہمارے لیے بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اس شہر میں اس جیسے بہت سے لوگ موجود ہیں۔ ہزاروں میں ہوگی ان کی تعداد۔ میرا ذاتی نظریہ یہ ہے کہ وہ آپ کو صرف قومی کھلاڑیوں پر تنقید سے باز رکھنا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک آپ کی تنقید بے رحمانہ ہے۔ میری ذاتی رائے میں یہ معاملہ سنگین نہیں ہے کیونکہ وہ کوئی امیچر ہے، پروفیشنل نہیں۔ تاہم یہ امر کہ اس نے ایک طاقتور رائفل سے فائر کیا تھا، اس معاملے کو سنگین بنا دیتا ہے۔ میری ذاتی رائے اب بھی یہی ہے لیکن میں اسے دوسروں پر تھوپنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ آپ کی حفاظت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اب میں ٹیلی فون ایکسچینج سے بات کروں گا۔ وہ آپ کو کی جانے والی کالوں کا ریکارڈ رکھیں گے۔ مجھے پہلے ہی یہ قدم اٹھا لینا چاہیے تھا لیکن میرا خیال تھا، وہ دوبارہ کال نہیں کرے گا۔ بہرحال اب اس نے کال کیا تو اس کا نمبر یقینی طور پر ٹریس ہو جائے گا۔''

''میری اپنی رائے بھی یہی ہے کہ معاملہ سنگین نہیں ہے۔'' ریحان نے کہا۔

''میں آپ سے بھی ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔''

''جی فرمائیے۔''

''میں آپ کے کام میں نہ رکاوٹ ڈال رہا ہوں اور نہ میں آپ کو کوئی مشورہ دینے کی پوزیشن میں ہوں۔ البتہ میری درخواست ہے کہ آپ تبصرہ کرتے ہوئے ذرا مصلحت سے کام لیں۔ کڑوی گولی کھلانے کے لیے اس پر شکر کی تہ چڑھا دی جاتی ہے۔ الفاظ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی میٹھی چیز نہیں...... اور میرا خیال ہے کہ آپ لفظوں کے ماہر کھلاڑی ہیں۔ آپ بڑی آسانی سے یہ دونوں کام کر سکتے ہیں۔ یعنی جو کہنا ہو کہہ بھی دیں اور بارہویں کھلاڑی جیسے دیوانوں کو مطمئن بھی کر دیں۔''

''آپ نے کبھی میرا کالم پڑھا ہے؟'' ریحان نے انسپکٹر سے پوچھا۔

''جی نہیں۔ اسی لیے میں نے آپ سے درخواست کی ہے۔''

ریحان کو بڑی شدت سے غصہ آیا تھا۔ انسپکٹر درخواست کے نام پر اس چیز کے سلسلے میں مشورہ دے رہا تھا، جس کے بارے میں اسے کچھ علم نہیں تھا۔ اس لحاظ سے بارہواں کھلاڑی، انسپکٹر سے بہتر تھا کہ وہ سوچ سمجھ کر بولتا تھا...... کرکٹ کے بارے میں جانتا تھا لیکن ریحان ضبط کر گیا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے انسپکٹر سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس کے تعاون کا شکریہ ادا کیا۔

''شکریے کی کوئی بات نہیں۔ ہم ہر ضرورت کے لیے حاضر ہیں۔'' انسپکٹر نے

مفکرانہ انداز میں کہا۔

سعید بھی ریحان کے ساتھ ہی نکل آیا۔ انسپکٹر نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے معذرت کر لی تھی۔

فلیٹ پہنچ کر ریحان نے سعید کو سب کچھ بتایا۔ ''بس اب تم چل دو۔'' اس نے آخر میں کہا۔ ''مجھے ابھی کام کرنا ہے تاکہ وقت پر تبصرہ دفتر پہنچا سکوں۔''

''تم بے فکر ہو کر اپنا کام کرو۔ میں اپنی رپورٹ یہیں مرتب کروں گا۔ تم اپنا تبصرہ بھی مجھے دے دینا میں پہنچا دوں گا۔''

ریحان سمجھ گیا کہ سعید کا مقصد کیا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس رات ریحان گھر سے نکلے۔ یہ اس کا خلوص ہی تو تھا۔ انکار کرنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ ریحان اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ سعید سر جھکائے بارہویں کھلاڑی کی دوسری کال کے عنوان سے خبر ترتیب دیتا رہا۔

☆======☆======☆

سعید کے رخصت ہونے کے بعد ریحان نے انجم کو رنگ کیا۔ فون انجم ہی نے ریسیو کیا تھا۔ ''کیا بات ہے ریحان خیریت تو ہے؟'' انجم نے پوچھا۔

''ہاں، خدا کا شکر ہے۔ میں تمہیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ آج بارہویں کھلاڑی نے پھر فون کیا تھا۔''

''اوہ...... کیا بات ہوئی اس سے؟'' انجم کے لہجے میں تشویش در آئی۔

ریحان نے اسے بارہویں کھلاڑی کی گفتگو اور پھر انسپکٹر آصف سے ملاقات کا احوال بتا دیا۔

''اور تمہارا کیا خیال ہے؟'' انجم نے پوچھا۔

''میں انسپکٹر سے متفق ہوں۔ مجھے یہ معاملہ سنگین نہیں معلوم ہوتا۔''

''نہیں ریحان! اس بات کو نظر انداز مت کرو۔ اس معاملے میں بے پروائی نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے، محتاط رہنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔''

''دیکھا جائے گا۔ ویسے اس بار وہ معقولیت کا مظاہرہ کر رہا ہے میرا جرم ثابت کیے بغیر وہ کوئی قدم نہیں اٹھائے گا۔ اچھا انجو! شب بخیر۔''

انجم نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ اور پریشان ہو گئی تھی۔ وہ پہلے بھی مطمئن نہیں تھی لیکن اب اور غیر مطمئن ہو گئی تھی۔ اس کے خیال میں یہ معاملہ ایسا نہیں تھا کہ اسے نظر انداز کر

دیا جاتا۔ معاملہ سنگین معلوم ہوتا تھا۔

☆======☆======☆

دوسرے دن بھی کھیل کا وہی انداز تھا۔ ریحان دیکھتا اور کڑھتا رہا۔ چائے کے وقفے سے ذرا پہلے پاکستانی ٹیم آؤٹ ہوگئی۔ سکور صرف 238 رن تھا۔ جتنی دیر پاکستانی کھلاڑی کریز پر رہے، اگر وہ مثبت کرکٹ کھیلتے تو یقیناً باعزت سکور کرنے میں کامیاب رہتے۔ اب وہ اپنی حماقت کی وجہ سے پوری طرح دباؤ میں آ گئے تھے۔ بھارت نے بیٹنگ شروع کی اور سومنٹ کی بیٹنگ میں پاکستانی بیٹس مینوں کی نااہلی ثابت کر دی۔ وکٹ بالرز کی ذرا مدد نہیں کر رہی تھی۔ بھارتی بیٹسمینوں نے جارحانہ بیٹنگ کی۔ کھیل ختم ہوا تو ان کا سکور 81 رن تھا اور کوئی کھلاڑی آؤٹ نہیں ہوا تھا۔ ریحان کو پاکستانی کھلاڑیوں پر تنقید کرنے کا بھرپور موقع مل گیا تھا۔

بارہویں کھلاڑی کے حوالے سے وہ پورا دن بخیر وخوبی گزر گیا۔ شام کو انجم نے فون کیا۔ وہ گھر آنا چاہتی تھی لیکن ریحان نے سختی سے اسے منع کر دیا۔ 8 بجے کے قریب وہ گھر سے نکلا۔ اس نے اپنا تبصرہ پہنچایا۔ ایک بار پھر وہ اپنے ساتھیوں کے طنز کا نشانہ بنا کیونکہ بارہویں کھلاڑی کا کیس پریس والوں کے نزدیک پھر زندہ ہوگیا تھا۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ میچ کے سلسلے میں مصروف ہے۔ ورنہ اس کے صحافی دوست اس کی بُری طرح کھنچائی کرتے۔ بہرحال ایک خوش آئند بات بھی ہوئی تھی۔ اس کے اخبار کی اشاعت بڑھ گئی تھی۔

تیسرے دن بھارتی کھلاڑی کھیل پر چھائے رہے۔ کھیل ختم ہونے تک وہ 83 رن کی برتری حاصل کر چکے تھے اور ان کے چار کھلاڑی ابھی باقی تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ میچ ان کے حق میں چلا گیا ہے ریحان کا اندازہ تھا کہ اگر انہوں نے 150 رن کی لیڈ لے لی تو پاکستانی بیٹنگ ڈھیر ہو جائے گی۔

چوتھا دن آرام کا دن تھا۔ ریحان دیر تک سوتا رہا۔ دس بجے کے قریب فون کی گھنٹی بجی اور مسلسل بجتی رہی۔ بالآخر اسے اٹھنا ہی پڑا۔ ''ہیلو...... ریحان ہاشمی اسپیکنگ'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کے دماغ پر ابھی تک نیند کا دباؤ تھا۔

''میں بارہواں کھلاڑی بول رہا ہوں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''ابے...... تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔'' ریحان ماؤتھ پیس میں دھاڑا۔

''تم کھلاڑیوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟''

''جہنم میں جاؤ۔'' ریحان نے ریسیور کریڈل پر پٹخا اور دوبارہ سو گیا۔

دوسری بار بھی اس کی آنکھ فون کی گھنٹی کی وجہ سے کھلی تھی۔ اس بار وہ پوری طرح بیدار ہوگیا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھایا اور درشت لہجے میں ''ہیلو'' کہا۔

''ہاشمی صاحب بول رہے ہیں؟''

''جی ہاں۔''

''میں انسپکٹر آصف بول رہا ہوں۔ آپ تھانے آ سکتے ہیں۔'' اس کے لہجے میں دبا دبا جوش تھا۔

''کیوں...... خیریت تو ہے؟''

''میرا خیال ہے، ہم نے بارہویں کھلاڑی کو گرفتار کر لیا ہے۔''

''اوہ......''

''کتنی دیر میں پہنچ رہے ہیں آپ؟''

''آدھا گھنٹہ تو بہرحال لگے گا۔ دراصل آپ کے فون ہی نے مجھے جگایا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں آپ کا منتظر ہوں۔''

شاور کے نیچے کھڑے ہو کر ریحان اسی بارے میں سوچتا رہا۔ پھر اسے یاد آیا کہ بارہویں کھلاڑی نے صبح اسے فون کیا تھا لیکن وہ اس وقت نیند کے زیر اثر تھا۔ تاہم یہ سمجھنے میں اسے کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ اس بار، بارہویں کھلاڑی کی کال ٹریس کر لی گئی تھی۔ اب وہ بارہویں کھلاڑی سے ملنے کے لیے بے تاب تھا۔

☆======☆======☆

بارہواں کھلاڑی اس کے سامنے لایا گیا تو وہ حیران رہ گیا وہ ایک دبلا پتلا لڑکا تھا۔ عمر بمشکل سولہ سترہ سال ہوگی۔ اس کی آنکھیں سرخ اور متورم تھیں، جیسے وہ روتا رہا ہو۔ رخساروں پر آنسوؤں کی لکیریں بھی اس بات کی تائید کر رہی تھیں۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں اور وہ نظریں جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھے جا رہا تھا۔ ریحان کو اس پر ترس آنے لگا۔

''ریحان صاحب! یہ ہے آپ کا بارہواں کھلاڑی۔'' انسپکٹر آصف نے کہا۔

ریحان کا نام سنتے ہی لڑکے نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر بُری طرح گڑگڑانے لگا۔ ''ریحان صاحب...... میں نے تو آپ کو یوں ہی فون کیا تھا۔ میرے خیال میں آپ کھلاڑیوں کے ساتھ زیادتی کر رہے تھے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں

نے آپ پر فائر کیا تھا۔ خدا کی قسم...... میں نے تو آج تک رائفل دیکھی بھی نہیں...... نہ چلا سکتا ہوں۔ پلیز ریحان صاحب...... مجھے بچا لیجیے۔ میں آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا...... پلیز......''

''لے جاؤ اسے۔'' انسپکٹر نے کانسٹیبل سے کہا۔ کانسٹیبل لڑکے کو گھسیٹتا ہوا لے گیا لیکن اس کی چیخیں دیر تک سنائی دیتی رہیں۔ وہ ریحان کو پکارے جا رہا تھا۔ ریحان سوالیہ نگاہوں سے انسپکٹر آصف کو دیکھتا رہا۔

''اس کا نام ذیشان ہے۔ فرسٹ ایئر کا طالب علم ہے۔ باپ سرکاری افسر ہے، فیڈرل بی ایریا میں رہتا ہے۔ گھر سے فون کیا تھا اس نے۔'' انسپکٹر نے ریحان کی نگاہوں کا مفہوم سمجھتے ہوئے تفصیل بتائی۔ ''آپ بتایئے اس کی آواز پہچانی آپ نے؟''

''نہیں...... یہ وہ آواز نہیں ہے۔''

''صبح آپ نے اس کی کال ریسیو کی تھی؟''

''جی ہاں۔''

''کیا وہ اس کی آواز تھی؟''

ریحان سوچ میں پڑ گیا۔ اسے وہ کال تو یاد تھی لیکن اس کے سوا کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ ''میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں اس وقت نیند میں تھا۔'' اس نے کہا۔

''یہ وہ لڑکا لگتا تو نہیں ہے لیکن میں پوری طرح مطمئن ہوئے بغیر اسے نہیں چھوڑوں گا۔''

''تو مجھے اجازت؟''

''جی ہاں...... آپ گھر پر ہی رہیے گا۔ مجھے کسی بھی وقت آپ کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور ہاں...... ذہن پر زور دیتے رہیے گا۔ ممکن ہے، آپ کو اس کی آواز یاد آ جائے۔''

''بہت بہتر۔'' ریحان نے کہا اور باہر نکل آیا۔

لاک اپ کے پاس بہت ہجوم تھا۔ پریس رپورٹرز لڑکے سے انٹرویو کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ صرف ایک ہی رٹ لگائے ہوئے تھا کہ وہ بے قصور ہے۔ وقتاً فوقتاً وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا۔ ریحان کا جی چاہا کہ انسپکٹر سے اسے چھوڑ دینے کی درخواست کرے لیکن وہ جانتا تھا کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا اور پھر انسپکٹر یوں بھی اپنے کام میں مداخلت اسی طرح ناپسند کرتا، جس طرح وہ خود ناپسند کرتا تھا۔

پریس رپورٹرز کے اس ہجوم میں سعید بھی تھا۔ اس نے ریحان کو دیکھا تو اس کی

طرف چلا آیا۔ ''یار...... یہ معاملہ تو بڑھتا ہی جا رہا ہے۔'' اس نے ریحان کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

''ہاں یار...... اب تو میں عاجز آ گیا ہوں۔''

''اس لڑکے کے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا؟'' سعید نے پوچھا۔

''مجھے نہ تو فون پر اس کی گفتگو یاد ہے اور نہ آواز میں اس وقت نیند میں دھت تھا۔''

''بہرحال میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ لڑکا تمہارا اصل بارہواں کھلاڑی نہیں ہے۔ اس نے اخبار میں تمہارے اور بارہویں کھلاڑی کے بارے میں پڑھا۔ پھر تمہارے تبصرے پڑھے اور بارہویں کھلاڑی سے متفق ہو گیا۔ بارہواں کھلاڑی ویسے بھی تھرلنگ نام ہے، کوئی بھی فون پر یہ کردار ادا کر سکتا ہے۔ سو اس نے ڈائریکٹری میں تمہارا نمبر تلاش کیا۔ گھر پر فون موجود تھا۔ اس نے نہایت اطمینان سے تمہیں رِنگ کر دیا۔''

ریحان نے کچھ نہیں کہا۔ بس خالی خالی نظروں سے سعید کو دیکھتا رہا۔

''کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ ہمیں ضرورت سے زیادہ آسائشیں میسر آ گئی ہیں۔'' سعید نے مزید کہا۔ ''اب فون کو ہی لے لو، کتنی اہم چیز ہے لیکن ہمارے ہاں مذاق بن کر رہ گئی ہے۔ لوگ سہولت کے لیے ٹیلیفون لگواتے ہیں اور مصیبت میں پھنس جاتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ یہ ہماری نئی نسل کے لیے آبجیکٹ آف ایکسائٹمنٹ بن کر رہ گیا ہے۔ پہلے تو میں دوسروں کی شکایات سنتا تھا۔ پھر خود مجھ پر گزر گئی۔ ایک روز ایک صاحبزادے نے گھر پر فون کیا کہ میرے بچے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ لاش سول ہسپتال میں موجود ہے۔ گھر پر صرف میری بیوی موجود تھی۔ اسے تو غش آ گیا یہ سن کر۔ بچہ معمول کے مطابق سکول کے لیے نکلا تھا۔ اس غریب نے دفتر فون کیا لیکن میں موجود نہیں تھا۔ اس نے پڑوس سے ایک خاتون کو ساتھ لیا اور ہسپتال پہنچی۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ایسا کوئی کیس نہیں آیا ہے۔ سکول پہنچی تو بچہ کلاس میں موجود تھا۔ ذرا سوچو تو...... یہ ایکٹی وٹی کسی کی جان بھی لے سکتی ہے لیکن کوئی نہیں سوچتا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم لوگ ذہنی طور پر بیک ورڈ ہیں اور ان مراعات کے اہل ہی نہیں ہیں۔''

گھر واپس آتے ہوئے ریحان سعید کی باتوں پر غور کرتا رہا۔ سعید نے درست ہی کہا تھا۔ اب وہ بارہویں کھلاڑی کے معاملے کو کسی اور زاویئے سے دیکھ رہا تھا۔ وہ یقیناً بچکانہ ذہنیت رکھنے والے لڑکوں کی ایکٹی وٹی کا شکار ہوا تھا۔

گھر پہنچتے ہی اس بات کی تائید ہوگئی۔ وہ گھر پہنچا تو فون کی گھنٹی کسی ضدی بچے کی طرح شور مچائے جا رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔

''میں بارہواں کھلاڑی بول رہا ہوں۔'' دوسری طرف سے کوئی ناپختہ آواز سنائی دی۔ ''اگر تم اب بھی نہیں سدھرے تو......''

ریحان نے ریسیور کریڈل پر دے مارا لیکن کچھ ہی دیر بعد گھنٹی دوبارہ بجنے لگی۔

''میں بارہواں کھلاڑی ہوں۔'' اس بار ایک نئی آواز...... سنائی دی۔

آدھے گھنٹے میں آٹھ عدد بارہویں کھلاڑیوں کی کالز ریسیو کرنے کے بعد ریحان نے ریسیور میز پر رکھ دیا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر وہ اسی طرح بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اس نے تھانے کا نمبر ڈائل کیا۔ فون انسپکٹر آصف نے ریسیو کیا۔

''میں اب تک بارہویں کھلاڑی کی آٹھ مزید کالیں ریسیو کر چکا ہوں۔ ہر بار آواز مختلف تھی۔'' ریحان نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''میرے خیال میں آپ اپنی ضابطے کی کارروائی مکمل کر کے اس لڑکے کو چھوڑ دیں۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ بارہویں کھلاڑی صرف فون کالز کے ذریعے مجھے یقیناً ہلاک کر دیں گے۔ اب مجھے کافی عرصے تک اپنا ریسیور کریڈل سے دور رکھنا ہوگا۔''

''اس لڑکے کو تو میں چھوڑ ہی دوں گا۔ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اس نے زندگی میں کبھی آتشیں اسلحے کو ہاتھ نہیں لگایا ہے اور نہ اس کے گھر میں کوئی رائفل موجود ہے پھر بھی میں اسے اچھی خاصی سزا دوں گا اور اس کی پبلسٹی بھی کراؤں گا تا کہ اور لڑکوں کے دماغ میں خناس ہو تو دور ہو جائے۔ میرا خیال ہے، کل کے بعد آپ کو ریسیور کریڈل سے دور رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔ آپ مطمئن رہیے۔''

ریحان نے انگلیوں سے کریڈل دبایا اور ریسیور میز پر رکھ دیا۔ اب وہ کم از کم آج کے دن کوئی کال ریسیو نہیں کرنا چاہتا تھا۔

☆======☆======☆

ان دونوں نے اخبار میں ذیشان نامی بارہویں کھلاڑی کی گرفتاری اور رہائی...... اور متعدد بارہویں کھلاڑیوں کی فون کالز کے بارے میں تفصیلی خبر پڑھی۔ ذیشان کی تصویر بھی شائع ہوئی تھی۔

''چلو...... ایک لڑکے کو مفت میں شہرت مل گئی۔'' بارہویں کھلاڑی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''یہ شہرت ہے؟'' اسکواڈ ممبر نے منہ بنا کر کہا۔ ''اور اگر ہے بھی تو مفت ملی ہے؟''

بارہویں کھلاڑی نے سنی ان سنی کر دی۔ ''بہر حال، یہ طے ہو گیا کہ ریحان ہاشمی کے سلسلے میں بہت سے لوگ ہمارے ہم نوا ہیں۔ میرا خیال ہے، اب اس خود ساختہ سپورٹس رائٹر کو عقل آ جائے گی۔ پتا چل جائے گا کہ لوگ اس کے تبصروں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔''

''بہر حال، اس کا فون چیک کیا جا رہا ہے۔''

''اب کے میں دوسرا راستہ نکالوں گا۔ مین نے بھی بہت انگریزی ناول پڑھے ہیں۔'' بارہویں کھلاڑی نے بے پروائی سے کہا۔ ''چلو، اب ٹی وی کھولو۔ میچ کا وقت ہو گیا ہے۔''

☆======☆======☆

میچ کے چوتھے دن پاکستانی بالروں نے کمال کر دکھایا۔ بھارت کے باقی ماندہ چار کھلاڑی سکور میں صرف 15 رن کا اضافہ کر سکے۔ یوں بھارت کی لیڈ صرف 97 رن تک محدود رہ گئی لیکن پاکستانی بیٹسمینوں نے پھر غیر ذمے داری کا مظاہرہ کیا۔ کھیل ختم ہونے پر پاکستان کا سکور 125 تھا اور اس کے پانچ کھلاڑی آؤٹ ہو چکے تھے۔ میچ کا جھکاؤ واضح طور پر بھارت کے حق میں تھا۔ ریحان اس بات پر جھنجلا رہا تھا کہ پاکستان کے تمام کھلاڑی ایسے شاٹ کھیلتے ہوئے آؤٹ ہوئے تھے۔ جنہیں کھیلنے سے گریز کیا جا سکتا تھا جب کہ صورتِ حال کا تقاضا بھی یہی تھا۔

پانچویں دن عمران خان نے یادگار اننگ کھیلی اور میچ بچا لیا۔ وہ میچ باعزت ڈرا ہوا تھا کیونکہ کھیل ختم ہونے تک پاکستان کے صرف چھ کھلاڑی آؤٹ ہوئے تھے لیکن ریحان کے نزدیک پاکستان کے بیٹسمینوں کی مایوس کن کارکردگی ناقابلِ معافی تھی۔ اس نے اپنے تبصرے میں ان کے چیتھڑے اُڑا کر رکھ دیئے۔

میچ ختم ہونے کے تیسرے دن اسے خط موصول ہوا۔ اس کا نام اور پتا ٹائپ کیا گیا تھا۔ اس نے خط کھولا اور حیران رہ گیا۔ جو کچھ اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ وہ اس نے صرف انگریزی جاسوسی ناولوں میں پڑھا تھا۔ سادہ کاغذ پر اخبار سے لفظ...... اور بعض بعض جگہ حروف کاٹ کر چپکائے گئے تھے۔ اس سلسلے میں انگریزی الفاظ سے استفادہ کیا گیا تھا۔ عبارت خامیوں سے پاک تھی۔ خط کا مفہوم کچھ یوں تھا:

''مسٹر ہاشمی! تم اچھے اور باصلاحیت سپورٹس رائٹر ہو لیکن لکھتے ہوئے،

اچھے انسان نہیں رہتے۔ تم اپنی غلطی کا اعتراف کرو اور دل سے شرمندگی کا اظہار کرو تو تمہیں معاف کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم سے رابطے کے لیے تمہارا کالم بہت کافی ہے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ میری رائفل میں تمہارے نام کی ایک خاموش گولی اب بھی موجود ہے لیکن میرا وعدہ ہے کہ تمہارا جرم ثابت کیے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ اپنی غلطیوں کا تحریری ازالہ کر دو۔ یہ یاد رکھنا کہ تمہاری آزمائش کا وقت شروع ہو گیا تو اس کے بعد کچھ نہیں ہو سکے گا۔ اب میں تم سے آخری بار رابطہ اس وقت قائم کروں گا۔ جب تمہاری آزمائش کا وقت شروع ہو رہا ہوگا۔ اپنی غلطی تسلیم کرلو...... یا پھر اس بُرے وقت کے منتظر رہو، جب تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔

بارہواں کھلاڑی''

ریحان سوچ میں پڑ گیا۔ انگریزی میں ترتیب دیا ہوا غلطیوں سے مبرا وہ خط ثابت کرتا تھا کہ بارہواں کھلاڑی تعلیم یافتہ ہے۔ اس اعتبار سے بچکانہ ایکٹی وٹی کچھ آگے بڑھ گئی تھی لیکن اس کے ذہن کا ایک حصہ ایسا تھا، جو اسے محض ایکٹی وٹی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔ پہلے اس نے سوچا کہ فون کر کے انسپکٹر آصف کو مطلع کر دے لیکن وہ خود کو مزید تماشا بنانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ پہلے ہی بہت ہو چکا تھا۔ اگر رائفل کی وہ گولی اور گلدان کی کرچیاں اسے یاد نہ ہوتیں تو اس نے اس خط کو ذرا بھی اہمیت نہ دی ہوتی۔ اب بھی اس نے خط کو اہمیت نہیں دی تھی۔ البتہ اس کے لاشعور میں ہلکی سی ایک خلش پل رہی تھی لیکن وہ اس سے بے خبر تھا۔ بظاہر وہ بہت پُرسکون اور مطمئن تھا۔ اس نے بڑی بے پروائی سے اس خط کو میز کی دراز میں ڈال دیا۔

☆======☆======☆

پاکو کپ کرکٹ ٹورنامنٹ کے راؤنڈز شروع ہو چکے تھے ریحان کی بیرونی مصروفیات بڑھ گئی تھیں۔ کراچی میں ہونے والے تمام میچوں کی کوریج وہی کر رہا تھا۔ کبھی کبھی اسے بارہویں کھلاڑی کا خیال آ جاتا لیکن وہ فوراً ہی اسے ذہن سے جھٹک دیتا بچوں کی احمقانہ دھمکیوں کو دماغ پر سوار کر لینا فضول تھا۔ ایسے میں آدمی اپنے کام سے انصاف کیسے کر سکتا ہے لیکن ایک بے نام خلش اسے تنگ کرتی رہتی اور پھر خود ہی دب جاتی۔

دوسری طرف جرنلسٹ الیون اور فلم سٹار الیون کے سالانہ میچ کے دن بھی قریب آ رہے تھے۔ ریحان جرنلسٹ سپورٹس فیڈریشن کا صدر تھا۔ اس کی دلچسپی کی وجہ سے یہ سالانہ میچ ایک روایت کی صورت اختیار کر گیا تھا اور باقاعدگی سے ہوتا تھا۔ اس سال فیڈریشن کے اجلاس میں طے کیا گیا کہ میچ بڑے پیمانے پر کرایا جائے اور میچ سے حاصل ہونے والی آمدنی صدر پاکستان کے امدادی فنڈ میں دے دی جائے۔ جو معذور بچوں کی امداد کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ ریحان کو اس میچ کے لیے جرنلسٹ الیون کا کپتان اور میچ کا چیف آرگنائزر مقرر کر دیا گیا۔

یوں ریحان کی مصروفیات دو چند ہو گئیں اور اس کے پاس سر کھجانے کی فرصت بھی نہ رہی۔ اس نے فلم ایکٹرز ایسوسی ایشن سے رابطہ قائم کیا۔ انہوں نے میچ کی منظوری بھی دے دی اور ریحان کو یہ اختیار بھی سونپ دیا کہ وہ جو تاریخ مناسب سمجھے، مقرر کر لے...... ریحان نے نیشنل اسٹیڈیم کے منتظمین سے رابطہ قائم کیا اور ان کا شیڈول چیک کیا۔ بالآخر اسے جمعے کا ایک دن فارغ مل گیا اور اس نے گراؤنڈ بک کرا لیا۔ پھر اس نے فلم ایکٹرز ایسوسی ایشن کو تاریخ سے مطلع کر دیا۔ طے یہ پایا کہ میچ میں حصہ لینے والے فنکار جمعرات کو کراچی پہنچیں گے اور انٹر کانٹی نینٹل میں قیام کریں گے۔ پھر اس نے ڈی سی سے میچ کی باضابطہ اجازت بھی لے لی۔

اس کے بعد پبلسٹی کا مرحلہ تھا۔ ملک کے تمام اخبارات اور جرائد نے بلامعاوضہ اشتہارات شائع کیے اس کے علاوہ بڑے بڑے پوسٹرز چھپوائے گئے۔ اس میچ میں عوام کے لیے سب سے بڑی کشش، مقبول فلمی ستاروں کی شرکت تھی۔ ٹکٹوں کی شرح بہت زیادہ رکھی گئی تھی۔ اس کے باوجود ٹکٹوں کی سیل ابتدا ہی سے بہت اچھی تھی۔ جمعرات تک ٹکٹ فروخت کرنے والے مراکز کی رپورٹس کے مطابق چودہ لاکھ روپے کے لگ بھگ سیل ہو چکی تھی۔ گویا طے تھا کہ اگلے روز اسٹیڈیم میں تماشائیوں کی تعداد بیس ہزار سے زائد ہوگی۔

جمعرات کی شام ریحان انٹر کان جانے کے ارادے سے نکلا۔ عمارت کے باہر اس کی نظر فیاض پر پڑی۔ اس کے ساتھ ایک اور لڑکا بھی تھا۔ ریحان نے یہ بات خصوصیت سے محسوس کی کہ فیاض اسے دیکھنے کے باوجود اس سے کترا رہا تھا۔ ویسے بھی بہت دنوں سے اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ فیاض عموماً اس کے فلیٹ کی طرف آ نکلتا تھا اور اس سے کرکٹ کے موضوع پر خاصی گپ شپ رہتی تھی لیکن بارہویں کھلاڑی کا قصہ چلنے کے

بعد سے اب تک وہ اس کی طرف نہیں آیا تھا۔ ریحان کے نزدیک اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی تھی۔ شاید فیاض بھی اس کے تبصروں کی وجہ سے اس سے برگشتہ ہو گیا تھا۔

ریحان نے فیاض کو پکارا، پہلے تو فیاض نے سنی اَن سنی کر دی لیکن ریحان کی چوتھی پکار پر اسے رکنا ہی پڑا۔ اس نے پلٹ کر ریحان کی طرف دیکھا۔ ''اوہ...... ریحان صاحب ہیں۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔ ''کیا حال ہے جناب؟''

''اللہ کا شکر ہے، تم سناؤ کہاں غائب ہو تم بہت دن ہو گئے۔ تم سے ملے ہوئے۔''

''میں...... بس امتحان کی تیاریوں میں لگا ہوا ہوں وقت ہی نہیں ملا بالکل۔''

''اور ابو کیسے ہیں تمہارے؟''

''جی، ٹھیک ٹھاک ہیں۔''

ریحان نے محسوس کیا کہ فیاض کچھ نروس ہے۔ وہ جان چھڑانے کی کوشش ہی کر رہا تھا۔ ''اپنے دوست سے تعارف نہیں کراؤ گے؟'' ریحان نے کہا۔

''جی، یہ شم...... میرا مطلب ہے......'' وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ ''میرا مطلب ہے......''

''میرا نام شمشاد ہے۔'' دوسرے لڑکے نے کہا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

ریحان نے گہری گرمجوشی سے اس سے مصافحہ کیا۔ ''میں آپ کا کالم اور تبصرے بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ فیاض سے اکثر آپ کے متعلق بات ہوتی رہتی ہے۔''

ریحان نے بریف کیس کھولا، اس میں سے دو پاس نکال کر ایک ایک ان دونوں کی طرف بڑھا دیا۔ اسے محسوس ہوا کہ شمشاد اسے بڑے غور سے دیکھ رہا ہے۔

''اس کی کیا ضرورت تھی۔'' شمشاد نے کہا۔ ''ہم تو یہ میچ مس ہی نہیں کر سکتے تھے۔''

ریحان کو اس کے لہجے میں کوئی خاص بات محسوس ہوئی۔ ''کوئی خاص وجہ؟''

''جی ہاں، آپ کے تبصرے تو بہت پڑھے ہیں۔ آپ کا کھیل بھی دیکھنے کو جی چاہتا تھا۔''

اس بار پھر اس کے لہجے میں کوئی بات تھی...... شاید خفیف سی کاٹ، جیسے وہ طنز کر رہا ہو۔ ''یو آر موسٹ ویلکم'' اس نے کہا۔

''تھینک یو ویری مچ۔''

وہ دونوں اس سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گئے۔ ریحان چند لمحے سوچتا رہا اور الجھتا

رہا۔ فیاض اس سے کھنچا کھنچا سا تھا۔ کیوں؟ اور اس دوسرے لڑکے شمشاد کا لہجہ؟ کیا خاص بات تھی اس میں؟ اس کے ذہن میں ایک خلش سی جاگ اٹھی لیکن وہ اس کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھا۔ پھر اس نے سر جھٹکا اور اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھ گیا۔ اتنی مصروفیات میں اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو کون اہمیت دے لیکن اسے نہ جانے کیوں فیاض سے بے حد انسیت تھی۔ شاید اس لیے کہ وہ بھی ماں سے محروم تھا۔

☆======☆======☆

دونوں لڑکے فلیٹ میں داخل ہوئے اور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئے۔ شمشاد نے صوفے پر بیٹھتے ہی ریحان کے دیئے ہوئے پاس کے پُرزے کر دیئے۔

''یہ کیا کیا تم نے شم...... میرا مطلب ہے......''

''تم بالکل گدھے ہو یار! تم نے تو آج مروا ہی دیا تھا۔ اگر میں خود اپنا نام نہ بتاتا تو تم مجھے بارہویں کھلاڑی کی حیثیت سے متعارف کرا دیتے۔'' شمشاد بگڑ گیا۔

''بس یار...... عادت سی ہو گئی ہے نا لیکن میں سنبھل گیا تھا۔''

''خاک سنبھل گئے تھے۔ بات تو کی نہیں جا رہی تھی تم سے۔'' شمشاد نے اسے مزید جھاڑ پلائی۔

''پتا نہیں کیوں...... میں ان سے شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔ وہ بہت اچھے آدمی ہیں شمشاد۔''

''ہاں، لیکن صرف ظاہری طور پر، ان کا باطن تو ان کی تحریر بے نقاب کرتی ہے۔''

''کیا کہوں...... میں تو جیسے بھول ہی گیا تھا۔ اب وہ ملے تو یاد آیا۔ یار! وہ ہمیشہ سے میرے ساتھ بڑی شفقت برتتے رہے ہیں۔ بہت وقت دیتے رہے ہیں مجھے۔ ان کا انداز ایسا ہوتا ہے، جیسے وہ میرے دوست بھی ہوں اور بزرگ بھی......''

''بس کرو۔ تم تو اس کے قصیدے پڑھنے بیٹھ گئے۔'' شمشاد نے چڑ کر کہا۔ ''تم میں یہ بڑی کمزوری ہے کہ سطحی باتوں سے بہت جلدی متاثر ہو جاتے ہو۔ ورنہ وہ تو بہت پست انسان ثابت ہوا ہے۔ بگلا بھگت کہیں کا۔''

''خیر چھوڑو ان باتوں کو۔'' فیاض نے طویل سانس لے کر کہا۔ ''یہ بتاؤ، تم نے پاس کیوں پھاڑ دیا؟''

''تم بھی پھاڑ دو، ہمیں پاس کی ضرورت نہیں ہے۔''

''کیوں...... میچ نہیں دیکھو گے۔''

"دیکھیں گے...... ایک ساتھ دیکھیں گے۔ ابھی ہم اپنے نئے اپارٹمنٹ میں شفٹ نہیں ہوئے ہیں لیکن میں فلیٹ کی چابی لے آؤں گا۔ اس فلیٹ کی گیلری سے اسٹیڈیم گراؤنڈ کا منظر بہت صاف نظر آتا ہے پھر دوربین بھی ہوگی ہمارے پاس۔" شمشاد کا لہجہ معنی خیز ہوگیا۔

"لیکن اسٹیڈیم میں زیادہ لطف آتا۔"

"نہیں آ سکتا۔ تم تجربہ کر کے دیکھ لو، کھلاڑی تم سے اتنے نزدیک ہوں گے کہ ہاتھ بڑھاؤ اور چھولو۔"

"دیکھیں گے، میں یہ پاس تو ہرگز نہیں پھاڑوں گا۔"

"مت پھاڑو لیکن میچ تم میرے ساتھ ہی دیکھو گے۔ میچ ساڑھے نو بجے شروع ہو گا۔ میں نو بجے تک یہاں پہنچ جاؤں گا۔"

☆======☆======☆

انٹرکان سے واپسی پر ریحان اپنے دفتر چلا آیا۔ ایڈیٹر کے کمرے میں انجم بھی موجود تھی۔ "کہو بھئی...... تمہارے میچ کا کیا رہا؟" ایڈیٹر نے پوچھا۔

"تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ آپ سنائیں، آپ نے کوریج کے سلسلے میں کیا سوچا؟"

"دو فوٹو گرافر جائیں گے۔ رپورٹنگ کا کام میں نے انجم کو سونپ دیا ہے۔"

"انجم کو!"

"کیوں...... میں نہیں کرسکتی کیا۔" انجم نے شوخ لہجے میں پوچھا۔

"ممکن ہے کرسکتی ہو۔ حقیقت تو پرسوں کے اخبار سے پتا چلے گی۔"

کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر وہ دونوں اٹھ گئے۔

"اب کیا ارادہ ہے؟" باہر نکل کر ریحان نے پوچھا۔

"کار میں بیٹھ جاؤ چپکے سے۔ آج تم مجھے شیزان میں چائے پلاؤ گے۔"

"وہ کس خوشی میں؟"

"میرے سپورٹس رپورٹر بننے کی خوشی میں۔"

"مطالبہ تو معقول ہے لیکن میری جیب......" ریحان نے اپنی جیبیں ٹٹولنا شروع کر دیں۔

"بس سیدھی طرح گاڑی میں بیٹھ جاؤ کنجوس آدمی۔ تمہاری جیب خالی ہوئی تو میں

تمہیں قرض دے دوں گی۔"

"میں پہلے ہی تمہارا مقروض ہوں۔" ریحان نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ "تم اس میچ کی رپورٹنگ کیسے کرو گی؟" بالآخر ریحان نے پوچھا۔

"جیسے تم کرتے رہے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں تمہارے تبصرے پڑھتی رہی ہوں۔ بالکل اسی انداز میں لکھوں گی۔ تمہیں خود بھی اس پر اپنی تحریر کا دھوکا ہونے لگے گا۔"

"اور پھر تمہیں بھی کسی بارہویں کھلاڑی کی طرف سے دھمکیاں ملنے لگیں گی۔"

"اوہ، یاد آیا۔ تمہارے بارہویں کھلاڑی کی کوئی خبر۔"

"کوئی نہیں۔" ریحان نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ اس نے خط کے بارے میں انجم کو بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ خواہ مخواہ پریشان ہو جائے گی۔

"آہیں تو ایسے بھر رہے ہو، جیسے اس کے بغیر تمہاری زندگی ادھوری ہے۔"

"آہ تو تمہارے لیے بھری تھی۔ سوچتا ہوں، تمہاری ممی سے بات کروں یا ڈیڈی سے۔"

"پہلے مجھ سے تو بات کرلو۔" انجم نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔

"فضول باتیں مت کرو اور اپنی توجہ ڈرائیونگ پر رکھو۔" ریحان نے اسے جھڑک دیا۔ "مجھے بے اختیار لوگوں سے بات کرنا پسند نہیں۔ جو اتھارٹی ہوگا، اس سے بات کروں گا۔"

"تو پھر کب آ رہے ہو ہمارے گھر؟" انجم نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔ "میں تمہیں اپنی اتھارٹی دکھانا چاہتی ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تم سے تو میں شیزان میں نمٹ لوں گا۔"

☆======☆======☆

ریحان جمعے کی صبح تیار ہو کر اسٹیڈیم پہنچ گیا۔ اس وقت ساڑھے آٹھ بجے تھے۔ یہ دیکھ کر اسے حیرت ہوئی کہ جنرل اسٹینڈ والی کھڑکی پر طویل قطار لگی ہوئی تھی۔ اسٹیڈیم کے اندر ابھی سے کافی لوگ جمع تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد انجم بھی آ گئی۔ وہ اسے لے کر ایڈمنسٹریشن ہال میں جا بیٹھا۔ منتظم شاید باہر کے کاموں میں مصروف تھا۔ اس وقت پچ پر

رول گھمایا جا رہا تھا۔

ٹھیک نو بجے فون کی گھنٹی بجی۔ پہلے تو ریحان نے کوئی توجہ نہ دی لیکن گھنٹی مسلسل بجتی رہی تو اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ ''ایڈمنسٹریشن آفس، نیشنل اسٹیڈیم۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''آپ کو کس سے بات کرنا ہے؟''

''ریحان ہاشمی صاحب سے۔'' دوسری طرف سے جواب ملا۔

''میں ریحان ہی بول رہا ہوں۔''

''اوہ...... تو میری بات غور سے سنیے۔ ریسیور نہ رکھیے گا۔ اس میں آپ ہی کا نقصان ہے۔''

اچانک ریحان کو احساس ہوا کہ وہ اس وقت بارہویں کھلاڑی سے بات کر رہا ہے۔ ابتدا میں اس نے رواداری میں اس کی آواز نہیں پہچانی تھی۔ حالانکہ یہ آواز اب وہ کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ اس نے کن انکھیوں سے انجم کی طرف دیکھا، جو اسی کی طرف متوجہ تھی، پھر اس نے فیصلہ کیا کہ اسے محتاط ہو کر گفتگو کرنا ہو گی تا کہ انجم کو کسی بات کا علم نہ ہو۔

''آزمائش کا وقت آ پہنچا ہے ہاشمی صاحب! آپ کو صرف دو باتوں کا خیال رکھنا ہے۔ پہلی بات یہ کہ آپ کو اس میچ میں سینچری بنانا ہے۔ دوسری بات یہ کہ آپ کی ٹیم کو شکست نہیں ہونا چاہیے۔''

''ان دونوں باتوں کی ضمانت تو دنیا کا کوئی شخص نہیں دے سکتا۔'' ریحان نے کہا۔

''یہ خیال تمہیں اب آیا ہے۔'' دوسری طرف سے بڑے خراب لہجے میں کہا گیا۔ ''اس سے پہلے تم دوسروں سے یہی توقع کرتے رہے ہو اور توقع پوری نہ ہونے پر ان کی ساکھ کی دھجیاں بکھیرتے رہے ہو۔ خیر...... اگر تم کامیاب ہو گئے تو خود کو بری سمجھو۔ ناکامی کی صورت میں جرم تم پر ثابت ہو جائے گا...... اور تمہیں میری رائفل کی وہ خاموش گولی تو یاد ہو گی ہی۔ میرے خیال میں وہ بھی انتظار سے بور ہو گئی ہو گی۔ سمجھ گئے نا؟''

''ہاں سمجھ گیا لیکن میرے خیال میں یہ انصافی ہو گی۔''

''ہرگز نہیں۔ تم نے جو بویا ہے، وہی کاٹو گے۔ یقین رکھو، میں تمہیں بیٹنگ کریز پر ہی شوٹ کروں گا۔''

دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔ ریحان نے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔ اس کا ذہن بہت تیزی سے سوچ رہا تھا۔ اس وقت واویلا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

میچ ملتوی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ پیچھے بھی نہیں ہٹ سکتا تھا۔ کسی کو کچھ بتانا بھی بے سود تھا۔ اتنے ہجوم میں ایک بٹالین بھی اس کی حفاظت کے لیے ناکافی تھی۔ وہ سوچتا رہا۔ اسٹیڈیم میں رائفل لے کر داخل ہونا مشکل تھا لیکن ناممکن نہیں تھا۔ اسے شوٹ کرنے والا یقیناً لوگوں کی نظروں میں آ جاتا لیکن بقول انسپکٹر آصف، وہ تو دیوانہ تھا اور دیوانے کب نتائج کی پروا کرتے ہیں۔ پھر اسے اسٹیڈیم کے اطراف کی عمارتیں یاد آئیں اور اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے لیکن پھر ایک امید افزا خیال نے اس کے ذہن میں انگڑائی لی۔ یہ یقیناً ایکٹی وٹی ہے لڑکوں کی...... اور وہ خواہ مخواہ پریشان ہو رہا ہے لیکن رائفل کا پچھلا فائر اور گلدان کی کرچیاں کچھ بھی نہیں۔ یہ ایک سنگین مذاق ہے اور بس۔ خواہ مخواہ اپنے دماغ پر بوجھ ڈالنے سے فائدہ۔ اس نے اپنے ذہن کو ٹٹولا۔ وہ خوفزدہ بہر حال نہیں تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ذرا سی بھی لرزش نہیں تھی۔

وہ اپنی سوچوں میں اس طرح گم تھا کہ اسے انجم کی موجودگی کا احساس ہی نہیں ہوا۔ انجم نے بڑے غور سے اس کے چہرے کے پل پل بدلتے رنگ دیکھ رہی تھی۔ اس کی از خود رفتگی بھی معنی خیز تھی۔ ''کس کا فون تھا؟'' بالآخر اس نے پوچھا۔

ریحان بُری طرح چونکا۔ ''ایک دوست کا فون تھا۔'' اس نے ٹالنا چاہا۔

''جھوٹ مت بولو۔ یہ بارہواں کھلاڑی تھا۔''

ریحان نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''انجو...... میں کہہ رہا ہوں نا کہ......''

''جھوٹ مت بولو۔'' انجم نے چیخ کر کہا۔ ''میں جانتی ہوں، یہ وہی بارہواں کھلاڑی تھا۔''

''اچھا...... تھا، پھر تم کیا کرو گی؟''

''وہی جو مجھے کرنا چاہیے۔''

''تم کچھ نہیں کرو گی انجو! کچھ کیا بھی نہیں جا سکتا، خود سوچو اور پھر یہ محض ایک سنگین مذاق ہے۔''

''میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔''

''تم میری مشکل میں میرا ساتھ دینے کے بجائے میرے لیے دشواریاں بڑھاؤ گی۔ میری جگ ہنسائی کا سامان کرو گی۔''

''زندگی کے عوض جگ ہنسائی بہت سستا سودا ہے۔ میں تمہارا ساتھ ہی دے رہی ہوں۔''

"نہیں انجو! میں ایسا نہیں سمجھتا۔" ریحان نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "پلیز پُرسکون رہو اور مجھے بھی پُرسکون رہنے دو۔"

"ریحان! اس سلسلے میں مَیں تمہاری ایک نہیں سنوں گی۔"

"ٹھیک ہے، پھر تم مجھے ہمیشہ کے لیے کھو دو گی۔"

"یہ مجھے گوارا ہے، تمہاری زندگی مجھے زیادہ عزیز ہے۔"

"تم میرا مطلب نہیں سمجھیں۔" ریحان نے سرد لہجے میں کہا۔ "اگر تم نے اس طرح مجھے بچایا تو میں خود کو شوٹ کرلوں گا۔"

اب کہنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ انجم نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

☆======☆======☆

ریحان نے انجم کو بمشکل خاموش کرایا اور پریس انکلوژر میں بھیج دیا۔ وقت بہت کم رہ گیا تھا، دونوں ٹیموں کے کھلاڑی آ چکے تھے۔ ریحان کو شعوری طور پر گولی کی فکر نہیں تھی لیکن اس کی اپنی کارکردگی اس کے لیے اَنا کا مسئلہ بن گئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ سنچری بنانے کا دعویٰ دنیا کا کوئی عظیم کھلاڑی بھی نہیں کرسکتا۔ یہ بچکانہ بات تھی۔ تاہم اس کے ذہن میں اس کا بھی ایک حل تھا۔ فلسٹار الیون کمزور ٹیم تھی۔ اس سے پہلے جو مقابلے ہوتے رہے تھے۔ ان میں تماشائیوں کی دلچسپی کو اولیت دی جاتی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اس بار میچ سنجیدگی سے کھیلا جائے۔ اگر وہ ٹاس جیت گیا تو فلسٹار الیون کو پہلے کھیلنے کی دعوت دے گا اور کوشش کرے گا کہ انہیں سو سے کم سکور پر آؤٹ کر دیا جائے۔ اس صورت میں سنچری کا مسئلہ خودبخود ختم ہو جائے گا...... اور یہ بارہویں کھلاڑی کے لیے بہت بڑی شکست ہوگی۔ جہاں تک میچ جیتنے کا تعلق ہے۔ یہ کوئی دشوار بات نہیں تھی۔

فلسٹار الیون کے کپتان کے ساتھ ٹاس کرنے کے لیے وکٹ کی طرف بڑھتے ہوئے ریحان نے خود کو ٹٹولا۔ اسے یقین ہو گیا کہ وہ بارہویں کھلاڑی کی دھمکی سے خوفزدہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود جب اسے احساس ہوا کہ وہ ٹاس ہار گیا ہے تو وہ سن ہو کر رہ گیا...... نہ جانے کیوں اب وہ امید وبیم کی کیفیت میں اپنے حریف کپتان کے چہرے کو بغور سے دیکھ رہا تھا، جس پر کشمکش کے تاثرات تھے، جیسے وہ فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ بیٹنگ کرے یا فیلڈنگ پھر اس نے ریحان کو بتایا کہ اس کی ٹیم پہلے بیٹنگ کرے گی...... اور ریحان کے دماغ سے جیسے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا۔ پویلین کی طرف آتے

ہوئے وہ اپنی کیفیت کا تجزیہ کرتا رہا لیکن اس سے زیادہ کچھ نہ سمجھ سکا کہ ان دونوں شرطوں کو شاید اس کی اَنا نے بہت بڑا مسئلہ بنا دیا ہے۔

پویلین میں واپس آ کر اس نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ وہ ٹاس ہار گیا ہے لیکن یہ بھی ٹاس جیتنے کے مترادف ہے، کیونکہ وہ ٹاس جیتتا تب بھی یہی کچھ ہوتا۔ اس نے رکٹ کیپر کو پیڈ کرنے کی ہدایت دی اور ایک سگریٹ سلگا لیا۔ 45 اوورز کا وہ میچ شروع ہونے والا تھا۔

☆======☆======☆

انجم کی حالت اب سنبھل گئی تھی اور اب وہ سوچنے کے قابل تھی۔ اس نے تماشائیوں سے بھرے اسٹینڈز دیکھے۔ جنرل اسٹینڈ میں شائقین کی آمد کا سلسلہ ابھی تک جاری تھا۔ یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ لوگ اتنی بڑی تعداد میں میچ دیکھنے کے لیے آئیں گے۔ اب وہ ریحان کے فیصلے اور اس کی باتوں کو ایک نئے رخ سے دیکھ اور سراہ رہی تھی۔ اگر بارہویں کھلاڑی کی دھمکی کے سلسلے میں کوئی قدم اٹھایا جاتا تو کیا ہوتا۔ پولیس، اسٹیڈیم میں ریحان کو تحفظ فراہم نہیں کرسکتی تھی۔ کھلی جگہ...... اتنا بڑا ہجوم...... اور پھر گرد و پیش کی عمارتیں۔ یہ ناممکن تھا۔ اس صورت میں دو ہی اقدامات ممکن تھے۔ وہ ریحان کو مجبور کرتے کہ وہ نہ کھیلے دوسری صورت میں میچ ملتوی کیا جا سکتا تھا اور وہ دونوں صورتیں ریحان کے نقطۂ نظر سے ناقابلِ قبول تھیں۔ نہ کھیلنے کی صورت میں وہ زندگی بھر کے لیے لوگوں کے مذاق کا نشانہ بن کر رہ جاتا۔ دوسرے اسے اپنے مؤقف پر یقین کے باوجود خود کو مجرم تسلیم کرنا پڑتا اور اس صورت میں اسے اپنے ہاتھوں اپنا کیریئر خود تباہ کرنا پڑتا۔ انجم جانتی تھی کہ ریحان کے لیے اس کا کیریئر ہی اس کی زندگی ہے۔ کیریئر کے بغیر وہ جیتے جی مر جاتا۔ میچ ملتوی کرنے کی صورت میں اتنے سارے تماشائی مایوس ہوتے بلکہ ہنگامہ بھی ہو جاتا۔ لوگوں کا اعتماد بھی ختم ہو جاتا۔ واقعی بڑی قباحتیں تھیں۔ وہ سوچنے لگی کہ ریحان نے درست فیصلہ کیا ہے۔

لیکن اچانک اس کے منطقی ذہن پر جذبات کا غلبہ ہوا۔ یہ سب کچھ اپنی جگہ...... لیکن کیا ریحان کی زندگی اتنی بے وقعت ہے؟ یہ سوال سانپ کی طرح پھن کاڑھ کر اس کے استدلال کے راستے میں کھڑا ہو گیا اور پھنکارتا رہا۔ وہ چند لمحوں کے لیے سن ہو کر رہ گئی، واقعی ریحان کی زندگی اتنی بے وقعت تو نہیں۔ پھر اسے خیال آیا، ریحان کہہ رہا تھا کہ یہ محض ایک سنگین مذاق ہے۔ یہ بات ممکن ہے۔ اتنی ذرا سی بات پر کوئی کسی کو اتنی

سفا کی سے قتل نہیں کر سکتا۔

''کیا بات کرتی ہو۔ یہاں تو چونی کے لیے قتل ہو جاتے ہیں۔'' سانپ پھنکارا۔

وہ پھر سوچنے لگی۔ اب تو وہ سوچ سوچ کر نڈھال ہوئی جا رہی تھی۔ پھر ایک خیال بجلی کی طرح اس کے ذہن میں کوند گیا۔ اگر بارہواں کھلاڑی سنجیدہ ہے تو پھر بھاگنے سے فرق کیا پڑتا ہے۔ اگر ریحان یہاں خود کو بچا لے تو بارہواں کھلاڑی کسی اور موقع پر اسے شکار کر لے گا۔ اگر یہ سب کچھ سنگین حقیقت ہے تو ریحان کی زندگی کی تو کوئی ضمانت نہیں ہے اور پھر خود ریحان کی کیا کیفیت ہوگی۔ وہ جب تک جیے گا، خوفزدہ رہے گا۔ ہر آہٹ پر چونکا کرے گا۔ راستہ چلتے ہوئے پلٹ پلٹ کر دیکھے گا۔ راتوں کو سو نہیں سکے گا۔ اس کی زندگی محض سسکتی ہوئی، رینگتی ہوئی موت ہوگی۔ اگر یہ سب کچھ درست ہے۔ اگر بارہواں کھلاڑی اپنی دھمکی کے سلسلے میں سنجیدہ ہے تب بھی ریحان کا فیصلہ درست ہے۔ یہاں اس کا تو امکان ہے کہ وہ خود کو برحق ثابت کر دے اور ہمیشہ کے لیے بے خوف اور سر بلند ہو جائے۔ ہر لحاظ سے یہی بہتر ہے۔ اول تو یہ ساری باتیں فضول ہیں۔ یہ محض ایک سنگین مذاق ہے اور اس میں ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔

پھن کاڑھ کر پھنکارتے ہوئے وسوسوں کے سانپ نے سر ڈال دیا اور کسی کیچوے کی طرح حقیر اور بے ضرر ہو گیا۔ پھر منطق نے اس کے سر پر پیر رکھ کر اسے کچل دیا۔

انجم نے فلمسٹار نوید کے ساتھ ریحان کو پویلین کی طرف آتے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں فاتحانہ چمک تھی۔ شاید وہ ٹاس جیت گیا تھا۔ وہ بے حد پُرعزم نظر آ رہا تھا۔ انجم کو اس پر بے اختیار پیار آ گیا۔ اس بحران میں وہ کتنا بڑا آدمی ثابت ہو رہا تھا۔ اتنا بڑا مجمع...... ہزاروں افراد اور میرے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اسے کیا دھمکی دی گئی ہے، وہ کس آزمائش سے گزر رہا ہے...... اور میں بھی کیا جانتی ہوں۔ یہ تو محض میرا اندازہ ہے۔ اس نے مجھے بھی کچھ نہیں بتایا ہے۔ اس نے تو اعتراف بھی نہیں کیا۔ وہ اپنی سولی اپنے کاندھے پر اٹھائے پھر رہا ہے۔ انجم سوچتی رہی اور اسے ریحان پر پیار آتا رہا۔ اس وقت اسے دیکھ کر انجم کو ایک شعر یاد آیا اور ہمیشہ کے لیے ریحان سے منسوب ہو کر رہ گیا۔

ہر ایک طوفاں تیں سینۂ موج پر ملوں گا تیں سر کشیدہ
سمندرو! سر اٹھا کے دیکھو، میں اپنے قد سے بہت بڑا ہوں

☆======☆======☆

گراؤنڈ میں پہنچتے ہی ریحان نے اپنے تمام ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے اپنی حکمتِ عملی بیان کر دی۔ ''میں یہ میچ بہت بڑے مارجن سے جیتنا چاہتا ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''لہٰذا آج کے دن تم میں سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ ایک تفریحی میچ ہے۔ تمہیں بالنگ میں، فیلڈنگ میں جان لڑانا ہے ہو سکے تو انہیں پچاس رنز پر بک کر لو۔ بہرحال میں نہیں چاہتا کہ یہ لوگ سو سے زیادہ سکور کر پائیں۔''

تمام کھلاڑی حیران رہ گئے۔ یہ روایت تھی کہ ایسے میچ میں ہار جیت کے بجائے کھلاڑیوں کی تفریح اور دلچسپی کا خیال رکھا جاتا تھا لیکن آج ان کا تجربہ کار کپتان کہہ رہا تھا کہ وہ یہ روایت توڑنا چاہتا ہے۔ وہ سب حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

''لیکن ریحان......'' منظر نے کچھ کہنا چاہا۔

''پلیز...... یہ میری تم سب سے درخواست ہے۔'' ریحان نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''یہ وضاحت کا وقت نہیں ہے۔ میں بعد میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ مجھ پر یقین رکھو میں کوئی غلط قدم نہیں اٹھا رہا ہوں۔ میں تم لوگوں سے جو مطالبہ کر رہا ہوں، وہ بہت اہم ہے۔ فار گاڈ سیک...... کچھ مت پوچھو۔ اس وقت صرف میری ہدایت پر عمل کر لو۔''

''او کے چیف!'' تمام کھلاڑیوں نے بیک آواز کہا۔

ریحان نے اطمینان کی سانس لی اور فیلڈ ترتیب دینے میں مصروف ہو گیا۔ اسی وقت اسٹیڈیم تالیوں سے گونج اٹھا۔ فلمسٹار الیون کے اوپننگ بیٹسمین پویلین کی جانب سے نمودار ہوئے اور وکٹ کی طرف آنے لگے۔ ریحان اور اس کے ساتھیوں نے بھی تالیاں بجا کر ان کا خیر مقدم کیا۔

پندرہ اوورز کے بعد پانی کا وقفہ ہوا تو ریحان بے حد مطمئن تھا۔ فلمسٹار الیون نے پندرہ اوورز میں 32 رنز بنائے تھے اور اس کے چھ کھلاڑی آؤٹ ہوئے تھے۔ تماشائی دم سادھے بیٹھے تھے۔ انہوں نے اپنے پسندیدہ فلمی ہیروز کو بڑی بے بسی سے آؤٹ ہوتے دیکھا تھا۔ جبکہ وہ ان کے چوکے اور چھکے دیکھنے آئے تھے۔

اس وقت جو بیٹسمین کریز پر تھے، ان میں ایک پرانا مزاحیہ اداکار رسیلا تھا اور دوسرا ایک ابھرتا ہوا اداکار تھا۔ ریحان جانتا تھا کہ مزاحیہ اداکار بلے باز ہے چنانچہ اس نے تین فیلڈرز باؤنڈری پر کھڑے کر دیئے۔ نئے اداکار ذاکر کے بارے میں وہ پوری طرح بے خبر تھا۔

پانی کے وقفے کے بعد کھیل شروع ہوا تو اس میں بہت زیادہ تیزی تھی۔ وقفے کے

بعد پہلے اور مجموعی طور پر سولہویں اوور میں ریحان نے ذاکر کا کیچ چھوڑ دیا۔ کیچ بہت مشکل تھا لیکن ریحان کو اس پر کچھ زیادہ ہی افسوس ہوا۔ چانس ملتے ہی ذاکر نے کھل کر کھیلنا شروع کر دیا۔ اب دونوں بیٹسمینوں کے بلوں سے رن برس رہے تھے۔ وہ بالنگ کے چیتھڑے اڑائے دے رہے تھے۔ سکور بہت تیزی سے بڑھ رہا تھا اور ریحان اس پر قابو پانے سے قاصر تھا۔ اس نے ہر حربہ اختیار کر کے دیکھ لیا لیکن گیند ہر اوور میں کم از کم ایک مرتبہ تماشائیوں کے کسی نہ کسی اسٹینڈ میں جا کر گرتی رہی۔ ریحان بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔ دوسری طرف تماشائیوں کے مجمع میں جیسے جان پڑ گئی تھی۔ ہر گیند پر تالیاں بجائی جا رہی تھیں۔ کچھ لوگوں کے پاس پٹاخوں والے کھلونا نما پستول بھی تھے۔ وہ وقتاً فوقتاً پٹاخے بھی چھوڑ رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ یہ میچ اب تک ہونے والے اس قسم کے تمام میچوں میں یادگار ثابت ہو گا۔ عام میچوں کے برعکس اس میچ کی فضا میں سنجیدگی تھی۔ کھنچاؤ تھا۔ کشیدگی تھی ہر شخص کو اندازہ تھا کہ یہ میچ لوگوں کی تفریح کے لیے نہیں کھیلا جا رہا بلکہ دونوں ٹیمیں میچ جیتنے کی سر توڑ کوششیں کر رہی ہیں۔ مزاحیہ اداکار رسیلا بھی بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا ورنہ عام طور پر وہ عجیب عجیب شاٹ کھیل کر لوگوں کو ہنساتا تھا۔ تیسویں اوور کے بعد پانی کا وقفہ ہوا تو فلمسٹار الیون کا سکور 122 رنز چھ کھلاڑی آؤٹ تھا۔

وقفے کے بعد ریحان نے ذاکر کے مزید دو کیچ چھوڑ دیئے۔ اب وہ شدید اعصابی دباؤ کا شکار تھا۔ دونوں بیٹسمین شاٹ کھیلتے رہے اور تماشائیوں سے داد حاصل کرتے رہے۔ سکور بہت تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ 38 اوور میں رسیلا 78 رن بنا کر بولڈ ہو گیا۔ اس وقت کل سکور 192 رن تھا۔ 41ویں اوور میں ذاکر بھی بولڈ ہو گیا۔ اس نے 94 رن بنائے تھے۔ اس وقت کل سکور 218 رن تھا۔ بالآخر فلمسٹار الیون 43 ویں اوور میں 230 رن بنا کر آؤٹ ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی کھانے کا وقفہ ہو گیا۔

کھانے کے وقفے کے دوران ریحان کھانے کے بجائے...... پریس انکلوژر میں انجم کے پاس آ بیٹھا۔ انجم نے اس کی اعصاب زدگی محسوس کر لی۔ ”کیا بات ہے۔ تم پریشان کیوں ہو؟“ اس نے پوچھا۔

”نہیں...... پریشان تو نہیں ہو۔ دراصل میری پلاننگ فیل ہو گئی۔“ ریحان نے جواب دیا۔

”تمہارا خیال ہے کہ میچ تمہارے ہاتھ سے نکل گیا ہے؟“

”ایسی بات تو نہیں ہے۔ 45 اوورز میں 230 رن مشکل ٹارگٹ ضرور ہے لیکن

ناممکن نہیں ہے۔ ہم یہ سکور کر سکتے ہیں۔“

”تو پھر پریشانی کی کیا بات ہے؟“

”بارہویں کھلاڑی کی دونوں شرطیں پوری کرنا اب میری اَنا کا مسئلہ بن گیا ہے۔“ ریحان نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”کرکٹ ایسا کھیل ہے کہ سامنے کیسے ہی باؤلر کیوں نہ ہوں، کوئی کھلاڑی یہ دعویٰ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ سنچری بنا لے گا۔ میں بھی نہیں کر سکتا۔ اس سے بچنے کی یہی ایک صورت تھی کہ مخالف ٹیم پہلے بیٹنگ کرتی اور ہم اسے سو سے کم سکور پر آؤٹ کر لیتے۔ اس صورت میں سنچری کا سوال ہی نہیں رہتا۔ خوش قسمتی سے میری پہلی خواہش تو ٹاس ہارنے کے باوجود پوری ہو گئی اور فلمسٹار الیون نے پہلے بیٹنگ کی۔ ہم یقیناً انہیں سو سے کم سکور پر آؤٹ کر سکتے تھے لیکن دو آدمی اٹک گئے خیر...... یہی تو کرکٹ کا اصل حسن ہے۔ اس میں کوئی بات یقینی نہیں ہوتی۔ اب مجھے ہر حال میں سنچری بنانا ہے اور یہ آسان کام نہیں ہے۔“

”تم نے یہ کیوں سمجھ لیا تھا کہ تم انہیں سو سے کم رن پر آؤٹ کر لو گے؟ کیا فلمسٹار الیون کے کھلاڑی اچھے نہیں ہیں؟“ انجم نے کہا۔

”نہیں انجو! یہ بات نہیں ہے۔ بعض اداکار بہت اچھے کھلاڑی ہیں...... بہت ہی اچھے لیکن وہ سال میں ایک بار کھیلتے ہیں۔ ایسے میں کھیل ختم ہو جاتا ہے۔“

”تب تو ان کے پاس اچھے بالرز بھی نہیں ہوں گے۔ گویا تم سنچری بنا سکتے ہو۔“

”ان کا اٹیک کمزور ہے لیکن سنچری کے بارے میں یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ کرکٹ میں بارہا ایسا ہوا ہے کہ اتفاقیہ باؤلرز نے دنیا کے عظیم بیٹسمینوں کو آؤٹ کیا ہے۔“

”تم پر یہ دباؤ تمہاری انا کا ہی ہے یا......“

”نہیں انجو! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں اس دھمکی کو ایک سنگین مذاق سے زیادہ کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ میں......“

اسی وقت ریحان کو کسی نے آ کر بتایا کہ ایڈمنسٹریشن آفس میں آ جائے۔ اس کا فون آیا ہے۔

ریحان تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن انجم نے دیکھ لیا تھا کہ فون کے تذکرے پر اس کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا ہے۔

☆======☆======☆

دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی، بارہواں کھلاڑی ریسیور کان سے لگائے رابطہ ملنے کا منتظر تھا۔ اسکواڈ ممبر سامنے کھڑا خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر کشمکش کے تاثرات تھے۔ ''دیکھو...... میں پھر تمہیں سمجھا رہا ہوں......''

بارہویں کھلاڑی نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ دوسری طرف سے کسی نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔ ''نیشنل اسٹیڈیم، ایڈمنسٹریشن آفس۔'' کسی نے کہا۔

''مجھے ریحان ہاشمی صاحب سے بات کرنا ہے۔'' بارہویں کھلاڑی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''سوری...... وہ تو یہاں موجود نہیں ہیں۔''

''انہیں تلاش کر کے بلوائیے یہ بہت ارجنٹ کال ہے۔''

''آپ کا نام؟''

''میں ایس پی غفران بول رہا ہوں۔'' بارہویں کھلاڑی نے بارعب انداز میں کہا اور اسکواڈ ممبر نے گویا اپنی سانس روک لی۔

''بہتر ہے، آپ ہولڈ کیجیے۔''

کچھ ہی دیر بعد فون پر ریحان کی آواز سنائی دی۔ ''ریحان ہاشمی اسپیکنگ۔''

''تم تین کیچ چھوڑ چکے ہو۔'' بارہویں کھلاڑی نے سرد لہجے میں کہا۔ ''خیر، یہ تمہارا دردِ سر ہے، اس کا نتیجہ تمہارے ہی حق میں خراب نکلا ہے۔ میں تمہیں صرف یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ تمہاری آزمائش کا وقت شروع ہو چکا ہے۔ میری رائفل کی گولی کو بھول نہ جانا۔ میں اس وقت تمہارے بہت قریب ہوں۔''

چند لمحے خاموشی رہی، پھر ریحان نے آہستہ سے کہا۔ ''مجھے یاد ہے۔''

''ویسے تم نے اچھی ترکیب اختیار کی تھی، اگر تم انہیں سو سے کم سکور پر آؤٹ کر لیتے تو تمہاری ایک مصیبت دور ہو جاتی لیکن دوست، یہ قدرت کا انصاف ہے۔ ویسے ٹاس جیت کر بیٹنگ کرانے کا فیصلہ مجھے بہت پسند آیا۔''

''میں ٹاس ہارا تھا۔'' دوسری طرف سے جواب ملا۔ ''یہ بات تو تم جانتے ہی ہو گے کہ میں پانچویں نمبر پر بیٹنگ کرتا ہوں۔''

''مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ تم چاہو تو دسویں نمبر پر بیٹنگ کر سکتے ہو، مجھے تو صرف سینچری سے مطلب ہے۔ اگر تم سینچری نہ بنا سکو تو کریز چھوڑنے سے پہلے اپنے گرد و پیش پر نظر ڈال لینا، مجھے یقین ہے کہ میری رائفل کی ٹیلی سکوپ سائٹ کا انعکاس

مرنے سے پہلے تمہاری آنکھوں کو خیرہ ضرور کر دے گا۔ میرا وعدہ ہے کہ سینچری نہ کرنے کی صورت میں تم کریز سے زندہ نہ جا سکو گے۔'' یہ کہہ کر بارہویں کھلاڑی نے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

☆======☆======☆

رائفل کا حوالہ دیتے ہوئے بارہویں کھلاڑی کے لہجے میں جانے کیا تھا کہ ریحان کے جسم میں سرد لہر دوڑ گئی تھی۔ اس کے باوجود اس کا تصور اب بھی یہی تھا کہ یہ محض ایک سنگین مذاق ہے...... ایک چیلنج ہے...... اور اس نے اس چیلنج کو قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس کے بعد وہ خود کو بہت مطمئن اور پُراعتماد محسوس کرنے لگا۔ وہ پریس انکلوژر میں پہنچا تو مسکرا رہا تھا۔ اس کی وہ مسکراہٹ اتنی سچی تھی کہ اسے دیکھ کر انجم کی ساری تشویش ڈھل گئی۔ پھر بھی اس نے سوالیہ نظروں سے ریحان کی طرف دیکھا۔

''ایک دوست کا فون تھا۔'' ریحان نے بتایا۔ ''معذرت کر رہا تھا کہ مصروفیت کی وجہ سے میچ دیکھنے نہیں آ سکا۔''

انجم کو فوراً ہی یقین آ گیا۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی شک نہ کر سکی کہ کوئی اور بات ہے۔

ریحان نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظر ڈالی۔ ''اچھا انجو! اب میں چلتا ہوں۔ وقت بہت کم رہ گیا ہے۔'' اس نے کہا۔

''وش یو بیسٹ آف لک۔'' انجم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو۔ آئی ول ریئلی نیڈ اٹ۔''

☆======☆======☆

وہ دونوں بالکونی میں بیٹھے تھے۔ ان کی آنکھوں سے دوربینیں لگی تھیں اور وہ اسٹیڈیم گراؤنڈ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ امپائر میدان میں آ چکے تھے اور انہوں نے اسٹمپس پر بیلز رکھ دی تھیں۔ پھر فیلڈرز میدان میں آ گئے۔ فلمسٹار الیون کا کپتان فیلڈ سیٹ کر رہا تھا۔ مقبول ترین اداکار دائرے سے باہر باؤنڈری لائن کے قریب کھڑے کیے گئے تھے تا کہ تماشائی خوش رہیں۔

پھر تالیوں کی گونج میں جرنلسٹ الیون کے اوپنرز نمودار ہوئے۔ بارہواں کھلاڑی ان کی طرف متوجہ ہوا۔ دونوں اوپنرز وکٹ کے قریب پہنچے تو اسے اپنی بصارت پر یقین نہ آیا۔ اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

اسکواڈ ممبر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ ''کیوں...... کیا ہوا؟'' اس نے پوچھا۔

''ذرا بیٹسمینوں کو دیکھو۔ کہیں میری آنکھیں دھوکا تو نہیں کھا رہیں۔''

اسکواڈ ممبر نے اوپنرز کی طرف دیکھا۔ اسٹیڈیم روڈ کی طرف کھڑا ہوا بیٹسمین اب امپائر سے گارڈ لے رہا تھا۔ اس کے سر پر سفید فلاپی ہیٹ تھا۔ اسکواڈ ممبر کو اسے پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ البتہ وہ اسے پہچان کر حیران رہ گیا۔ اسے اس بات کی توقع بھی نہیں تھی۔

''وہی ہے نا؟'' بارہویں کھلاڑی نے پوچھا۔

''ہاں...... وہی ہے۔'' اسکواڈ ممبر نے جواب دیا۔ ''لیکن وہ اوپن تو نہیں کرتا۔''

''اس کا مطلب ہے کہ اس نے میرا چیلنج قبول کر لیا ہے یار فیاض! تمہارا یہ بزرگ دوست مجھے متاثر کرنے لگا ہے۔ ابھی فون پر میں نے اس سے بات کی تو اس کے لہجے میں بڑا ٹھہراؤ تھا۔ ہی واز ویری کمپوزڈ دس ٹائم۔ مجھے تو اب یہ بات ناممکن نظر نہیں آتی کہ وہ میرے دونوں چیلنج ناکام بنا دے۔ بہرحال، دیکھا جائے گا۔''

یونیورسٹی روڈ اینڈ سے باؤلنگ کا آغاز ہو رہا تھا، کھیل شروع ہونے والا تھا۔ ریحان نے چاروں طرف گھوم کر فیلڈ پلیسنگ کا جائزہ لیا۔ پھر اس نے اطراف کی عمارتوں پر نظر ڈالی۔ ان دونوں کو ایک لمحے کے لیے ایسا لگا جیسے اس کی نظریں ان دونوں پر ٹھہر گئی ہوں۔ پھر وہ گیند کھیلنے کے لیے تیار ہو گیا۔

باؤلر نے اسٹارٹ لیا...... گیند پھینکی گیند کی رفتار زیادہ نہیں تھی اور نہ وہ موو ہوئی تھی۔ بس اس میں خوبی یہ تھی کہ وہ مڈل اینڈ آف پر پھینکی گئی گڈ لینتھ ڈلیوری تھی۔ ریحان نے ایک قدم آگے بڑھا کر اسٹریٹ ڈرائیو کیا۔ بظاہر شاٹ زیادہ قوت سے نہیں کھیلا گیا تھا مگر ریحان کا ٹائمنگ غضب کا تھا۔ گیند گولی کی طرح باؤنڈری لائن پار کر گئی۔ اسٹیڈیم تماشائیوں کی تالیوں سے گونج اٹھا۔

''یہ شخص تو واقعی چیلنج پر پورا اترنے کی نیت لے کر آیا ہے۔'' بارہویں کھلاڑی نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔ اسکواڈ ممبر کے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ لرز اٹھی۔

☆======☆======☆

جنرلسٹ الیون کے کھلاڑیوں کے لیے یہ بات حیرت انگیز تھی کہ ریحان اوپن کر رہا تھا۔ وہ اسے بہت اچھا بیٹسمین تسلیم کرتے تھے لیکن اوپننگ...... جبکہ ٹیم میں ریگولر

اوپنر موجود تھے اور ریحان خود مڈل آرڈر میں بیٹنگ کرتا تھا۔ تاہم کسی نے اس فیصلے پر نکتہ چینی نہیں کی۔ ان سب کو احساس تھا کہ اس میچ کے سلسلے میں ریحان کا رویہ ابتدا ہی سے کچھ عجیب سا ہے۔ اس روز وہ شاید ہر روایت توڑ دینے کے موڈ میں تھا۔

اسٹیڈیم میں موجود ہر شخص جانتا تھا کہ جرنلسٹ الیون کا ٹارگٹ بہت مشکل ہے لیکن ان کے اوپنر ریحان نے پہلی ہی گیند پر چوکا لگا کر گویا اعلان کر دیا کہ اس کی ٹیم ابتدا ہی سے ٹارگٹ حاصل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ تماشائیوں نے بھی یہ بات محسوس کر لی کہ وہ ایک انتہائی سنسنی خیز میچ دیکھنے والے ہیں۔ انہوں نے زبردست تالیوں کی گونج کے ذریعے بیٹسمین کو داد دی۔

اپنا پہلا شاٹ خود ریحان کے لیے بھی طمانیت اور فرحت کا باعث تھا۔ پہلی ہی گیند سے اتنی اچھی ٹائمنگ اس کے لیے بے حد خوش آئند تھی۔ اس شاٹ نے اس کی خود اعتمادی کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا کیونکہ وہ ایک بے حد مشکل شاٹ تھا خاص طور پر اس بات کے پیشِ نظر کہ اننگ کی پہلی گیند پر کھیلا گیا تھا۔

پہلے اوور کی پانچویں گیند پر ریحان نے دوسرا چوکا مارا اور یوں پہلے اوور کے اختتام پر جرنلسٹ الیون نے آٹھ رن بنا لیے۔ ان کا ٹارگٹ 13، 5 رن فی اوور تھا۔ دوسرا اوپنر لطیف بھی بہت اچھا کھلاڑی تھا لیکن وہ سیٹ ہونے میں کچھ وقت لگاتا تھا اور اس کے بعد جب وہ کھل کر کھیلتا تھا تو مخالف باؤلرز کو اسے روکنا محال ہو جاتا تھا۔ ریحان نے اس خدشے کے پیشِ نظر کہ کہیں لطیف بھی اس کی پیروی شروع نہ کر دے۔ اسے جا کر سمجھایا کہ جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔

''تم نے اچھا کیا کہ مجھے بتا دیا ورنہ میں اسی اوور میں لازمی طور پر دس رن بنانے کا ارادہ رکھتا تھا۔'' لطیف نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر وہ اپنی کریز کی طرف واپس چلا گیا۔

لطیف نے وہ اوور میڈن کھیلا جبکہ تیسرے اوور میں ریحان نے ایک اور چوکا لگا دیا۔ کھیل اسی انداز میں چلتا رہا لیکن بارہویں اوور میں جرنلسٹ الیون کو پہلا نقصان اٹھانا پڑا جب لطیف کلین بولڈ ہو گیا۔ اس وقت جرنلسٹ الیون کا سکور 51 رن تھا اور اس میں 32 رن ریحان کے تھے، جو ابھی کھیل رہا تھا۔ لطیف پندرہ رن بنا کر آؤٹ ہوا تھا۔ تاہم یہ بہت اچھا اسٹارٹ تھا۔ فاسٹار الیون نے یہی سکور 18 اوورز میں بنایا تھا اور ان کے چھ کھلاڑی آؤٹ ہوئے تھے۔

تیرہویں اوور میں باؤلنگ میں تبدیلی کی گئی اور ذاکر کو لایا گیا جس نے بہت

کامیاب بیٹنگ کی تھی۔ یوں جرنلسٹ الیون کی تباہی کا آغاز ہوا۔ ذاکر نے پہلی ہی گیند پر شبیر کو آؤٹ کر دیا۔ اسی اوور کی چوتھی گیند پر نیا بیٹسمین سرفراز وکٹوں کے پیچھے کیچ آؤٹ ہو گیا۔ اس کے بعد جعفر کھیلنے آیا۔ اس نے پہلی گیند بہت اعتماد سے کھیلی لیکن اگلی گیند بہت زیادہ موو ثابت ہوئی اور بلے کا اندرونی کنارہ لے کر وکٹوں میں گھس گئی۔ وہ ذاکر کے اوور کی آخری گیند تھی۔ اس نے اپنے پہلے اوور میں بغیر کوئی رن دیئے تین وکٹیں حاصل کر کے جرنلسٹ الیون کو تباہ کر دیا تھا۔ اس دوران ریحان نان سٹرائکر اینڈ پر کھڑا بے بسی سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ کھیل کی اس ڈرامائی تبدیلی نے اسے صحیح معنوں میں ہلا دیا تھا۔

دوسرے اینڈ سے بھی باؤلنگ میں تبدیلی کی گئی۔ اب ریحان کو کھیلنا تھا۔ پہلی ہی گیند اسے حیران کر گئی۔ وہ گیند آؤٹ سوئنگر تھی۔ ریحان اسے کور ڈرائیو کرنے نکلا تھا لیکن گیند کی سوئنگ زیادہ تھی۔ گیند اس کے بلے کے بہت قریب سے گزرتی ہوئی وکٹ کیپر کے پاس گئی۔ درحقیقت ریحان بال بال بچا تھا۔ اس اوور کے اختتام تک اسے اندازہ ہو گیا کہ اب میچ بچانا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ مسلسل تین وکٹیں گر جانے سے فلمسٹار الیون کے کھلاڑیوں کا حوصلہ بہت بڑھ گیا تھا۔ ریحان جانتا تھا کہ یہ کھیل کا ایک نفسیاتی پہلو ہے۔ ایسی صورتِ حال میں معمولی باؤلر بھی بہت اچھی گیندیں کرنے لگتے ہیں۔

پندرہویں اوور میں نئے بیٹسمین سلیم کو کھیلنا تھا۔ پہلی ہی گیند سے اندازہ ہو گیا کہ وہ زبردست دباؤ میں ہے۔ درحقیقت اب وہی آخری بیٹسمین تھا، جس پر انحصار کیا جا سکتا تھا اور خود اسے بھی اس بات کا احساس تھا۔ اس احساس نے اسے اور نروس کر دیا تھا۔

پندرہویں اوور کے اختتام پر پانی کا وقفہ ہوا تو جرنلسٹ الیون کا سکور 54 رن، 4 کھلاڑی آؤٹ تھا۔ رن بنانے کی فی اوور شرح گھٹ گئی تھی اور اسی حساب سے مطلوبہ شرح بڑھ گئی تھی۔ ریحان پانی کے وقفے کے دوران سلیم کا حوصلہ بڑھاتا رہا۔ اب سب سے زیادہ اہمیت اس بات کی تھی کہ وکٹ نہ گرنے دی جائے۔

وقفے کے بعد کھیل دوبارہ شروع ہوا تو ریحان نے محسوس کیا کہ وہ خود بھی اعصابی دباؤ کا شکار ہو رہا ہے۔ رن بنانا دوبھر ہو گیا تھا۔ ایک طرف تو باؤلر بہت اچھی بالنگ کر رہے تھے اور دوسری طرف فیلڈرز غیر معمولی فیلڈنگ کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ کوشش کے باوجود رن بنانے کی رفتار بے حد سست تھی ہر اوور کے گزرنے کے بعد رن بنانے کی

مطلوبہ شرح بڑھ جاتی تھی اور اسی حساب سے بیٹسمینوں پر دباؤ بھی بڑھ رہا تھا۔ تاہم خوش آئند بات یہ تھی کہ اگلے آٹھ اوورز میں کوئی وکٹ نہیں گری تھی۔

23ویں اوور کے اختتام پر سکور چار وکٹوں کے نقصان پر 71 رن تھا۔ گویا جرنلسٹ الیون کو میچ جیتنے کے لیے 160 رن درکار تھے جبکہ 22 اوورز باقی تھے۔ رن بنانے کی مطلوبہ شرح 7.28 تھی اور چھ وکٹیں باقی تھیں۔

24ویں اوور میں سلیم بڑھتی ہوئی مطلوبہ شرح کے دباؤ کا شکار ہو گیا۔ وہ تیز رن بنانے کی کوشش میں باؤنڈری کے قریب کیچ آؤٹ ہوا۔ اس کے بعد وکٹ کیپر یونس کھیلنے آ گیا۔ ریحان کو احساس تھا کہ اب کچھ نہ کچھ کرنا ہو گا لیکن اعصابی دباؤ بہت زیادہ تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ ہر دوسری گیند پر بیٹ ہو رہا تھا، اس کے باوجود اس نے اور یونس نے مل کر رنز بنانے کی رفتار میں اضافہ کر دیا لیکن یہ اضافہ بہت زیادہ نہیں تھا۔ اسی وجہ سے مطلوبہ شرح بدستور بڑھ رہی تھی۔ یونس، ریحان کی بہ نسبت زیادہ اعتماد سے کھیل رہا تھا۔

30 اوورز کے بعد پھر پانی کا وقفہ ہوا۔ اس وقت سکور پانچ وکٹوں کے نقصان پر 109 رن تھا۔ گویا آخری پندرہ اوورز میں جرنلسٹ الیون نے 55 رن بنائے تھے اور ایک وکٹ گنوائی تھی۔ پہلے پندرہ اوورز کے مقابلے میں یہ پندرہ اوورز بہتر تھے لیکن ان کی وجہ سے جرنلسٹ الیون کا ہدف کچھ اور دور ہو گیا تھا۔ اب صرف پندرہ اوورز باقی تھے اور انہیں میچ جیتنے کے لیے 24 رن درکار تھے۔ مطلوبہ شرح 8 رن فی اوور سے تجاوز کر گئی تھی۔

ریحان کو احساس تھا کہ اب کھیل فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو گیا ہے۔ اس وقت اس کا انفرادی سکور 48 رن تھا۔ اس نے یونس سے گفتگو کی۔ طے یہ پایا کہ اب کھل کر کھیلنے کا وقت آ گیا ہے، اگر اب رن بنانے کی رفتار نہ بڑھی تو میچ یقینی طور پر ہاتھ سے نکل جائے گا۔

پانی کے وقفے کے بعد ریحان نے پہلی ہی گیند پر چوکا لگا کر اپنی نصف سینچری مکمل کر لی۔ اگلی تین گیندوں پر اس نے مزید تین چوکے مارے۔ وہ شاٹ اگرچہ خطرناک تھے اور اس کے اضطراب اور تشویش کی غمازی کر رہے تھے لیکن صرف چار گیندوں میں سکور میں سولہ رن کا اضافہ ہوا تھا...... اور یہ بات اہم تھی۔ اس مرحلے پر کھیل کا پانسا پھر پلٹ سکتا تھا۔ پانچویں گیند پر بھی ریحان نے شاٹ کھیلنے کی کوشش کی لیکن بیٹ ہوا۔

چھٹی گیند پر وہ ڈرائیو کرنے گیا لیکن اس نے گیند کی لائن مس کی گیند انتہائی خطرناک حد تک بلے کے بیرونی کنارے کے قریب سے ہوتی ہوئی وکٹ کیپر کے پاس گئی۔ وکٹ کیپر اور باؤلر نے زور دار اپیل کی ریحان بڑی بے پروائی سے ایک طرف کھڑا ہو گیا کیونکہ اوور ہو چکا تھا اور اب وہ نان اسٹرائیکر اینڈ پر کھڑا تھا۔ پھر اس کی نگاہ سامنے امپائر پر پڑی، جو فضا میں انگلی اٹھائے کھڑا تھا۔ اسے آؤٹ دیا جا چکا تھا۔

وہ بہت خوفناک لمحہ تھا۔ ریحان جانتا تھا کہ وہ آؤٹ نہیں ہے لیکن سپورٹ مین اسپرٹ کا تقاضا تھا کہ وہ خاموشی سے کریز چھوڑ دے۔ وہ اچانک گھوما اور پہلی بار اس کا لاشعور اس کے شعور پر حاوی آ گیا۔ اس نے جان لیا کہ بارہویں کھلاڑی کی دھمکی محض ایک سنگین مذاق نہیں تھا۔ اس کی دانست میں اب وہ مجرم ثابت ہو گیا تھا اور رائفل کی گولی...... لیکن کیا وہ حقیقتاً مجرم ثابت ہوا تھا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ زور سے چیخ کر بارہویں کھلاڑی کو بتائے کہ وہ مجرم ثابت نہیں ہوا ہے...... وہ ناٹ آؤٹ ہے لیکن اسے آؤٹ دے دیا گیا ہے اور یہ اس کی غلطی نہیں ہے یہ خواہش شدت اختیار کرتی گئی لیکن وہ بارہویں کھلاڑی کو کیسے بتاتا۔ اسے علم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے۔ بس...... وہ صرف اتنا جانتا تھا کہ ابھی کسی طرف سے کوئی گولی آئے گی اور...... اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا...... دل جیسے حلق میں دھڑک رہا تھا اور جسم کا ہر مسام پسینہ اگلنے لگا تھا۔ وہ دیوانہ وار گھوما۔ اس نے ہر اسٹینڈ کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا...... پھر اس کی نگاہیں اطراف کی عمارتوں کو ٹٹولنے لگیں۔ اچانک اس کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ دھوپ کسی شیشے پر پڑ کر منعکس ہوئی تھی۔ اس کی سماعت میں بارہویں کھلاڑی کے الفاظ گونجنے لگے۔ ''اگر تم نے سینچری نہ بنائی تو کریز سے زندہ واپس نہ جا سکو گے...... میری ٹیلی سکوپک سائٹ پر روشنی کا انعکاس تمہاری آنکھوں کو خیرہ ضرور کر دے گا......'' دھوپ کے انعکاس کے ساتھ ہی ہلکا سا دھماکا سنائی دیا۔ ریحان کے حواس اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا اور کسی کٹے ہوئے درخت کی طرح زمین بوس ہو گیا۔ اسٹیڈیم پر موت کا سناٹا طاری تھا۔

☆======☆======☆

جرنلسٹ الیون نے کھیل کا آغاز بہت شاندار طریقے سے کیا تھا۔ ریحان بہت زیادہ پُراعتماد نظر آ رہا تھا۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ اس نے بارہویں کھلاڑی کی دھمکی کو واقعتاً ایک سنگین مذاق سے زیادہ اہمیت نہیں دی ہے۔ اس کے باوجود انجم کے ذہن میں

ایک بے نام سا اندیشہ سرسرا رہا تھا۔ تاہم صورتِ حال ایسی تھی کہ وہ اندیشہ دب کر رہ گیا تھا۔ وہ خود کو یہ یقین دلانا چاہتی تھی کہ وہ خواہ مخواہ وہم کا شکار ہو رہی ہے لیکن اپنے وجود میں مچلنے والے اضطراب کا وہ کیا کرتی۔

پھر اچانک صورتِ حال ڈرامائی انداز میں بدلی۔ ایک ہی اوور میں جرنلسٹ الیون کے تین کھلاڑی آؤٹ ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی جیسے ریحان کی شخصیت یکلخت تبدیل ہو گئی۔ اس کا اعتماد نہ جانے کہاں رخصت ہو گیا۔ وہ مسلسل بیٹ ہونے لگا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ ایک اعصاب زدہ کھلاڑی نظر آ رہا تھا۔ انجم ہر گیند پر یہ توقع کر رہی تھی کہ وہ آؤٹ ہو جائے گا۔ بہر حال یہ شاید اس کی خوش قسمتی ہی تھی کہ تیس اوورز تک وہ آؤٹ نہیں ہوا۔

پانی کے وقفے کے بعد اکتیسویں اوور کی چار گیندوں پر ریحان نے مسلسل چار چوکے لگائے۔ یہ بات انجم بھی بتا سکتی تھی کہ وہ اچھے شاٹ نہیں تھے۔ وہ شاٹ ریحان کے اعتماد کے مظہر نہیں تھے بلکہ اس بات کی نشاندہی کرتے تھے کہ وہ اعصابی انتشار کی آخری حد تک پہنچ گیا ہے۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اس کا تحمل اور ٹھہراؤ جواب دے چکا ہے اور اب وہ کچھ کرو یا مر جاؤ کے مقولے پر عمل کر رہا ہے۔

اسی اوور کی چھٹی گیند پر وہ بیٹ ہوا۔ وکٹ کیپر اور باؤلر نے زبردست اپیل کی اور امپائر نے چند لمحے سوچنے کے بعد انگلی اٹھا دی لیکن شاید ریحان کو اس بات کا علم نہیں تھا پھر اچانک اس نے امپائر کی اٹھی ہوئی انگلی دیکھی۔ اس کا ردعمل بے حد عجیب تھا۔ وہ چند لمحے امپائر کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر وہ گھوما...... اور جیسے اس نے گراؤنڈ کے ہر اسٹینڈ کا جائزہ لیا۔ اسی وقت انجم نے اس کے قریب غیر معمولی چمک سی دیکھی...... جیسے دھوپ کسی شیشے پر پڑ کر منعکس ہوئی ہو، پھر ہلکا سا دھماکا سنائی دیا اور ریحان دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر......

انجم کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔ وہ بہت تیزی سے اندھا دھند جھپٹی۔ اگلے ہی لمحے وہ گراؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ اس ذہنی انتشار کے عالم میں بھی وہ یہ سوچ سوچ کر الجھ رہی تھی کہ یہ دھماکا کیسا تھا۔ بارہویں کھلاڑی نے تو بے آواز رائفل استعمال کرنے کی دھمکی دی تھی۔ وہ وکٹ کی طرف بھاگتی رہی۔ تمام فیلڈر اور امپائر ریحان کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ ریحان کے جسم میں کوئی جنبش نہیں تھی۔ وکٹ کیپر ایک امپائر سے کچھ کہہ رہا تھا اور امپائر سر کو تفہیمی انداز میں ہلا رہا تھا۔ انجم کو وہ کسی خاموش فلم کا منظر لگ

رہا تھا۔ وہ چیخنا چاہتی تھی...... لیکن اس کی آواز جیسے کہیں کھو گئی تھی۔ اس کے سینے میں جیسے چیخیں مچل رہی تھیں۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ نہ چیخی تو اس کا سینہ پھٹ جائے گا......

☆======☆======☆

جنرل اسٹینڈ میں دولڑکے بہت بے چین تھے۔ وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہے تھے کہ ریحان آوٹ ہو جائے۔ ان کے خیال میں ان کے محبوب فلمی ستاروں کی فتح کے راستے میں صرف وہی شخص رکاوٹ تھا لیکن شاید ابھی ان کی دعاؤں کی باریابی کا وقت نہیں آیا تھا۔ ریحان نے چار مسلسل چوکے لگائے تو ان کے چہرے اتر گئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پٹاخوں والا پستول تھا۔ دوسرے نے اپنی جیب ٹٹول کر ایک چھوٹا سا آئینہ نکالا۔ اب تک اسے استعمال کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا لیکن اب لڑکے نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اسے ریحان کے خلاف استعمال کرے گا۔ ابھی اس نے شیشہ نکالا ہی تھا کہ ریحان وکٹوں کے پیچھے کیچ ہو گیا لیکن ریحان نے کریز نہیں چھوڑی۔ وہ امپائر کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''یہ بُری بیماری لاحق ہوئی ہے کرکٹرز کو۔'' عقب سے کسی نے کہا۔ ''جب تک بولڈ نہ ہوں۔ خود کو آوٹ تسلیم ہی نہیں کرتے۔''

آئینے والا لڑکا جھنجلا گیا، یہ شخص کریز کیوں نہیں چھوڑتا۔ اس نے سوچا۔ اس کے ساتھی نے سرشاری کے عالم میں پٹاخوں والا پستول بلند کر لیا۔

اب ریحان گھوم کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ آئینے والے لڑکے کو اس پر بے پناہ غصہ آ رہا تھا۔ اس نے آئینہ ہتھیلی سے چپکا کر دھوپ کے رخ رکھا تا کہ اس احمق بیٹسمین کی آنکھیں چندھیا جائیں۔ جسے امپائر کی اٹھی ہوئی انگلی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اسی وقت اس کے ساتھی نے فائر کر دیا۔

''ارے...... یہ کیا حرکت ہے؟'' پیچھے سے کسی نے آئینہ بردار کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''اس کی بینائی درست کر رہا ہوں۔ گیند تو خوب نظر آتی ہے اسے لیکن امپائر کی اٹھی ہوئی انگلی نظر نہیں آتی۔'' آئینہ بردار لڑکے نے شوخ لہجے میں کہا۔

''ارے...... ارے یہ کیا ہوا؟'' برابر سے کسی نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

ہر شخص گراؤنڈ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ریحان نے بلا چھوڑ کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھاما تھا اور ڈھیر ہو گیا تھا۔

''یہ سب تم دونوں کا کیا دھرا ہے۔'' عقب میں بیٹھے ہوئے معمر شخص نے جس نے چند لمحے پہلے آئینہ بردار کو ٹوکا تھا، دونوں لڑکوں کو جھنجھوڑ ڈالا۔ ''تم لوگ ذمے دار ہو۔ اگر یہ شخص مر گیا تو صرف تمہاری وجہ سے مرے گا۔'' اس کا لہجہ ہذیانی تھا۔

''لل...... لیکن ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔'' پستول والے نے گھگیا کر کہا۔

''کچھ نہیں کیا۔'' معمر شخص پھنکارا۔ 'خدا جانے تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ تمہیں مذاق اور تفریح کا سلیقہ تک نہیں ہے۔ تمہیں اس سے غرض نہیں ہوتی کہ تمہارا مذاق...... تمہاری تفریح کسی کی جان بھی لے سکتی ہے، ساری نئی نسل کا یہی حال ہے۔''

کچھ اور لوگ بھی لڑکوں کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ دونوں لڑکے سہم کر رہ گئے۔ وہ وہاں سے کھسک لینا چاہتے تھے لیکن ہمت بھی نہیں ہو رہی تھی۔

☆======☆======☆

بالکونی میں بیٹھے ہوئے دونوں لڑکے آنکھوں سے دوربین لگائے کھیل کی طرف متوجہ تھے۔ پھر تیسواں اوور ختم ہوا اور پانی کا وقفہ ہو گیا۔ انہوں نے دوربینیں ایک طرف رکھ دیں۔ بارہویں کھلاڑی نے تھرماس سے پلاسٹک کی پیالی میں چائے انڈیلی اور اپنے ساتھی کی طرف بڑھا دی پھر اس نے تھرماس کے ڈھکنے میں اپنے لیے چائے انڈیلی۔ دونوں چائے کے گھونٹ لیتے رہے۔

''میں اسے سراہے بغیر نہیں رہ سکتا۔'' بارہویں کھلاڑی نے اسٹیڈیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''لیکن اب اس کی سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ اچھا کھیلنے کے باوجود کرکٹ میں تیزی سے بدلتی ہوئی صورتِ حال آدمی پر کتنا دباؤ ڈال دیتی ہے۔''

''میرے خیال میں تو یہ بھی بڑی بات ہے کہ وہ اتنے بڑے دباؤ کے باوجود اب تک آوٹ نہیں ہوا ہے۔'' سکواڈ ممبر نے تبصرہ کیا۔

''اس میں کوئی شک نہیں، بہرحال مجھے تمہارے بزرگ دوست نے بہت متاثر کیا ہے۔ اس کے بارے میں میری رائے بدل گئی ہے۔'' بارہویں کھلاڑی نے کہا۔ ''لیکن ایک بات بتا دوں۔ ابھی اس کی آزمائش کا وقت نہیں آیا ہے۔''

انہوں نے چائے ختم کی اور تھرماس بند کر کے ایک طرف رکھ دیا۔ میدان میں کھیل کا آغاز ہونے والا تھا۔ بارہویں کھلاڑی نے دوربین آنکھوں سے لگا لی۔ کچھ دیر بعد اسکواڈ ممبر بھی کھیل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ریحان نے چار گیندوں پر مسلسل چار چوکے لگا کر اپنا سکور 64 تک پہنچا دیا۔ کل

سکور 125 تھا۔

''یہ اچھے شاٹس نہیں ہیں۔ یہ بتاتے ہیں کہ وہ اب ڈپریشن میں مبتلا ہے۔'' بارہویں کھلاڑی نے کہا۔

''ایک روزہ میچ میں ایسا مرحلہ بھی آتا ہے، جب شاٹس کی کوالٹی کی اہمیت بالکل ختم ہو جاتی ہے، صرف سکور میں اضافہ یاد رہتا ہے لوگوں کو۔'' اسکواڈ ممبر نے جواب دیا۔

''ٹھیک کہہ رہے ہو تم؟''

پھر ریحان نے 31 ویں اوور کی آخری گیند کھیلی۔ وہ بُری طرح بیٹ ہوا لیکن خود مطمئن نظر آ رہا تھا۔ بارہویں کھلاڑی نے امپائر کی اٹھی ہوئی انگلی دیکھی۔ ''ارے...... کمال ہے۔'' اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

''امپائر نے اُسے آؤٹ قرار دے دیا ہے۔'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

اسکواڈ ممبر نے جلدی سے امپائر کی طرف دیکھا۔ پھر وہ بھی حیران رہ گیا۔ ''لیکن شمشاد، گیند بلے سے تو لگی نہیں تھی۔'' اس نے دوربین آنکھوں سے ہٹائے بغیر پوچھا۔

''ہرگز نہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ قدرت تمہارے دوست کے ساتھ انصاف کرنے پر تل گئی ہے۔ آزمائش کا اصل لمحہ آ پہنچا ہے۔''

اب وہ دونوں سانسیں روکے ریحان کو دیکھ رہے تھے۔ ریحان کا چہرہ پوری طرح ان کے سامنے تھا...... اتنا قریب کہ ہاتھ بڑھا کر چھو لینا بھی ممکن محسوس ہوتا تھا۔ اس کے چہرے پر حیرت تھی، پھر خوف نے حیرت کی جگہ لے لی۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے امپائر کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ شاید وہ غلط آؤٹ دیئے جانے پر احتجاج کر رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ گھوم کر سارے اسٹینڈز کا جائزہ لیا۔ اس کے چہرے پر اب دہشت تھی۔ آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور پیشانی پر پسینہ پھوٹ پڑا تھا۔ پھر اس نے نظریں اٹھا کر شاید ان کی بالکونی کی طرف دیکھا۔ ان آنکھوں میں اس وقت عجیب سی کیفیت تھی...... خوف...... التجا اور نہ جانے کیا کچھ۔ اسی وقت اس کے چہرے پر روشنی سی چمکی۔ شاید کسی تماشائی نے شیشہ چمکایا تھا۔

وہ دونوں سانسیں روکے اسے دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے اس کے ہاتھ سے بلا چھوٹتے دیکھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھاما اور اچانک ہی جیسے اس کی ٹانگیں جواب دے گئیں۔ وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح ڈھے گیا۔

اسکواڈ ممبر نے دوربین ایک طرف پھینک دی۔ ''اوہ گاڈ...... اوہ گاڈ، ہم نے بالآخر

اسے قتل کر دیا۔ شمشاد! ہم نے اسے قتل کیا ہے۔'' وہ سسکتے ہوئے بولا۔

''ایسا نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اب تو میں اسے پسند کرنے لگا تھا۔'' بارہویں کھلاڑی نے ہذیانی لہجے میں کہا۔ دوربین اب بھی اس کی آنکھوں سے لگی ہوئی تھی اور وہ اب بھی اسی طرف دیکھ رہا تھا۔

''بکواس مت کرو۔ لعنت ہے تم پر اور تمہاری پسندیدگی پر۔'' اسکواڈ ممبر نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ ''تم اس کے پیچھے پڑ گئے تھے اور تم نے بالآخر اس کی جان لے لی۔''

بارہواں کھلاڑی خاموش رہا۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت کچھ کہنا بے سود ہو گا۔ اب ریحان کو اٹھا کر ڈریسنگ روم کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ ڈاکٹر اس کے ساتھ تھا۔

''میں جا رہا ہوں۔'' اسکواڈ ممبر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں پولیس کو مطلع کر دوں گا کہ ہم......''

''بیٹھ جاؤ۔'' بارہویں کھلاڑی نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ ''ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا، ممکن ہے وہ زندہ ہو۔ بہرحال یقین رکھو، اگر وہ مر گیا تو تمہیں یہ زحمت کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں خود پولیس کے پاس جا کر اعتراف جرم کر لوں گا۔ تمہیں اس معاملے میں پھنسنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے کچھ نہیں کیا ہے۔''

اسکواڈ ممبر چند لمحے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتا رہا ''لیکن یہاں بیٹھے بیٹھے ہمیں پتا کیسے چلے گا؟'' اس نے اعتراض کیا۔

''اگر میچ شروع نہیں ہوا تو اس کا مطلب ہو گا کہ وہ......'' بارہویں کھلاڑی نے آہستہ سے کہا لیکن اس نے جملہ مکمل نہیں کیا تھا۔

اسکواڈ ممبر نے بھی دوربین آنکھوں سے لگا لی تھی۔ وہ دونوں متوقع نظروں سے میدان کی طرف دیکھتے رہے اور انتظار کرتے رہے۔ ایک ایک پل صدی کی طرح گزر رہا تھا۔ ان دونوں کے ہاتھ مرتعش تھے پھر بارہویں کھلاڑی نے لرزیدہ آواز میں کہا۔ ''وہ دیکھو......'' اس وقت تک اس واقعے کو پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔

پویلین سے امپائر نمودار ہوئے۔ ان کے پیچھے فیلڈرز تھے۔

''اس کا مطلب ہے کہ ہاشمی صاحب خیریت سے ہیں۔'' اسکواڈ ممبر کی آواز بھی لرز رہی تھی۔

''یقیناً...... خدا کا شکر ہے۔'' بارہویں کھلاڑی کے لہجے میں مسرت تھی۔

پھر بیٹسمین نمودار ہوئے وہ دونوں ہی بغور انہیں دیکھتے رہے۔ ”لیکن ریحان صاحب نظر نہیں آ رہے۔“ اسکواڈ ممبر کے لہجے میں تشویش تھی۔

”وہ خیریت سے ہیں۔“ بارہویں کھلاڑی نے اصرار کیا۔ ”یقین کرو میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔“

☆======☆======☆

وہ سب ڈریسنگ روم میں تھے۔ ریحان کو ایک کاؤچ پر لٹا دیا گیا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کی کلائی میں انجکشن لگایا۔ پھر اس نے وہاں موجود تمام لوگوں سے استدعا کی کہ وہ باہر چلے جائیں کیونکہ کمرے میں گھٹن بڑھ رہی تھی۔ ان میں فلمسٹار الیون کے کھلاڑی بھی تھے اور ریحان کے دوست صحافی بھی۔ وہ سب باہر چلے گئے۔ انجم، ریحان کے چہرے کو بدستور تک رہی تھی۔ خود اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ اب تک خاموش رہی تھی۔ کوشش کے باوجود اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔ باہر کوئی اناؤنسمنٹ ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر چند لمحے انجم کو ہمدردانہ نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر پوچھ بیٹھا۔ ”آپ کا ان سے کیا تعلق ہے؟“

انجم کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ کافی کوشش کے بعد بالآخر وہ بولنے میں کامیاب ہوئی۔ ”ہم...... ہم کُلیگ ہیں۔“ اس نے جواب دیا۔

اس کے لہجے میں محبت اور حیا کا امتزاج تھا۔ ڈاکٹر سب کچھ سمجھ گیا۔ ”تو آپ اتنی پریشان کیوں ہیں؟“

”یہ...... یہ ٹھیک تو ہو جائیں گے نا؟“

”ہاں بھئی، کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میرے خیال میں کسی قسم کا خوف تھا۔ انہیں جو انتہا کو پہنچ گیا تھا اور ان کے اعصاب کی حد برداشت سے گزر گیا تھا۔ معمولی نوعیت کا نروس بریک ڈاؤن کہہ لیجیے اسے۔ ابھی دس منٹ کے اندر اندر یہ ہوش میں آ جائیں گے۔ اعصابی کمزوری البتہ رہے گی۔ بس انہیں آرام کرنا ہوگا۔“

انجم نے اطمینان کا سانس لیا اور دوبارہ ریحان کے چہرے کو تکنے لگی۔

کچھ ہی دیر بعد ریحان کے پپوٹوں میں جنبش ہوئی...... پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ سب سے پہلے اسے انجم کی صورت دکھائی دی، لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے انجم پانی کے اندر کھڑی ہے یا وہ پانی پر اس کا عکس دیکھ رہا ہے۔ لرزتا کانپتا عکس۔ پھر آہستہ آہستہ خدوخال واضح ہوتے گئے۔

”انجو...... مجھے گولی کہاں لگی ہے؟“ اس نے بے حد کمزور آواز میں کہا۔

انجم اس پر جھک گئی۔ ”کہیں بھی نہیں۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”وہ تو کسی نے پٹاخہ چھوڑا تھا۔“

”تو...... تو میں ٹھیک ٹھاک ہوں۔“ وہ بہت تیزی سے اٹھ بیٹھا لیکن اس کے ہاتھ پیر لرز رہے تھے۔

”پلیز...... آپ لیٹے رہیے۔ آپ صرف اعصابی کمزوری کا شکار ہیں۔“ ڈاکٹر نے جلدی سے کہا۔

ریحان نے چونک کر اسے دیکھا۔ ”اوہ......“

”لیٹ جاؤ ریحان......“ انجم نے آہستگی سے اس کے سینے پر دباؤ ڈال کر اسے لٹا دیا۔ ڈاکٹر دانستہ کچھ دور ہو گیا۔

”تو گولی نہیں چلائی گئی؟“ ریحان نے کہا۔ اس کی آواز میں اب بھی کمزوری تھی۔

انجم نے نفی میں گردن ہلائی۔

”دیکھا...... میں نہ کہتا تھا کہ یہ محض ایک سنگین مذاق ہے۔“ ریحان نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں...... تمہارا اندازہ درست تھا۔“

ڈاکٹر نے اس کے بازو میں ایک اور انجکشن لگا دیا۔ ”اب بہت جلد آپ کی طبیعت سنبھل جائے گی۔“ اس نے کہا اور پھر پیچھے ہٹ گیا۔

”اور میچ کا کیا رہا؟“ ریحان نے پوچھا۔

”معلوم نہیں۔“ انجم نے جواب دیا لیکن اسی وقت تالیوں کی گونج نے ریحان کے سوال کا جواب دے دیا۔ کھیل دوبارہ شروع ہو چکا تھا۔

”یقین کرو انجم! میں آؤٹ نہیں تھا۔“ ریحان نے کہا۔ اس بار اس کی آواز کی نقاہت قدرے کم تھی۔

انجم نے چونک کر اسے دیکھا۔ ”اوہ...... تو تم اس لیے پریشان تھے؟“ اس نے پوچھا۔

ریحان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ بولا۔ ”پلیز انجو! میرے ساتھیوں میں سے کسی کو بلا دو۔“

انجم نے باہر نکل کر دیکھا۔ ریحان کے تین چار ساتھی ڈرائنگ روم کے باہر منڈلا

رہے تھے۔ انجم انہیں اپنے ساتھ اندر لے گئی۔

''کیا پوزیشن ہے؟'' ریحان نے لطیف سے پوچھا۔

''ایک اور کھلاڑی آؤٹ ہو چکا ہے۔ 34 اوور ہو چکے ہیں۔ سکور 136 ہے۔''

''گویا سات کھلاڑی آؤٹ ہو چکے ہیں۔''

''سات نہیں تو...... چھ کھلاڑی آؤٹ ہوئے ہیں۔'' لطیف نے جواب دیا پھر کسی خیال نے اسے چونکا دیا۔ ''اوہ...... تمہیں علم ہی نہیں۔ تمہارے گرنے کے بعد وکٹ کیپر نے امپائر کو بتا دیا کہ گیند نے تمہارے بلے کو نہیں چھوا تھا اور وہ محض اضطراری کیفیت میں اپیل کر بیٹھا تھا۔ امپائر نے تمہیں ناٹ آؤٹ قرار دے دیا۔''

ریحان اچھل کر بیٹھ گیا۔ ''تو...... تو کیا میں بیٹنگ کر سکتا ہوں۔''

''بالکل کر سکتے ہو لیکن......''

''پلیز آپ ابھی لیٹے رہیں۔'' ڈاکٹر نے پھر مداخلت کی۔

''اوہ نو ڈاکٹر! آئی ایم آل رائٹ ناؤ۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں، اب میں اپنے ساتھیوں کے درمیان جانا چاہتا ہوں۔''

ڈاکٹر نے اس کا ہاتھ تھام کر دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں اب بھی خفیف سی لرزش تھی۔ ''بہتر ہوتا اگر آپ کچھ دیر آرام کر لیتے۔'' ڈاکٹر نے مشورہ دیا۔

''یقین کیجیے، اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' ریحان نے کہا اور جوتے پہن کر ڈریسنگ روم سے نکل گیا۔ پویلین میں پہنچتے ہی اس نے پیڈ طلب کیے۔ اس کے ساتھی اس کو پیڈ باندھتے رہے اور وہ کھیل دیکھتا رہا۔ انجم اسے روکنا چاہتی تھی لیکن پھر کچھ سوچ کر وہ پریس انکلوژر کی طرف بڑھ گئی۔

ریحان اب کریز پر جانے کے لیے بے تاب ہو رہا تھا لیکن کریز پر موجود کھلاڑیوں میں سے کسی کے آؤٹ ہونے کے بعد ہی یہ ممکن تھا۔ کھیل بہت سُست ہو رہا تھا۔ یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ جرنلسٹ الیون شکست سے نہیں بچ سکے گی۔

ساتویں وکٹ 40 ویں اوور میں 154 کے سکور پر گری۔ آؤٹ ہونے والا کھلاڑی وکٹ کیپر یونس تھا۔ ریحان پویلین سے نکلا اور کریز کی طرف چل دیا۔ اس کی چال میں خفیف سی لڑکھڑاہٹ تھی۔

''جرنلسٹ الیون کے کپتان ریحان ہاشمی جو طبیعت کی خرابی کے باعث 64 کے انفرادی سکور پر ریٹائر ہونے پر مجبور ہو گئے تھے، اب دوبارہ کھیلنے جا رہے ہیں۔''

اناؤنسمنٹ ہوا اور اگلے ہی لمحے اسٹیڈیم تالیوں سے گونج اٹھا۔

ریحان کو کمزوری کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کے قدم لرز رہے تھے لیکن ان تالیوں نے اس کے جسم میں توانائی سی دوڑا دی۔ کریز پر پہنچ کر گارڈ لیتے ہوئے اس کے انداز میں اعتماد تھا۔ ہاتھوں اور پیروں کی لرزش معدوم ہو چکی تھی۔

☆======☆======☆

دوربین اب بھی ان کی آنکھوں سے لگی ہوئی تھی لیکن اب وہ نیم دلی سے میچ دیکھ رہے تھے۔ ریحان کے آؤٹ ہونے کے بعد میچ میں ان کی دلچسپی ختم ہو چکی تھی۔ ان کے میچ سے چپکے رہنے کی واحد وجہ یہ تھی کہ وہ ریحان کو زندہ سلامت دیکھ کر اپنی تسلی کرنا چاہتے تھے اور ریحان کو دیکھنا میچ کے بعد ہی ممکن تھا۔

رن بننے کی رفتار بہت سُست ہو چکی تھی۔ پھر آٹھویں وکٹ گری اس کے بعد جو بیٹسمین نمودار ہوا۔ اسے دیکھ کر ان کے ہاتھوں سے دوربینیں چھوٹ گئیں۔ انہوں نے دوبارہ دوربینیں لگا کر دیکھا۔ بلاشبہ وہ ریحان ہی تھا اور اسٹیڈیم میں گونجتی ہوئی تالیاں اس بات کی تائید کر رہی تھیں۔

وہ دونوں حیران تھے۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ پھر بارہویں کھلاڑی نے بوکھلا کر سکور بورڈ کی طرف دیکھا۔ سکور 154 تھا لیکن سکور بورڈ 8 کھلاڑی آؤٹ کے بجائے سات کھلاڑی آؤٹ ظاہر کر رہا تھا۔ اس نے یہ بات اسکواڈ ممبر کو بتائی۔

''یقیناً یہی بات ہے۔'' بارہویں کھلاڑی نے کہا۔ ''مجھے خوشی ہوئی ہے اس بات کی۔''

ریحان نے امپائر سے گارڈ لیا، پھر کچھ پوچھا۔ جواباً امپائر نے تین انگلیاں بلند کیں۔ یہ یقیناً اس بات کا اشارہ تھا کہ اس اوور میں تین گیندیں باقی رہ گئی ہیں۔ ریحان نے چاروں طرف دیکھ کر فیلڈ پلیسنگ کا جائزہ لیا۔ پھر وہ کھیلنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس کے انداز میں بلا کی خود اعتمادی تھی۔

''واقعی بہت حوصلہ مند آدمی ہے۔'' بارہویں کھلاڑی نے ستائشی لہجے میں کہا۔

ریحان نے پہلی دو گیندیں روک کر بڑے اعتماد سے کھیلیں، جیسے وہ بالنگ کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کر رہا ہو۔ تیسری یعنی اس اوور کی آخری گیند پر اس نے کور پر ہلکا سا شاٹ کھیلا اور ایک رن بنا لیا۔ اس ایک رن پر اتنی تالیاں بجیں کہ چوکوں پر بھی کم ہی بجتی ہیں۔

چالیسواں اوور مکمل ہو چکا تھا۔ دونوں بیٹسمین وکٹ کے وسط میں کھڑے صلاح و مشورے کر رہے تھے۔

☆======☆======☆

چالیس اوور ہو چکے تھے اور سکور 155 تھا۔ گویا جرنلسٹ الیون کو جیتنے کے لیے 5 اوور میں 76 رن بنانے تھے اور یہ بہت مشکل کام تھا۔ ریحان جانتا تھا کہ اب اس کے علاوہ کوئی بیٹسمین نہیں رہا ہے۔ اسے جو کچھ کرنا تھا۔ خود ہی کرنا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ پہلے اپنی سینچری کی طرف توجہ دی جائے۔ اس کے بعد میچ جیتنے کے سلسلے میں غور کیا جا سکتا ہے۔ دشواری یہ تھی کہ اس کی سینچری بھی ابھی 35 رن کے فاصلے پر تھی اور اس مرحلے پر وہ اوور کی آخری گیند سوا سنگل لینے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

بالنگ اب ذاکر کر رہا تھا۔ پہلی دو گیندیں ریحان نے روک کر کھیلیں کیونکہ جرنلسٹ الیون کی بیٹنگ لائن کو تباہ کرنے والا ذاکر ہی تھا لیکن ریحان کو ان دو گیندوں میں کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوئی۔ اب اس کی سمجھ میں آیا کہ بیٹسمینوں پر پڑنے والا دباؤ معمولی باؤلر کو بھی خطرناک بنا دیتا ہے۔ تیسری گیند پر وہ باہر نکلا اور ان نے ہاف وولی بناتے ہوئے اسٹریٹ شاٹ کھیلا۔ اسے کھیلتے ہی یقین ہو گیا کہ یہ چھکا ہے۔ وہ اپنی کریز میں واپس آ گیا اور وہ واقعی چھکا تھا۔ چوتھی گیند آف اسٹمپ سے باہر تھی۔ اس نے اسکوائر کٹ کیا لیکن ٹائمنگ درست نہیں تھی۔ گیند شارٹ تھرڈ مین کی طرف گئی۔ ایک رن بن سکتا تھا لیکن اس نے وہ رن چھوڑ دیا۔ آخری گیند پر وہ زیادہ زور دار شاٹ کھیل گیا اور گیند باؤنڈری لائن پار کر گئی۔ 41واں اوور ختم ہو چکا تھا اس کا سکور اب 75 تھا اور مجموعی سکور 165 اگلا اوور ساجد کو کھیلنا تھا۔ ریحان نے اسے سمجھایا کہ وہ سنگل لینے کی کوشش کرے۔

42واں اوور شروع ہوا۔ پہلی چار گیندیں ساجد بلے پر ہی نہ لے سکا پانچویں گیند پر اس نے ایک رن لینا تھا۔ ورنہ ایک اور اوور ضائع ہونے کا خدشہ تھا۔ فلمسٹار الیون کے کھلاڑی بھی یہ بات سمجھتے تھے۔ وہ نزدیک آ گئے تھے۔

ریحان نے آخری گیند کور اور ایکسٹرا کور گیپ میں کھیل کر ایک رن بنا لیا۔ 42 اوور کے اختتام پر سکور 167 رن سات کھلاڑی آؤٹ تھے۔ گویا اب تین اوور میں 64 رن درکار تھے۔ ریحان کو اندازہ ہو گیا کہ اب میچ ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اس کا اپنا سکور 76 تھا گویا اس کی سینچری آسان نہیں تھی۔ خصوصاً اس صورت میں کہ اسے صرف چوکوں

اور چھکوں پر انحصار کرنا تھا۔

ذاکر کی پہلی گیند پر اس نے دو رن بنائے۔ دوسری گیند لیگ اسٹمپ سے باہر تھی۔ اس نے پُل کرنے کی کوشش کی مگر گیند بیٹ پر نہیں آئی۔ تیسری گیند بھی لیگ اسٹمپ سے باہر تھی۔ اس بار وہ پُل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ گیند مڈ وکٹ باؤنڈری کے پار گری اور امپائر نے چھکے کا اشارہ دیا۔ چوتھی گیند پر اس نے تیز شاٹ کھیلا، اس کا اندازہ تھا کہ دو رن بنیں گے لیکن فیلڈر بہت تیزی سے حرکت میں آیا اور وہ نان اسٹرائیکر پر رکنے پر مجبور ہو گیا۔ خوش قسمتی سے ساجد نے اس بار گیند کھیل لی اور سنگل لے لیا۔ اب ریحان پھر کریز پر تھا اور اوور کی آخری گیند باقی تھی جس پر اسے لازمی رن لینا تھا۔ فیلڈرز پھر کلوز پوزیشن میں آ گئے تھے۔ ذاکر نے آخری گیند بڑی ذہانت سے کی اور وہ اسے صحیح طور پر نہ کھیل سکا۔ اب وہ مایوس نظر آ رہا تھا کیونکہ اگلا اوور ساجد کو کھیلنا تھا۔

43ویں اوور کے اختتام پر سکور 177 رن تھا۔ جرنلسٹ الیون کو میچ جیتنے کے لیے دو اوور میں 54 رن بنانا تھے میچ پوری طرح ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

44واں اوور شروع ہوا تو ساجد فیس کر رہا تھا۔ پہلی تین گیندیں اس نے ضائع کر دیں۔ ریحان نان اسٹرائیکر پر کھڑا جھنجلاتا رہا۔ ساجد کو بھی اس بات کا احساس تھا، چوتھی گیند کھیلنے کی کوشش میں وہ وکٹ کیپر کو کیچ دے بیٹھا، اس کے بعد نفیس کھیلنے آیا مگر وہ پہلی ہی گیند پر بولڈ ہو گیا۔ اب صورتِ حال یہ تھی کہ 44ویں اوور کی آخری گیند باقی تھی اور آخری کھلاڑی کریز پر تھا۔ جمشید کے لیے یہ ہیٹ ٹرک چانس تھا۔ ریحان کی پیشانی بھیگ گئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ میچ تو ہاتھ سے نکل چکا ہے، اب شاید اسے سینچری کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ بالر نے اسٹارٹ لیا اور اس کا دل غیر معمولی تیزی سے دھڑکنے لگا لیکن شفیق نے وہ گیند کھیل لی۔

آخری اوور میں جرنلسٹ الیون کو میچ جیتنے کے لیے 54 رن بنانا تھے، جو ممکن نہیں تھا۔ اب دلچسپی صرف ریحان کی سینچری کے امکان کی رہ گئی تھی۔ اسے اس آخری اوور میں 15 رن بنانا تھے اور یہ بھی کوئی آسان کام نہیں تھا۔

ذاکر نے آخری اوور کے لیے اسٹارٹ لیا۔ پہلی گیند آف اسٹمپ سے خاصی باہر تھی۔ ریحان نے بے حد خوب صورت اسکوائر کٹ کھیلا اور گیند گولی کی سی تیزی سے باؤنڈری لائن پار کر گئی، اب اسے پانچ گیندوں میں 11 رن بنانا تھے۔

دوسری گیند مڈل اینڈ آف پر تھی۔ ریحان نے آگے بڑھ کر اسے ہاف وولی بنایا اور

گیند مڈ آف باؤنڈری کے باہر جا گری۔ امپائر نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے چھکے کا اشارہ کیا۔ اب ریحان کو چار گیندوں میں 5 رن بنانا تھے۔ اس کی سینچری کے امکانات روشن ہو گئے تھے۔

تیسری گیند لیگ اسٹمپ کے باہر تھی۔ ریحان نے اسے پُل کرنے کی کوشش کی مگر گیند ٹھیک طور پر بلے پر نہیں آئی۔ اس کے باوجود اسکوائر لیگ اور فائن لیگ کی درمیانی پوزیشن پر باؤنڈری لائن پار کر گئی۔ اب ریحان کا اسکور 99 تھا اور تین گیندیں باقی تھیں۔

ریحان نے دستانے اتار کر اپنی پسینے میں تر پیشانی کو صاف کیا، پھر وہ فیلڈ پلیسنگ کی تبدیلیوں کو غور سے دیکھتا رہا۔ تمام فیلڈرز نزدیک بلا لیے گئے تھے۔ پہلی بار ریحان کو اندازہ ہوا کہ 99 کتنا خوف ناک عدد ہے۔ وہ کھیلنے کے لیے کھڑا ہوا تو اس کے ہاتھوں میں خفیف سی لرزش تھی۔

چوتھی گیند گڈ لینتھ تھی۔ ریحان قدموں کو ٹھیک طور سے استعمال نہ کر سکا۔ اسے گیند کو دفاعی انداز سے کھیلنا پڑا۔ اب دو گیندیں رہ گئی تھیں اور اسے اپنی سینچری مکمل کرنے کے لیے صرف ایک رن درکار تھا۔

پانچویں گیند آف اسٹمپ سے باہر تھی۔ اس نے کور ڈرائیو کھیلا لیکن فیلڈر نے ڈائیو کرتے ہوئے گیند کو روک لیا۔ ریحان رن بنانے کے لیے کریز سے باہر نکلا لیکن اسے واپس آنا پڑا۔ وہ صرف اپنے ہی نہیں اپنے ساتھی کے رن آؤٹ ہونے کا خطرہ بھی مول نہیں لے سکتا تھا۔ کیونکہ 9 کھلاڑی آؤٹ ہو چکے تھے۔

اب صرف آخری گیند باقی رہ گئی تھی۔ ریحان نے ایک بار پھر فیلڈ پلیسنگ کا جائزہ لیا۔ اسے احساس ہو گیا کہ سنگل لینے کا موقع ملنا دشوار ہے۔ وہ الجھن میں تھا۔ ذاکر اسٹارٹ لے چکا تھا۔ ریحان اب بھی گومگو کی کیفیت میں تھا۔ یہ آخری گیند باؤنسر تھی۔ خوش قسمتی سے ریحان نے بالر کے ایکشن میں آتے ہی اسے جج کر لیا تھا۔ وہ خود کو مناسب پوزیشن میں لایا اور گیند کو ہک کر دیا۔ گیند فضا میں بلند ہوئی...... اور جنرل انکلوژر میں تماشائیوں کے درمیان جا گری۔ وہ ایک شاندار چھکا تھا۔ ریحان نے سینچری کر لی تھی۔

سب سے پہلے وکٹ کیپر نے اسے مبارکباد دی۔ جواباً اس نے اسے سینے سے لگا لیا، اس کی اس سینچری کا کریڈٹ وکٹ کیپر کی سپورٹس مین اسپرٹ ہی کو جاتا تھا۔

اسٹیڈیم میں تماشائیوں کی تالیوں سے گونج رہا تھا لیکن ریحان کو اندازہ نہیں تھا کہ سامنے والی عمارت کی بالکونی میں کھڑے ہوئے دولڑکے بھی دیوانہ وار تالیاں بجا رہے ہیں۔

☆======☆======☆

وہ دونوں شیزان سے نکلے اور کار کی طرف بڑھ گئے۔ انجم نے کار کا دروازہ کھولا۔
''کاش...... کاش، وہ مجھے بارہواں کھلاڑی مل جائے۔'' انجم نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
''میں تو شکریہ ادا کروں گا اس کا۔ میں نے بہت کچھ سیکھا ہے اس کی وجہ سے۔'' ریحان نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ ''مجھے یقین ہے کہ میں اب تک ایک اچھا سپورٹس رائٹر نہیں تھا لیکن مجھے یہ یقین بھی ہے کہ اب میں ایک اچھا سپورٹس رائٹر ثابت ہوں گا۔''
''اور تم مر جاتے تو؟'' انجم نے اس پر آنکھیں نکالیں۔
''کیا کہہ سکتا ہوں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میں زندہ ہوں اور انجو! مجھے یہ تسلیم کرنے میں عار نہیں کہ یہ سب کچھ میں کبھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ مجھے سمجھانے کی یہی ایک صورت تھی۔ میں درحقیقت اس کا احسان مند ہوں۔''
انجم کی آنکھوں میں نرمی جھلکنے لگی۔ ''خیر اس کی شکر گزار تو میں بھی ہوں۔'' اس نے نرم لہجے میں کہا۔
''وہ کیسے؟''
''وہ یہ سب کچھ نہ کرتا تو مجھے کیسے معلوم ہوتا کہ تم اتنے خوبصورت آدمی ہو۔''
''اور اگر میں مر جاتا تو؟'' ریحان نے اس پر آنکھیں نکالیں۔
''کیا کہہ سکتی ہوں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تم زندہ ہو۔'' انجم نے جواب دیا۔ ریحان ہنسنے لگا۔ ''اب کیا ارادہ ہے؟'' انجم نے پوچھا۔
''گھر جاؤں گا اور لمبی تان کر سوؤں گا...... اور پھر......'' ریحان کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔
''پھر کیا؟''
''کل صبح تمہارے گھر آؤں گا اور تمہاری امی سے بات کروں گا۔ میرے خیال میں مائیں زیادہ سمجھدار ہوتی ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟''
ٹین انجم کار سٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگی تھی۔ وہ اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھ گیا۔

☆======☆======☆

فون کی گھنٹی نے اسے جگا دیا۔ اس نے گھڑی دیکھی نو بجے تھے اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف بارہواں کھلاڑی تھا۔

''سوری سر...... وری سوری دراصل میں آپ کو مبارکباد دینا چاہتا تھا۔'' ریحان ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی نیند ہوا ہو گئی تھی۔

''آپ نے بہت اچھی اننگ کھیلی۔''

''میں تمہارا شکر گزار ہوں۔'' ریحان نے پُرخلوص لہجے میں کہا۔ ''میں نے کل بہت کچھ سیکھا ہے...... اور یہ بات میں دل کی گہرائی سے کہہ رہا ہوں۔''

دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔

''ہیلو۔''

''جی۔ میں موجود ہوں۔ دراصل حیران ہو رہا ہوں۔ ویسے امپائرنگ آپ کو کیسی لگی؟''

''بہت اچھی تھی۔ محض امپائر کی نظر کی ایک چوک نے میرا یہ حشر کر دیا۔ اب میں بھارتی امپائرنگ اور کراؤڈ کا پریشر سمجھ سکتا ہوں۔ درحقیقت میں اس لفظ کا مطلب ہی اب سمجھا ہوں۔ اس لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔''

''لیکن جناب...... شاید ہمارا طریقہ کار......''

''مناسب ترین تھا۔ یقین کرو اس سے کم میں مَیں کچھ بھی نہیں سمجھتا۔'' ریحان کے لہجے میں سچائی تھی۔ ''سنو دوست! میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''میں آپ سے معذرت کر رہا ہوں، جو کچھ کیا، اس کے سلسلے میں۔''

''کوئی ضرورت نہیں۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''یہ کیسے ممکن ہے جناب! کیا آپ ہمیں گرفتار کرانا چاہتے ہیں؟'' ریحان کو بارہویں کھلاڑی کے لہجے میں تشویش محسوس ہوئی۔

''ہرگز نہیں۔ یہ چاہتا تو اب تک تم اور تمہارا ساتھی گرفتار ہو چکے ہوتے میں تمہیں اور تمہارے ساتھی کو جانتا ہوں۔''

دوسری طرف کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر بارہویں کھلاڑی نے پوچھا۔ ''یہ کیسے ممکن ہے؟''

''مجھے یہ احساس بعد میں ہوا کہ میرے تبصروں نے مجھ سے میرا دوست چھین لیا ہے۔ وہ مجھے نظر انداز کر رہا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا تک نہیں کہ مجھ پر گولی چلائی

گئی۔ مجھے دھمکیاں دی گئیں یہ میرے اور اس کے تعلق کے پیشِ نظر غیر فطری بات تھی۔ پھر میں نے تم کو اس کے ساتھ دیکھا۔ تمہاری نظریں عجیب سی تھیں۔ یہ کہتے ہوئے لہجہ بھی معنی خیز تھا کہ تم تو ہر حال میں میچ دیکھو گے، اس وقت تو میں کچھ نہیں سمجھا لیکن جب امپائر نے مجھے غلط آؤٹ قرار دیا تو اس اعصاب شکن لمحے میں میری سمجھ میں سب کچھ آ گیا۔''

''اوہ......''

''ایک بات بتاؤ گے؟''

''جی پوچھیں سر!''

''تم نے خود کو بارہویں کھلاڑی کی حیثیت سے کیوں متعارف کرایا؟''

''اس لیے کہ میں درحقیقت بارہواں کھلاڑی ہوں۔ پاکستان میں کرکٹ سے محبت کرنے والا ہر شخص قومی کرکٹ ٹیم کا بارہواں کھلاڑی ہے۔ ایسا ہر شخص اپنے طور حتیٰ المقدور کھلاڑیوں کی خدمت کرتا ہے۔ بارہویں کھلاڑی کا یہی تو کام ہوتا ہے نا، جناب!''

''بہت خوب، جی خوش ہو گیا یہ سن کر، تب تو بھائی میں بھی بارہواں کھلاڑی ہوں۔''

''جی ہاں۔ میں جانتا ہوں یہ بات۔''

''اچھا فیاض سے بات نہیں کراؤ گے۔ کیا وہ اب بھی مجھ سے خفا ہے؟'' ریحان نے کہا۔

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ نہ جانے کیوں، ریحان اداس ہو گیا۔ لڑکوں نے اس پر اعتبار نہیں کیا۔ کیسے کریں...... شاید بڑوں میں درگزر کی وہ خو ہی نہیں رہی، جو ضروری ہوتی ہے۔ وہ سوچتا رہا اور اداسی کی تہیں گہری ہوتی رہیں لیکن اسے یہ علم نہیں تھا کہ کسی بھی لمحے اس کے گھر دو بن بلائے مہمان نازل ہونے والے ہیں...... محبت بھرا دل جھکی ہوئی پشیمان نظریں اور لرزتے ہوئے لب لیے......

☆=====ختم شد=====☆